

عہدِ اسلامی کا ہندوستان

— — — — —

سید ریاست علی ندوی

ناشکوہ۔ ادارۃ المصنفین، پٹنہ ۶

قیمت مجلد ہر (چھ روپے آٹھ آنے)

طبع اول ۱۹۵۰ء

عنوان وانتساب

میں ان ناچیز اوراق کو ہدیہ اخلاص و عقیدت کے طور پر حضرت مخدوم معظم ڈاکٹر قاضی سید اکرم امام صاحب منعی، ابو العلاء رحمہ اللہ (المتوفی ۱۳۵۹ھ) کے تذکار گرامی ہے معنون کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں۔

حضرت اقدس علیہ الرحمۃ میرے والد ماجد جناب سید شارت علی صاحب عرفیت بڑے مدظلہ کے حقیقی ماموں، راہ سلوک میں ان کے مرشد اور اقام سطور کے خسر تھے وہ خوش خفقہ متقی دیندار اور اسلامی اخلاق و کردار کے عملی نمونہ تھے، ان کی صحبتوں میں ہندوستان کے کچھ دور کی اس تہذیب کی جواب دہی جاری ہے، یا ذرا تازہ ہوتی تھی، میں اپنی کی نظر توجہ اور شفقتوں کے سایہ میں انگریزی اسکول کی تعلیم سے علیحدہ ہو کر عربی درس گاہ ندوۃ العلماء لکھنؤ میں عربی و اسلامی علوم کی تحصیل کے لئے داخل کیا گیا۔ پھر اپنی کی ہدایت و مشورہ کے مطابق دارالمصنفین اعظم گڑھ کی رفاقت سے وابستہ ہوا۔ وہ میرے علم سے نکلی ہوئی سطروں کو بڑی شفقت اور شوق کی نگاہ سے پڑھتے تھے۔

دیرینہ تمنا تھی کہ اپنی ناچیز علمی خدمت گزاریوں میں سے کسی خدمت کو ان کی یاد کی نذر کروں۔ مجھے خوشی ہے کہ ان سطروں کے ذریعہ وہ دیرینہ آرزو پوری ہوئی۔

اللہ تعالیٰ ان پر اپنی جنتوں کے پھول برسائے اور اپنی مغفرتوں سے نوازے۔
اللَّهُمَّ اغْفِرْ لَهُ مَغْفِرَةً وَأَسْأَلُكَ رَحْمَةً رَحْمَةً
رَأْسُكَ آتَى الْوَهَّابِ -

سید ریاست علی ندوی

۱۸ رمضان المبارک ۱۳۵۹ھ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

دیباچہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ
مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِهِ وَصَحْبِهِ اَجْمَعِیْنِ ۝

ہندوستان کی صحیح و مستند تاریخ کی تدوین ابھی تک پایہ تکمیل کو نہیں پہنچ سکی ہے۔
طوطیہ دوسویسویں کی مسلسل کوششوں سے یہاں کی تاریخ کے صفحوں کو جان بوجھ
کر مریخ کیا گیا، کہ ایک طرف مسلمان اپنے اسلاف کے کارناموں کو دیکھ کر شرمیں، دوسری
طرف ان کے ہم وطنوں میں ان کے خلاف غم و غصہ اور عناد کے جذبات کی پروش
ہو۔ اور ملک کے مختلف گروہوں میں تعصب اور نفرت کی خلیج حائل ہو جائے۔
استعماریت کا یہ حربہ ایسا کامیاب رہا کہ رفتہ رفتہ اپنوں کی نگاہوں کے سامنے بھی
پردہ آگیا۔ خصوصاً انگریزی اسکولوں اور کالجوں میں پڑھی پڑھائی جانے والی کتابیں
اسی انداز میں ترتیب پائیں۔

آج سے تقریباً چالیس برس پہلے ان غلطیوں کی اصلاح کی طرف پہلی مرتبہ علامہ
شبلی شامی علیہ الرحمۃ کی زمانہ شناس نگاہ اٹھی۔ انہوں نے سلسلہ میں ندوۃ العلماء
میں "تصحیح تاریخ ہند" کے نام سے ایک مستقل شیعہ قائم کیا۔ حضرت الاستاذ مولانا سید
سلیمان ندوی مدظلہ اس کے سکرٹری بن کر ہوئے، اس شعبہ نے اپنے زمانہ کے انگریز
مؤرخین کی ان کتابوں پر توجہ کی، جو لصاب درس میں داخل تھیں، نیز اپنے وسیع علمی
و تاریخی و تنقیدی کتابوں کے ذریعہ خدمات انجام دیئے۔

مولانا شبلی نعمانی کی ذات گرامی کے ساتھ جتنی تخرکیں وابستہ تھیں، یا ان کے
جو علمی و تاریخی تصورات، و ذہنی انکار تھے، ان کی تکمیل کے لئے دارالمصنفین کی
تاسیس عمل میں آئی۔ اس مجلس نے جس طرح اسلامی علوم و آداب کی خدمت کی،

جدید علوم و نظریات کو اردو کا جامہ پہنایا، اسی طرح تاریخ ہند بھی اس کا موضوع رہا، آج تاریخ ہند کے صفحات میں بعض نظریے ایسے موجود ہیں، جو تمام تر اس مجلس کے متوہ کی تحقیق و تفتیش سے منظر عام پر آئے ہیں، مثلاً

انگریزی اسکولوں اور کالجوں میں جو تاریخیں پڑھائی جاتی تھیں، ان میں مسلمانوں کے دور کو محمد بن قاسم کے اچانک حملہ کو دکھا کر غزنوی کے حملے سے شروع کیا جاتا تھا، حفصۃ الاستاذ مولانا سید سلیمان ندوی کی تاریخ ”عرب و ہند کے تعلقات“ کی اشاعت کے بعد پہلی مرتبہ ڈاکٹر تارا چند کی کتاب ”تاریخ اہل ہند“ میں مسلمانوں کے حملہ ہند کا باعث ان عرب کشتیوں کی بربادی کو قرار دیا گیا جو اہل ہند کے ہاتھوں بحر ہند میں غل میں آئی تھی نیز نظر مجموعہ ”ہندوستان پر مسلمانوں کے ابتدائی حملے اور ان کے اسباب“ کے عنوان سے اس ابتدائی دور پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

اسی طرح عالمگیر کے خلاف جو فوجی حرم حق اس میں اس کے عہد میں ”تاریخ نویسی کا قانون“ جرم“ ہونا بھی تھا۔ زیر نظر مجموعہ میں کیا عالمگیر کے عہد میں ”تاریخ نویسی کا قانون“ جرم“ کے عنوان سے جو مقالہ ہے، ۱۹۳۲ء میں اس کے شائع ہونے کے بعد دوسری کتابوں میں عالمگیر کے فہرست جرائم میں سے اس کو خارج کیا گیا۔ اسی طرح ”مندروں کے انہدام“ کا الزام ۱۹۳۵ء تک ہندوستان کے نامور مؤرخ سر جیدوناٹھ سرکار نے عالمگیر کے سر رکھا، لیکن ان کے جواب میں ”عالمگیر کے عہد میں مندروں کا انہدام“ کے عنوان سے جو مقالہ شائع ہوا، اس کے بعد اہل علم نے عالمگیر کے اس الزام سے بری ہونے کی راہ قائم کی، یہ مقالہ اس مجموعہ میں موجود ہے۔ اس میں سر جیدوناٹھ سرکار کے جواب میں دکھایا گیا تھا کہ عالمگیر نے مندروں کے منہدم کرنے کا عام حکم نہیں دیا تھا، بلکہ چند ایسے مندروں کو ہموار کیا گیا تھا جو حکومت کے خلاف سازشوں کا اڈہ بنے ہوئے تھے اور خصوصاً بے دینی پھیلانے کے لئے مرکز کا کام دیتے تھے۔ اس مقالہ کی اشاعت کے بعد آل انڈیا ہسٹری کانگریس کے اجلاس پٹنہ میں ڈاکٹر پرماتاسرن نے اپنے خطبہ صدارت میں اس دعویٰ سے رجوع کیا، اور ارشاد فرمایا:—

”دوسری یہ بات بھی علم میں آئی ہے کہ بعض اہل قلم کی طرف سے چند حقیقتیں بھی روشنی میں لائی گئی ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ چند اہم مراکز جیسے بنارس کے مندر تھے، ہندوؤں کی طرف سے مفسدانہ سازشوں کے اڈوں کے طور پر استعمال کئے جانے تھے جن کے خلاف شہنشاہ نے اشتعال میں غلی اقدام کیا، اور اس کو اب اس کے نقشب کی شہادت میں پیش کیا جا رہا ہے.....“

(۲۵۵ ص)

اس سلسلہ کے یہ سب کمرے اس مجموعہ میں شامل ہیں، اور انہیں زندہ رکھنا اس لئے ضروری سمجھا گیا کہ ابھی ہندوستان کی تاریخ اپنے تند دینی دور میں ہے ایسا نہ ہو کہ غفلت میں ارباب علم سے یہ حقیقت نظر انداز ہو جائے، اور سرحد وفاقہ سرکار کی گول فٹائیاں نئے سرے سے تازہ ہو جائیں۔

دارالمصنفین کے زمانہ قیام میں راقم سطور کا پیشتر زمانہ اس کے ترجمان رسالہ معارف کی ترتیب و ادارت کی خدمت میں بسر ہوا۔ اس تعلق سے مقالات کی ترتیب و تسوید کا موقع نسبتاً زیادہ ہاتھ آیا، کچھ دن گزرے کہ اپنی شائع شدہ تحریروں پر نگاہ ڈالی تو ان میں بیشتر حصہ ایسا نظر آیا جنہیں ایک خاص ترتیب سے تعینات کی شکل میں منقل کیا جاسکتا تھا، چنانچہ انہیں مختلف موضوعوں کے اعتبار سے الگ الگ مجموعہ میں اکٹھا کیا گیا، اس سلسلہ میں ایسے مقالات کو جن کا تعلق کسی نہ کسی حیثیت سے ہندوستان کے اسلامی دور کی تاریخ سے وابستہ ہے ”عہد اسلامی کا ہندوستان“ کے نام سے یکجا کیا گیا ہے۔ یہ مقالات ۱۹۳۶ء سے ۱۹۴۱ء تک کے رسالہ معارف میں وقتاً فوقتاً شائع ہوئے رہے ہیں۔ اس میں بائیس برس کی مدت میں بہت سے ایسے نئے مآخذ چھپ کر سامنے آئے جو ان مضامین کی تسوید کے وقت تک چھپے نہیں تھے۔ دارالمصنفین کے کتب خانہ میں نہ اسکے تھے، اس لئے ان پر نظر ثانی کی ضرورت تھی، چنانچہ ان مآخذ سے فائدہ اٹھایا گیا، لیکن جب یہ مجموعہ اپنی ترتیب کے آخری مرحلہ پہنچا

تو اس کا حجم غیر معمولی نظر آیا، اس لئے اس کو دو حصوں میں تقسیم کرنا پڑا یہ پہلا حصہ ”عہد اسلامی کا ہندوستان“ کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔ اور دوسرے حصہ کو ”ہندوستان کے عہد اسلامی کے چند اکابر“ کے نام سے ملحدہ کر لیا گیا ہے جس میں اسلامی دور کے چند ممتاز ہستیوں کے سوانح مختصر صا ان کے علمی خدمات و روشنی میں لائے گئے ہیں۔

اس کے بعد یہ مناسب معلوم ہوا کہ ”عہد اسلامی کا ہندوستان“ مجموعہ مضامین کے بجائے ایک مستقل تصنیف کی شکل میں شائع ہو، اس مناسبہ سے چند ضروری ابواب شروع میں بڑھائے گئے، اور یہ مضامین اس طرح مرتب کئے گئے کہ ہندوستان سے مسلمانوں کے تعلقات کے قیام سے ”ملوک سلاطین دہلی“ کے دور تک کی مسلسل تاریخ قلمبند ہو جائے اس کے بعد تعلق سلاطین کے دور سے متعلق دو مقالے ہیں، پھر متفرق تحقیقی مباحث پر مشتمل مضامین درج کئے گئے ہیں۔ ان مضامین کو ایک دوسرے کے بعد اس ترتیب سے رکھا گیا کہ ناظرین کے مطالعہ کا ذہنی ربط قائم رہے۔ متفرق مضامین کو ایک لڑی میں پروئے اور ان میں تصنیفی روابط پیدا کر لئے ہیں جو دشواریاں پیش آسکتی تھیں، وہ ال نظر سے پوشیدہ نہیں۔

مضامین و مباحث کی ترتیب میں کوشش کی گئی ہے کہ ”عہد اسلامی کا ہندوستان“ رزم کے بجائے نرم کا، جنگ کے بجائے صلح کا، قوموں، ملتوں اور جماعتوں کے درمیان نفرت، عناد اور دشمنی کے بجائے محبت، شفقت، دوستی اور اتحاد کا آئینہ دار ہو، اس کے ساتھ واقعات کے بیان میں صحت اور سچائی کا رشتہ بھی ہاتھ سے جانے نہ پائے۔ البتہ اس گوشہ کو خاص طور سے سامنے لانے کی کوشش کی گئی ہے۔ جو مختلف گروہوں میں لطفت و محبت اور امن و اشتراک کے ان خوشگوار تعلقات کو دکھا سکیں، جن کو پہلے جان بوجھ کر چھپانے کی کوشش کی گئی تھی، لیکن طرز ادا ایسا رکھا گیا ہے کہ واقعاتی رنگ سے ملحدہ ہو کر محض ذاتی نظریات و رجحانات کا طرز ادا نہ ہو جائے، اس لئے ایسے موقعوں پر بلکہ انداز میں محض اشاروں ہی پر اکتفا کر کے

گذر جانا مناسب معلوم ہوا ہے۔

ہمیں مستر ہے کہ یہ مجموعہ ہمارے مخدوم محترم جناب آنریبل ڈاکٹر سید محمود وزیر ترقیات حکومت بہار کے مقدمہ کے ساتھ شائع ہو رہا ہے، مخدوم موصوف کو منصب وزارت سے علیحدہ ان کی علمی زندگی میں ایک خاص منزلت حاصل ہے۔ آج سے چند سال پہلے رسالہ ندیم گیارہ کی ادارت کے زمانہ میں اس کے بہار نمبر ۱۹۱۷ء میں ان کے متعلق یہ صحیح طور پر لکھا گیا تھا کہ :-

”ڈاکٹر صاحب کو علم کا پاکیزہ مذاق عطا ہوا اور حقیقت اگر وہ سب سے بڑے پُر خاں وادی میں قدم نہ رکھتے تو ان کا صحیح مرتبہ کسی علمی خانقاہ میں ان کا زانو نشیں ہو جاتا تھا، خصوصاً ہندوستان کی تاریخ پر عائد نظر رکھتے ہیں.....“

ڈاکٹر صاحب کو تاریخ ہند سے جو لگاؤ ہے، اس تعلق سے انہوں نے اس مجموعہ کو دھپسی سے پرکھا، ہم ان کے شکر گزار ہیں کہ انہوں نے اپنے مقدمہ میں بعض قابل قدر مشورے بھی عنایت فرمائے ہیں۔

کتاب کا نام ”عہد اسلامی کا ہندوستان“ رکھا گیا ہے۔ راقم سطور ”اسلامی“ کے لفظ کے متعلق ۱۹۱۷ء میں اپنی کتاب تاریخ صدقلیہ جلد دوم کے دیباچہ میں ایک شبہ کا ازالہ کر چکا ہے کہ :-

”اسلامی تہذیب و تمدن اور اسلامی علوم و فنون سے مراد وہ تہذیب و تمدن و علوم و فنون ہیں..... جو مسلمانوں میں رائج رہے۔ عام ازیں کہ نفیس دین اسلام کی تعلیمات کے مطابق بھی ہوں یا نہ ہوں اس لئے دوسرے الفاظ میں انہیں ”مسلمانوں کی تہذیب و تمدن و علوم و فنون سے تعبیر کیا جاسکتا ہے“

در اصل اس زمانہ کو ”ہندوستان کے عہد وسطیٰ“ سے تعبیر کرنا چاہیے، لیکن موجودہ زمانہ میں وہ ”مسلم پیریڈ“ ہی سے موسوم ہے، اور ہمیں اسی کے متعلق بھیلی

ہوئی غلط فہمیوں کو دور کرنا ہے۔ اس لئے اسی نام سے موسوم کرنا زیادہ مناسب معلوم ہوا۔ اسی سلسلہ میں ایک اور مشتبہ کا ازالہ کرنا ضروری ہے۔ کتاب کے صفحہ ۷۸ میں ہندوستان میں مسلمانوں کی حکومت کے متعلق یہ دکھایا گیا ہے کہ:-

”در اصل یہاں مسلمانوں نے جس حکومت کی داغ بیل ڈالی تھی، وہ مذہبی حکومت کے بجائے غیر مذہبی اور غیر حجاب دار سلطنت (سیکولر) تھی۔“

اس کا مدعا یہ ہے کہ حقیقی اسلامی نظام حکومت ایک نئے نظام ہے۔ ان حکومتوں کو جو دورِ وسطیٰ میں دینا کے مختلف حصوں میں مسلمانوں کے ہاتھوں قائم تھیں، انہیں مذہبی حکومت کہنا صحیح اسلامی نظام حکومت کی غلط ترجمانی کرنا ہے، جب وہ حکومتیں جو اپنے کو اسلامی کہتی تھیں، اور شرعی نظام حکومت کے ماتحت قائم تھیں، حقیقی معنوں میں اسلامی حکومت کہے جانے کی مستحق نہیں تو ہندوستان کی ان حکومتوں کو مسلمانوں کے ہاتھوں قائم ہوئیں، اور جن کے قائم کرنے والوں نے بھی ان کے ”اسلامی“ ہونے کا دعویٰ نہیں کیا، انہیں ”مذہبی“ اور ”اسلامی“ کہنا کسی طرح موزوں نہیں ہو سکتا۔

آخر میں مجھے حکومت یوپی کی علم نوازی کا تذکرہ کرنا بھی ضروری ہے کہ اس نے اپنے-

G.O. No. A-6135/XV-2203/1948

G.O. No. A-6581/XV-2203/1948 کے مطابق

ڈیڑھ ہزار روپے ”عہد اسلامی کا ہندوستان“ کی طبع و اشاعت کے لئے عطا کئے، اس سلسلہ میں آنرری سبپور ناشر وزیر تعلیم یوپی، اور اپنے لائق دوست آنرری کمشنر دیو مالویہ وزیر ترقیات اور خالص دوست شری الگورائے شاستری ام۔ ال۔ اے۔ سکریٹری یوپی پرائونٹل کانگریس کمیٹی کی کریفڑائیوں کا شکریہ ادا کیا۔

کتاب کے لکھنے کے ایک برس میں جانے کے بعد راقم سطور کا تعلق حکومت

بہار کے شعبہ تعلیم سے وابستہ ہو گیا۔ اور ۲۳ نومبر ۱۹۴۹ء کو راقم سطور نے پرنسپل مدرسہ اسلامیہ شش الہدیٰ کی حیثیت سے اپنے نئے منصب کی ذمہ داری قبول کر لی، اس طرح یوپی اور اس کے دارالحکومت لکھنؤ سے دور ہو گیا، میں اپنے بھائی کو مفرما نواب سید التفات حسین صاحب کا شکر گزار ہوں کہ انہیں کی تمام تر توجہ سے اس کی طباعت کے مرحلے انجام پذیر ہو سکے۔ کتاب کے فرمے انہوں نے لکھنؤ سے پلٹے بھیج دیئے۔ اور اب فہرست، مقدمہ اور ان سطروں کو پلٹے میں چھپوا کر ناظرین کے ہاتھوں میں پہنچا جا رہا ہے۔ دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو حسن قبول عطا فرمائے۔

سید ریاست علی ندوی
مدرسہ اسلامیہ شش الہدیٰ پٹنہ ۷

۱۸ رمضان المبارک ۱۳۵۹ھ
۵ جولائی ۱۹۵۰ء

عہدہ اسلامی کا ہندوستان

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۰	پارسی		مقدمہ
	قدیم ہندو کے پچھلے عہد کی آزاد حکومتیں		جناب انریبل ڈاکٹر سید محمود رضا
(۲۰-۱۱)			۱۱-۱۲ پی، ایچ، ڈی، وزیر
۱۲	حکومت کشمیر		ترقیات حکومت بہار-۳
۱۱	سلطنت پنجاب		ہندوستان کے عہد قدیم کا اجمالی نظارہ
۱۱	دہلی، ساہیوالہ اور جمیر کی حکومتیں		(۱-۱۱)
۱۳	سلطنت قنوج		ہند کے اصلی باشندے
۱۵	سلطنت بدھیل کھنڈ		ہندوستان میں آباد ہونیوالی قومیں
۱۱	سلطنت بہار و بنگال		(۱-۱۰)
۱۴	سلطنت اڑیسہ		۱ ڈراوری
۱۱	سلطنت آسام		۲ آریا
۱۷	سلطنت گجرات		۷ عرب
۱۱	سلطنت مالوہ		۸ ترک
	دکن کی حکومتیں		۱۱ تاجیک
(۲۱-۱۸)			۹ چٹھان
۱۸	خاندان اندھرا		۱۱ تیموری نسل
			۱۱ یورپین
			۱۱ ایک نکتہ

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۳۴	چند دیگر علاقے	۱۸	دہلیچکیا خاندان
"	سندھ	۱۹	شاہان راجستھن
۳۵	کشمیر	۲۰	کپانی شاہان چکیا
"	پنجاب و صوبہ حیدر	"	ہوسل خاندان
۳۶	دوآبہ	"	سلطنت خاندان یادو
"	جنگل و بہار		
۳۷	اسلامی نوآبادیوں کے باشندے		جنوبی ہند کی حکومتیں (۲۱-۲۷)
۳۸	عہد قدیم میں ہندو مسلمانوں کے	۲۱	تامکلم
۳۹	میل جول کے خوشگوار واقعات	"	تین سلطنتیں
	ہندوستان میں مسلمانوں کے ابتدائی حملے	"	سلطنت پانڈیا
	اور ان کے اسباب (۴۳-۴۹)	۲۳	سلطنت چول
۴۰	عہد ہند کے تعلقات قدیم عہد میں	۲۴	سلطنت چیریا کرل
"	عہد اسلامی میں عربوں کے تخریق	۲۵	خاندان پلو کا عروج و زوال
"	قناط		ہندوستان میں مسلمانوں کی حکومتیں
۴۱	بڑی و بھری راستے		پہلے کی پراسن اسلامی نوآبادیاں (۲۸-۴۷)
"	سندھ سے اسلامی حکومت کو	۳۰	انکا
"	پہلی شکایت	"	مالیپ
"	عربوں کا پہلا جنگی پیڑا	۳۱	مالا بار
"	ہند پر عربوں کے ابتدائی حملے	۳۲	ٹراؤنگور
"	سندھ سے اسلامی حکومتیں	"	کار و منڈل
۴۵	کادوسر اشکوه	"	گجرات و سبئی

صفحہ	مضون	صفحہ	مضون
۷۴	ہیاریوں کا عہد حکومت	۴۶	نظر الہند کی دیکھ بھال کے لئے ایک { نئے عہدہ کا قیام
۷۵	خلافت بغداد سے تعلق	۴۷	سندھ سے اسلامی حکومت کو تیسری
۷۷	عرب و ہند کے تعلقات میں اضافہ	۴۸	شکایت
۷۸	تفصیلات	۴۹	ہندو پیر احمد اوری
۷۹	سندھ کے پندرہ دوسرے حکمرانوں کی	۵۰	محمد بن قاسم کی ہیم
۸۰	خانہ ان سومرہ	۵۱	سندھ کے اسلامی حملوں کی قیدی جو
۸۱	نبو سارہ	۵۲	عرب جا کر ادبھرے (۵۰-۶۲)
۸۲	اسماعیلی قراطمہ	۵۳	السندی
۸۳	نظام حکومت و تمدن و تہذیب	۵۴	ابو مسعر سندھی
۸۴	اہل علم و اعیان	۵۵	ابو عبد اللہ محمد بن ابی مسعر
۸۵	زباد	۵۶	امام اوزہی
۸۶	شعرا	۵۷	حافظ ابو محمد زہد بن سالم سندھی
۸۷	غزنوی سلطانین ہند ۳۳۲-۳۳۳	۵۸	ابو نصر فتح بن عبد اللہ سندھی
۸۸	۵۸۲ (۸۵-۱۰۱)	۵۹	ابو الوظا سندھی
۸۹	۱۱۸۶	۶۰	سندھ و ملتان کی عربی حکومتیں
۹۰	سبکتگین	۶۱	اور ان کے اثرات (۴۴-۸۴)
۹۱	راجہ جے پال کا جارسا زخمہ	۶۲	دور ولایت
۹۲	اور مشرقی دور سے پہلی لڑائی	۶۳	ماہر فن و اعیان
۹۳	راجہ جے پال کی مدد خلافت	۶۴	فرمانروایان ہریانہ
۹۴	اور سبکتگین کا حملہ ہندوستان		
۹۵	غزنوی کو دلی کا بغیر اور قونین		
۹۶	تک ترکن زری کا حق		

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۹۳	سلطان عبدالرشید	۸۶	محمود
"	دشمنین حاکم پنجاب	"	محمود کی ترک تازیان
"	سلطان فرخ زاد	۸۷	محمود کے حملے ہندوستان پر
"	سلطان ابراہیم	"	مندروں پر حملہ آوری کا
۹۴	سلطان مسعود بن ابراہیم	۸۸	حقیقی سبب
"	سلطان احمد سلطان	۸۹	صوبہ پنجاب کا نیا نظم
"	محمد باہیم والی پنجاب	"	محمود کو ہندوستان سے ایک لاکھ
"	بہرام شاہ	"	محمود کی رواداری
"	قلعہ ناگور پر قبضہ	۹۰	سلطان محمد
۹۵	محمد باہیم کی بناوٹ در زوال	"	سلطان مسعود
"	حسین بن ابراہیم والی پنجاب	"	احمد نیا لشکر
"	غزنی کی بربادی	"	سپہ سالار ناتھ
"	خسرو شاہ	۹۱	سالار ملک
"	غزنی سلاطین کا امن ہندوستان	"	ہندوستان کا خزانہ
"	ملک خسرو	"	ہندوستان کو واپس
"	راجہ جموں کی دعوت	"	غزنی و ہندوستان کے امراء
"	شہاب الدین غوری کو	۹۲	کی پالیسی میں اختلاف
۹۶	آل یکتائین کا زوال	"	سلطان مودود
"	غزنوی سلطنت کے خاتمہ میں	"	ہندوستان میں وطن اور دہرم کو
"	ہندو مسلم حکمرانوں کا مشترک	"	پچانے کا نیا جذبہ
"	غزنوی سلاطین کے دور میں	"	نگر کوٹ کی بازیافت اور
"	ہندوستان میں اسلام و غلو کی ترقی	"	ہندوستان میں جذبہ سرت

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
	ہندوستان میں مستحکم سلطنت	۹۸	شہزاد
۱۰۹	کی بناؤ تاسیس	۹۹	علامہ محمد بن وقضاۃ
۱۱۰	وفات	۱۰۰	شدخ
"	جانشین	۱۰۱	ممتاز ایمان
۱۱۱	سیرت و کردار		حضرت سالار مسعود غازی (۱۰۲-۱۰۶)
"	علامہ شدخ		استفسار
	سلطان شہاب الدین کے قاتل	۱۰۲	سالار مسعود کے سوانح حیات کے کاغذ
مقتل مرقد (۱۱۲-۱۲۹)	قاتل	"	نسب نامہ
۱۱۴	شہید کرنے کا سبب	۱۰۳	پیدائش
۱۲۲	مرقد	"	سنین کے اقلیات پر ایک نظر
"	مقتولوں کی تعداد	"	اجمالی سوانح حیات
"	مقتل	۱۰۶	شہادت
	موضع و صحت کے متعلق کچھ		سلطان شہاب الدین غوری (۱۰۷-۱۱۲)
۱۲۴	مزید معلومات	۱۰۷	غوری سلطنت
۱۲۵	سلطان کا نام	"	محمد غوری کی پیدائش
	کیا سلطان کا مرقد غزنین		ہندوستان کی اسلامی سلطنت کی
۱۲۶	نہیں ہے		یاں میں سلطان شہاب الدین کی
	حکمران سلاطین و ملی (۱۳۰-۱۸۴)		ہندوستان پر حملہ آوری کے مقاصد
۱۳۰	سلطان قطب الدین ایبک	"	قرامطہ کی بیخ کنی
		"	ننر نوزی سلطنت کو مٹانا

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۵۳	سلطان ناصر الدین محمود	۱۳۳	ایک کا عہد حکومت
۱۵۶	سلطان غیاث الدین بلبن	۱۳۴	ایک کے دور کے ممتاز اکابر
۱۵۷	برنگال کی بغاوت	۱۳۵	صلواتے است
۱۵۹	منگولوں کا تعلق ہندوستان سے	۱۳۶	آرام شاہ
۱۶۰	وفات اور جانشینی	۱۳۷	شمس الدین التمش
۱۶۱	معز الدین کی قیادت	۱۳۸	اخلاق و عادات
۱۶۲	بغیر خاں اور قیادت کی ملاقات	۱۳۹	التمش کا عہد حکومت
۱۶۳	ملک نظام الدین کا زوال	۱۴۰	خوآنین شمس
۱۶۴	نئے تاجدار کا سوال	۱۴۱	وزراء
۱۶۵	شمس الدین کی پورٹ	۱۴۲	شیخ الاسلام
۱۶۶	علم و فضل کی ترقی اور	۱۴۳	قفقہ
۱۶۷	اکابر و اعیان	۱۴۴	علماء و فضلا
۱۶۸	قفقہ و صدر جہاں	۱۴۵	شعراء
۱۶۹	ممتاز اہل علم	۱۴۶	مشائخ
۱۷۰	مشائخ	۱۴۷	سلطان رکن الدین فیروز شاہ
۱۷۱	مملوک سلاطین کا دور حکومت	۱۴۸	رضیہ کی جانشین کا پس منظر
۱۷۲	ہندوستان پر مسلمانوں کے	۱۴۹	رکن الدین کی تخت نشینی
۱۷۳	حکم اور ہونے کے محرکات	۱۵۰	سلطان رضیہ
۱۷۴	نامسلمانوں کو ان کی زندگی کے	۱۵۱	معز الدین بہرام شاہ
۱۷۵	عام شعبوں میں عمومی آزادی	۱۵۲	سلطان علاء الدین مسعود
۱۷۶	ہندوستان میں مسلمانوں کی حکومت	۱۵۳	بلبن کا اقتدار
۱۷۷	ہندوستان میں مسلمانوں کی حکومت	۱۵۴	علاء الدین مسعود کا عہد حکومت

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۹۰	حدود واریجہ	۱۸۰	ہندوستان کی حفاظت
"	دریا	"	حکومت کا ڈھانچہ
"	آب و ہوا	۱۸۱	حکومت کے شعبے
"	پایہ تخت	"	فوج
۱۹۱	مدارس، اسپتال اور خانقاہیں	"	کابینہ و عدالت
"	شاہی محل	۱۸۲	ڈاک کا نظم
۱۹۲	دولت آباد	"	سلاطین کا طرز بود و ماند
"	ہندوستان کے تین خطے	"	اسلام کی اشاعت
۱۹۳	ولایات ہند	۱۸۳	علوم کی ترقی
۱۹۵	حیوانات	"	ایک نئے کچھر کی تخلیق اور
۱۹۶	پیداوار صفت و حرفت	"	انسانی آبادی کے طبقات
"	سکے	۱۸۴	تجارتی ترقی
۱۹۷	پیمانہ	"	ہندوستان کی مرکزیت
"	نرخ	"	عالم اسلامی میں
۱۹۸	نرخ کی عام ارزانی		ہندوستان اٹھویں صدی
"	سلاطین		ہجری میں (۱۸۵-۲۰۶)
۱۹۹	سلطان محمد بن تغلق شاہ	۱۸۷	ہندوستان کا تعارف
"	شاہی فوج	"	اقليم سندھ
"	سلطان حالت جنگ میں	"	منصورہ پایہ تخت سندھ
۲۰۰	لازمین بارگاہ سلطانی	"	سندھ کے شہر
"	عمال شاہی	۱۸۸	
۲۰۱	جاگیر اور تنخواہیں	۱۹۰	اقليم ہند

صفحہ	مضنون	صفحہ	مضنون
۲۱۶	دربار میں جشن عید کی تدبیریں	۲۰۲	شاہی دسترخوان
۱۱	دعوت طعام اور محفل و قس و سرود	۱۱	ہفتہ وار دربار
	پٹھان اور مغل کی صہیت	۲۰۳	سلسلہ رسل و رسائل
(۲۱۷ - ۲۲۰)		۲۰۴	شاہی سفر
۲۱۷	لفظ پٹھان کی وجہ تسمیہ	۱۱	شکار
۲۱۹	مغل کی وجہ تسمیہ		سلطان و عمال سلطانی کے
۱۱	مغل، ترک و تاتاری کی اصلیت	۱۱	معمولات یومیہ
۲۲۰	کیانیوں کا قدیم وطن	۲۰۶	محمد بن تغلق شاہ کا عہد حکومت
	پٹھانوں کی تاریخ کے مآخذ		عیدین کے مراسم اسلامی
(۲۲۱ - ۲۲۵)		(۲۱۶ - ۲۰۷)	ہند میں
۲۲۱	پٹھان قوم کا مفہوم	۲۰۷	عیدین کے مصالح
۱۱	افغانی مورخین کی کتابیں		عیدین کے موقعوں پر تفریحی
۲۲۲	تاریخ شیر شاہی	۲۱۱	مشاغل اور ان سے چشم پوشی
۱۱	غزنوی افغان	۱۱	اسلام میں عید منانے کا طریقہ
۲۲۳	تاریخ داؤدی	۲۱۲	عید منانے کی اصل غایت
۱۱	افغان شاہاں		ہندوستان میں عید کے ہنوار
۱۱	غیر افغانی مورخین کی تصنیفات	۱۱	خلعت کی تقسیم
	یورپین مورخین کی تصنیفات	۱۱	عید کا شاہی جلوس
۲۲۴	افغانی سلاطین پر	۲۱۴	شہنشاہ ہندوستان عید گاہ میں
		۱۱	شہنشاہ کا قربانی کرنا
		۱۱	عید کا دربار

صفحہ	مضمون
۲۲۲	متفق طلب امور
۲۲۳	مولانا شبلی مرحوم کا بیان
۲۲۴	عالمگیر کے ہاتھوں مندروں کے انہدام کی حقیقت
۲۲۵	شاہجہاں کے زمانہ میں ہندوؤں کی زیادتیوں
۲۲۶	عالمگیر کے عہد میں مسلمانوں میں گراہی پھیلانے والے مرکز
۲۲۷	سرحد و ناٹھ سرکاری تہذیبیں
۲۲۸	باغیوں اور دشمنوں کی عبادت گاہیں
۲۲۹	عالمگیر کے عہد میں مندروں کے انہدام کے واقعات
۲۳۰	پرانے مندروں کا وجود اور ان پر عالمگیر کے اوقات
۲۳۱	اسلامی حکومت کے حدود میں بت خانے
۲۳۲	عالمگیر کے عہد میں پرانے مندروں کا احترام
۲۳۳	مولانا شبلی کا شکوہ
۲۳۴	مولانا شبلی کا شکوہ
۲۳۵	مکملہ بحث

صفحہ	مضمون
۲۲۲	شیر شاہ پرچند اور کتابیں
۲۲۳	گیتا کا منظوم فارسی ترجمہ
۲۲۴	(۲۲۸ - ۲۲۴)
۲۲۵	فیضی کی تصنیفات میں منظوم ترجمہ کا ذکر
۲۲۶	فیضی کی طوط منظوم ترجمہ کا انتخاب
۲۲۷	گیتا کا ترجمہ فارسی نسخہ
۲۲۸	گیتا اور ہابھارت
۲۲۹	منظوم ترجمہ کا نسخہ
۲۳۰	کیا عالمگیر کے عہد میں تاریخ نویسی قانوناً مجرم تھی
۲۳۱	(۲۳۰ - ۲۲۹)
۲۳۲	خانی خاں
۲۳۳	منتخب الباب کا عہد تصنیف
۲۳۴	تاریخ نویسی کا سرکاری حکم
۲۳۵	عالمگیر کا جرم
۲۳۶	عہد عالمگیری کی تاریخی تصنیفات
۲۳۷	عالمگیر کے عہد میں مندروں کا انہدام
۲۳۸	(۲۳۸ - ۲۳۷)

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۲۶۱	زمین کی پیمائش	۲۵۵	عالمگیر کے قدیم محسن
"	دانہ بندی اور پٹائی	"	سرحد و ناٹھ سرکار کے دعویٰ
۲۶۲	ہرموضع میں تحصیل وصولی کا عملہ	"	سے رجوع
"	پہلی تبدیلی و بست دہ سالہ	"	شاہزادگی کے زمانہ کے
	ہندوستان کے عہد اسلامی میں	۲۵۶	انہدامات
زکوٰۃ کا نظام (۲۶۳-۲۶۸)		"	ہندو مسلم رشتہ اتحاد کا
"	عہد وسطیٰ میں اسلامی حکومتوں	۲۵۷	ایک اصولی موقی
۲۶۳	کے مالی نظام کی ود عملی	"	حقیقت کی ایک کرن
"	سندھ کی پہلی اسلامی حکومت		عہد مغلیہ کے مناصب ہفت ہزاری
۲۶۴	کا مالی نظام		وغیرہ (۲۵۹-۲۶۰)
"	فیروز شاہی دور میں زکوٰۃ		مناصب کی ابتداء اور
"	کا نظام	۲۵۹	ان کا مدعا
"	فیروز شاہ کا اصلاحی قدم	"	مناصب کے قائم کرنے کا اصول
"	نامشروع محصولات	۲۶۰	منصب داروں کی قسم
"	کی تحصیل کی ممانعت اور	"	تنخواہوں کے اعتبار سے
"	شرعی محصولوں کی وصولی		ہندوستان کے عہد اسلامی میں لگزار
۲۶۷	بیت المال کی مجموعی آمدنی		کی تشخیص اور تحصیل کا انتظام
"	وظائف		(۲۶۱-۲۶۲)
"	اکبری دور میں زمینوں کی تقسیم	۲۶۱	پیداوار کی جانچ
"	شرعی اصطلاحوں	"	سکوں کی شکل میں وصولی
"	کے مطابق		

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۲۷۷	تحصیل کی ابتداء	۲۷۸	عالمگیر کے دور کا نظام
۲۷۸	ہالیوں کے عہد میں تعلیمی ترقیاں		ہندوستان کے عہد اسلامی کی
۲۷۸	عہد اکبر میں تعلیمی انقلاب		تعلیمی زندگی (۲۷۹-۲۹۲)
۲۸۰	جہانگیر کے دور میں تعلیمی ترقیاں		ہندوستان میں اسلامی
۲۸۱	شاہجہاں کے دور کی تعلیمی ترقیاں	۲۷۹	تعلیم کی ابتداء
۲۸۲	نورسلوں کی تعلیم کا انتظام		ہندوستان میں اسلامی مدرسہ
۲۸۴	عالمگیر کے عہد کی تعلیمی ترقیاں	۲۸۰	کی سب سے پہلی عمارت
۲۸۸	دور زوال		ہندوستان میں مدرسوں کی
۲۸۸	بہادر شاہ کے دور کے	۲۸۱	تاسیس کا رواج
۲۹۱	چند مدارس	۲۸۱	فیروز شاہ کے عہد میں تعلیمی ترقیاں
۲۹۱	تعلیمی انحطاط	۲۸۲	مدرسہ فیروز شاہی
	بنگال و بہار میں عہد نظامت	۲۸۴	عہد فیروز شاہی کے دیگر مدارس
	دیوانی اور برطانوی اثر و اقتدار	۲۸۴	غلاموں کی تعلیم کا اہتمام
	کا آغاز — (۲۹۳-۳۰۳)	۲۸۵	روکیوں کے مکتب
	منہلوں کے عہد میں بنگال کا الحاق ۲۹۴	۲۸۵	سلاطین بہمنی کے تعلیمی خدمات
	بنگال کے صوبہ داروں کے دور		آٹھویں صدی ہجری کے
	صوبہ کی وسعت اور اس کا دارالسلطنت ۲۹۶		چند ممتاز اساتذہ
	ناظم و دیوان یا گورنر	۲۸۶	عہد خدیجی میں تعلیمی ترقیاں
	اور وزیر مال	۲۸۷	لودیوں کے عہد کی تعلیمی ترقیاں
			ہندوؤں میں فارسی زبان کی

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۳۰۴	حضرت مینا شہید میاں		بنگال میں برطانوی اثرات
۳۰۵	قاضی سید منصور	۲۹۸	کی ابتداء
	حضرت سید علی ہمدانی سے		بنگال کے ناظم و دیوان کے
۳۰۵	مصاہرۃ تعلقات	۲۹۹	اختیارات کی
	حضرت مخدوم الملک بیاری		موردی نظامت
۳۰۶	آب گلہ میں		شجاع الدین
	قاضی سید احمد علی رح		سرفراز خان
۳۰۷	منشی سید ارشد علی	۳۰۰	علی وردی خاں
	قاضی سید اکرم امام		سراج الدولہ
۳۰۸	مرحوم		برطانوی اثر کی ترقی اور
	قاضی سید مظاہر امام		پائیداری
۳۰۹	علیہ الرحمہ		آب گلہ کا گورغریباں (۳۶-۳۴)
	روح مزار کا ایک	۳۰۴	آب گلہ
۳۱۰	کتبہ		

مقدمہ

— از —

جناب انریسل ڈاکٹر سید محمد صاحب ام لے، اپنی اپنی "فیہ ترقیات حکومت بہار"

مولانا سید ریاست علی ندوی داراللمصنفین اعظم گڑھ کے مشہور و ممتاز

رفقار میں تھے، ارباب علم ان سے اچھی طرح واقف ہیں، اور ابھی حال تک وہیں سے

البتہ تھے عہد اسلامی کا ہندوستان "ان کے مضامین کا مجموعہ ہے، جن میں سے

بیشتر حصہ وقتاً فوقتاً معارف میں شائع بھی ہو چکے ہیں اور اب ان کو تاریخی ترتیب

دے کر ہندوستان کے عہد متوسط کا آئینہ وار بنانے کی کوشش کی گئی ہے۔ ابتدا

میں تہذیبی طور پر ہندوستان کے عہد قدیم کا اجمالی ذکر بھی کیا گیا ہے۔

اس میں شک نہیں کہ ہندوستان کی تاریخ کا متوسط عہد جو افغان اور حمل حکمرانوں

کا زمانہ ہے، جس کو عام طور پر اسلامی عہد کہا جاتا ہے، اب تک صحیح ترجمانی کا محتاج ہے

انگریزوں کے عہد حکومت میں جو تاریخی اس دور کی مرتب کی گئیں، ان کی اصل غرض

وغایت مسلمان بادشاہوں کی سیاہ اور بھانک تصویریں دکھانا اور بادشاہی خصوصاً اور

عام مسلمانوں سے عموماً نفرت پھیلانا تھا، اگرچہ کچھ اہل علم حضرات نے تصویر کاروں سے رخ

بھی دکھلانا شروع کر دیا تھا، چنانچہ مولانا شبلی نعمانی علیہ الرحمۃ نے سب سے پہلے

بعض اہم تاریخی مغالطوں کو دور کرنے کی کوشش کی اور پھر علامہ سید سلیمان

صاحب نے اسی طرح مولانا سید ریاست علی ندوی نے بھی ایک سعادت مند

شاگرد کی حیثیت سے اسی ہیج سے ان مضامین میں "عہد اسلامی" کی صحیح ترجمانی کرنے

کی کوشش کی ہے۔

ہندوستان میں پہلے پہل جو پُر امن مسلم نوآبادیاں قائم ہوئیں ان کا ذکر اس

مجموعہ میں اگرچہ محل مختصر ہے۔ مگر وہ ہمارے لئے نہایت ہی سبق آموز ہے۔ عام طور پر اس عہد کی تاریخوں میں اس کا محل ذکر بھی نہیں ملتا ہے۔ مسلمانوں نے کس قدر رُپر من طریقوں پر اس ملک کے تمام ساحلی علاقوں پر اپنی نوابادیاں قائم کیں اور نہایت ہی انتخا و امن کے ساتھ اس ملک کے قدیم باشندوں میں صلہ کر اپنی لڑکی بیکسر کرنے لگے۔ اور اپنی تجارت کو فروغ دیتے رہے۔ اور مقامی حکمرانوں کو بھی اپنے برتر اخلاق کی وجہ سے اپنا گرویدہ بنائے رکھا ہے۔ یہ مباحث اس کتاب کے روشنی میں آتے ہیں میں نے اس کتاب کو اکثر مقامات سے پڑھا اور سرسری طور پر پوری کتاب پر نظر ڈالی، لائق موصوف کی محنت قابلِ تعریف ہے۔ لیکن کتاب کی ترتیب کسی قدر نظر ثانی کا محتاج تھی۔ مثلاً بعض تاریخی مباحث کو زیادہ طوالت دی گئی ہے، جیسے عالمگیر کا بزناؤ ہندوؤں کے ساتھ اور بہتواروں کے برتنے کی تفصیل، ان مضامین پر پہلے بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔ مولانا سید صاحب نے بھی ان کو آج سے اٹھارہ برس پہلے لکھا تھا۔ اس لئے اس وقت کے لحاظ سے موزوں تھے۔ تاہم اب ان مضامین کے مطالعہ سے یہ اندازہ ہو سکتا ہے کہ ان مضامین کے ذریعہ سے بہت سی غلط فہمیوں کے دورِ مہلے میں رننہ رفتہ کیسی مدد ملی ہے۔

در اصل ضرورت اس امر کی نظر آتی ہے کہ نفسیاتی طور پر تمام عہد افغان کی تاریخ کی تشبیح و ترجمانی کی جائے۔ ایک عہد دوسرے عہد سے تاریخی اور نفسیاتی تسلسل رکھتا ہے۔ اور عہد بہ عہد کے ذہنی رجحانات کو نمایاں طور پر دکھانا اور حاکم و محکوم کی مزاحمی کیفیتوں اور ملکی واقعات کو سامنے رکھ کر احکام کی توجیہ کو سامنے لانا، دور حاضر کے مورخ کے اہم ذرائع بن سچھا جاسکتا ہے۔ افسوس کہ اب تک ذاتی، عالمگیر سے ایٹم انڈیا کمپنی کی حکومت کی استدانتاً اسکے عہد کی تاریخ پر مفصل فلسفیانہ نگاہ نہیں ڈالی گئی جس سے یہ نفسیاتی کلیہ قرار پاتا ہے کہ اپنا کس وطن اور سرداران ملک ہند، مرہٹہ، سکھ، اور راجپوت عناصر نے ملک کے مرکزی سیاسی اقتدار زخمی شدہ شاہ پرتیو وغیرہ نہ خدایت سے ضرب لگانا شروع کر دیا تھا۔ اس نتیجہ کا کہ یہ آزاد اور دولت مند آیا۔ تقریباً۔۔۔

حقیقۂ معنور میں ایک غیر ملک اور غیر قوم (انگریز) کی ندامت میں چکر بند ہو گیا۔ یہاں سے

بظاہر ہم بھی ابھی کچھ قریبیاں نکل کر آزاد ہو سکے ہیں۔ خدا اس آزادی کو برقرار رکھنے کی توفیق دے۔
یہ مختصر اشارات محض اس لئے کئے گئے ہیں تاکہ نوجوان و صلہ مند، صاحب نظر و یقین قلم
نمائیں اور اس کمی کو پورا کریں۔

مجھے امید ہے کہ مولانا ریاست علی صاحب کی تالیف ان کو اس قسم کے مطالعہ کی طرف
اور بھی زیادہ متوجہ ہونے کا موقع دیگی۔ موجودہ افکار و بات کے پیش نظر ضرورت ہے کہ تاریخ ہند کے
اس باب کو مستقل طور پر ایک تالیف میں جمع کیا جائے تاکہ ہماری موجودہ اور آئندہ نسلیں
اس نقش قدم پر چلنا سیکھیں۔ ”ہندوستان میں مسلمانوں کی حکومت کی حیثیت“ کیا
تھی؟ اس کی صحیح ترجمانی کتاب کے صفحات ۱۶۹-۱۷۱ میں آپ پائیں گے۔ یہ نہایت صحیح ہے
کہ دراصل یہاں مسلمانوں نے جس سلطنت کی داغ بیل ڈالی تھی وہ مذہبی حکومت کے
بجائے غیر مذہبی اور غیر جانبدار (سکولر سٹیٹ) تھی۔ پروفیسر حبیب اللہ کی کتاب کا جو
اقتباس صفحہ ۱۷۱ میں درج کیا گیا ہے اس کو ہمیں غور سے پڑھنا چاہیے

”اسلامی حکومت“ کے غلط اطلاق نے، اس ملک میں مسلمانوں کے خلاف منافرت و
انتقام کے نہایت غلط جذبات پیدا کر دیئے ہیں جن کو مٹانا ہمارا فرض عین ہے۔ اور ضرورت
ہے کہ ایسے مضامین ملک کی اور زبانوں میں بہ کثرت شائع کئے جائیں۔ مسلمانوں کے تعلیم یافتہ
طبقہ کو بھی اس دور کی تاریخ کو صحیح طور پر سمجھنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

اب ضرورت ہے کہ ایسی تالیفیں خاص طور پر ہندی رسم الخط میں بھی شائع کر لائی جائیں
تاکہ ان کے مطالعہ سے اکثریت کے طبقات بھی متاثر ہو سکیں۔ مجھے امید ہے کہ مولانا ریاست علی
ہندی کی یہ تالیف شوق سے پڑھی جائے گی۔ اور حضرات ذوق اس کے مواد کو اپنے
تاریخی مضامین اور کتابوں کے لئے استعمال کریں گے۔ یہ ہر طرح پر ایک مفید اور کارآمد
تاریخی تالیف ہے۔ اور اس کو ہماری تاریخ اور ادب کی معیاری کتابوں کے سرمایہ
میں ایک بہتر اضافہ کہا جاسکتا ہے۔

خاکسار

سید محمود ۱۷ مئی ۱۹۵۵ء



ہندوستان کے عہدِ قدیم کا اجمالی نظارہ

”عہدِ اسلامی کا ہندوستان“ اسی وقت درخشاں نظر آئے گا، جب قدیم ہند کا بھی ایک مربع ہماری نگاہوں کے سامنے آجائے۔

ہندوستان عہدِ قدیم سے تہذیب و تمدن کا مرکز رہا ہو، دریائے سندھ کی وادی اور جنوب پنجاب میں ۱۹۲۷ء میں جو آثارِ قدیمہ زمین کی تہ سے برآمد کئے گئے ہیں۔ ان سے ہندوستان کی قدیم تہذیب کا نشان بہت اونچا ہو گیا ہو۔

ہند کے اصل باشندے | ہند کے اصلی باشندے یہاں آریوں بلکہ ڈراوڑیوں کی آمد سے پہلے شمال و جنوب ہند کے ایک بڑے حصہ میں پھیلے ہوئے تھے وہ سیلون، سوماترا، اور اسٹریلیا کے اصل باشندوں کے ہم نسل تھے۔ اور ”دیلیور“ انڈینوز کے نام سے یاد کئے گئے ہیں، ہندوستان کے ایک مورخ کا خیال ہے کہ شاید دیلیور وہی ہے۔ جو اب بھیل کہہ جاتے ہیں، اور ”مینور“ ”مینا“ کہلائے، تیسرا قبیلہ ناگ تھا، یہ پہاڑی باشندے آج بھی اسی نام سے آسام کی پہاڑیوں میں آباد ہیں، ان وحشی قبیلوں کی آبادی ڈھائی کروڑ کے قریب ہے۔ اور ان میں کا بڑا قبیلہ تھوٹا ناگ پور اور اڑیسہ میں ”سنتال“ کہا جاتا ہے اور ان ہی لوگوں نے اب اپنا نام ”آدی باسی“ یعنی قدیم باشندے رکھ لیا ہے۔

ہندوستان میں آباد ہونے والی قومیں

ڈراوڑی | باہر سے آنے والی قوموں میں پہلا نام ”ڈراوڑیوں“ کا ہے،

یہ آریوں کے یہاں آنے سے چار ہزار برس پہلے تمام ہندوستان میں چھائے ہوئے تھے، آریوں کے بعد یہ شمالی ہند سے ہٹ گئے اور جنوب ہند میں پناہ لی، مہنجودارو اور ہڑپا کے شاندار تمدن کے مالک، یہی ڈراوردی تھے، جس میں پانچ پانچ منزل کے عالی شان محل ہر اکہ جوئے ہیں، مبصرین نے ان کے زمانے کی تعیین ۳۲۵۰ سے ۲۸۰۰ ق م تک کی ہے، اس سے یہ سمجھا جاسکتا ہے، ڈراوردی قوم اس تمدن کے پیدا ہونے سے کئی ہزار برس پہلے ہندوستان میں آچکی تھی اور کم سے کم ایک ہزار برس میں تمدن کے یہ اعلیٰ مدارج اپنے عروج پر پہنچے ہوں گے جس میں ان کی دفن قطع، لباس زیور، بودوباش سب ہی میں تمدن کی لطیف نزاکتیں موجود ہیں

- آریا ہندوستان کی سرزمین پر آکر آباد ہونے والی دوسری قوم آریا کی جاتی ہے، انھوں نے ڈراوردیوں کو ہٹا کر اپنے قدم جمائے، ان کا قدیم تعلق "انڈو جرمن" نسل سے ہے، وسط ایشیا سے اس نسل کے مختلف قافلے مشرق و مغرب میں چلے، ہندستان میں ان کے آنے کا صحیح زمانہ سنہ ۲۵۰۰ ق م سمجھا جاتا ہے اور ان کا آخری قافلہ ہندوستان میں تقریباً سنہ ۱۵۰۰ ق م میں آیا تھا۔

آریوں کا ابتدائی تمدن سادہ تھا، ان میں تمدن کی تکمیل جو کچھ ہوئی وہ ہندستان ہی میں ہوئی، وہ ہندوستان میں مستقل تمدن کے بانی بنے، یہیں ان کی سیاسی تنظیم ہوئی وہ دوسری قوموں کو ہٹا کر یہاں آباد ہوئے، اس لیے ان کے رزمیہ کارنامے بہت روشن ہیں، پھر ان میں قبائلی تقسیم پیدا ہوئی، اور ذات پات کی تفریق قائم ہوئی۔ اور اس سے بہت سے مسائل پیدا ہوئے، ویدان کا مقدس صحیفہ ذرا وہ تاریخی عکاس زمین، آسمان، سورج، بجلی، آگ، پانی کے پرستار تھے، مہابھارت اور رامائن ان کی قابل قدر رزمیہ داستانیں ہیں، پھر رگ وید پر قبیلہ بھارت میں انپند لکھی گئیں۔

آریوں کی قدیم اصطلاح، (گنہ ہارتو جی) کا پانچویں جزو، اسلا تھا، سلطنت کو روکنا کا پانچ تخت اندر پرست (نزد دہائی) تھا، پنجابی کی نگاہ سے اودھ، اسی طرح مگد

یامت سیس، سورین (پایہ تخت لاہور یعنی متھرا) ادتی (اوچین، جین (دسیائی)،
 نزد مظفر پور و متھلا، کوسل کی سلطنت بساوتی (نزد گورکھپور) یہاں کی قدیم ترین
 حکومتیں تھیں، پھر مگدھ (بہار) کی سلطنت کا دور آیا، سیس ناگ اور سندھ خاندانوں
 کی حکومتیں قائم ہوئیں۔ راجہ ہم بسا ناگ سیس کی پانچویں پشت میں تھا، دردھو مان
 ہما بیر خنتری پتر اسی راجہ کے ہم عصر تھے۔ یہ چھتری (سیرزادے) جین مت کے بانی
 تھے۔ مگدھ ہی میں انھوں نے وفات پائی، ان کی سادھو راج گیر کے قریب مرتع خلایق
 ہی، پھر اسی زمانہ میں ساکی مئی گوتم بودھ کپل دست (ضلع بستی یوپی) میں پیدا ہوئے
 اور مگدھ کی تیرتھ گاہ گیا جی میں پیل کے درخت کے نیچے گیان حاصل کیا، اور جیسا کہ مناتھ
 دت نے دلائل سے دکھایا ہے، وہ کرشن جی کی طرح پختہ موجد تھے۔

اس کے بعد موریا خاندان کے عروج کا دور آیا اور مگدھ کی سطوت و سلطنت
 کا سایہ پورے ہندوستان پر چھا گیا، ان ہی کے زمانہ میں یورپ کی نئی قوم سکندر اعظم
 کے زیر علم ہندوستان میں آئی اور واپس چلی گئی، پھر ایرانیوں نے بھی یہاں کچھ فتوحات
 حاصل کیں۔ مگر وہ بھی قدیم زمانہ کے۔ مگدھ کی سلطنت (پایہ تخت راج گیر نزد بہار منہ)
 اور موریا خاندان کے عروج کا دور آریائی تمدن کے شباب کا زمانہ تھا، جین اور بدھ مت
 کو اس دور میں بڑی ترقی ہوئی، چندر گپت اور اشوک جیسے جلیل القدر فرماں رواؤں
 کے نام کے سامنے، عقیدت سے نگاہ جھکتی ہے۔

چندر گپت ہی ہی ہس نے یونانی سلوکس کی ہٹا کر افغانستان تک قبضہ جمایا، چندر گپت
 کے برہمن وزیر چانک سے اصول حکمرانی پر "ارتھ شاستر" لکھی، جس کا نسخہ میور کے کتب خانہ
 سے برآمد ہوا، یونانی سفیر نکاس تھینز کا بیان ہے کہ چندر گپت کے شاہی محل آئرش وزیر کاش
 اور شان و شوکت میں سو س دھند ان کے شاہی محلات سے بڑھے ہوئے تھے، ستون و رواق
 پر سونے کا پانی چڑھ کر ان پر سونے چاندی کی بلیں چڑھائی گئی تھیں۔ اور ان کی سٹائوں پر
 زمرہ سر اٹھو رکھائے گئے تھے۔ پایہ تخت پانلی پتر کی شہر پناہ میں ۶۳ دروازے

اور ۵ برج تھے تفصیل کی خندق کے لیے سون کا پانی لایا گیا تھا۔
 اشوک کے دور میں جتنی بڑی سلطنت ہوئی ہندوستان کے پورے زمانہ تاریخ میں
 اس سے بڑی سلطنت نہیں ہوئی تھی اس کی فتح کی یادگاروں کے کتبات دستیاب
 ہو چکے ہیں، وہ آخر میں بودھ مت کا پیرو ہو گیا۔ اور اس مشن کی تبلیغ کے لیے تبت
 فارس، چین، مصر، یونان میں مبلغ بھیجے، اشوک کے لاٹ شہرت رکھتے ہیں، اس
 کے کتبات چٹانوں پر اور غاروں میں جو ضلع گیا میں اسٹیشن سیلا کے قریب واقع ہیں، اسی
 طرح مختلف میناروں پر ہیں، اب تک ۳۴ کی تعداد میں برآمد ہو چکے ہیں۔ یہ کتبے جس
 علاقہ میں ہیں، وہ دہلی کی بولی اور پراکرت میں ہیں جو اس وقت ملک میں رائج تھی
 ہندوین یونین نے اشوکا ہی کے چٹو کے سایہ میں اپنا قومی نشان پایا
 موریا خاندان کے خاتمہ کے بعد ملک میں طوائف الملوکی پھیلی، مختلف نسل کے،
 مختلف خاندان، ملک کے مختلف حصوں میں، مختلف ناموں سے برسرِ اقتدار آئے
 اور ان میں خانہ جنگیاں بھی ہوئیں۔ برہمنوں کو دوبارہ فروغ ہوا، سنگ کا نوا آہیر
 ممتاز حکمران خاندان تھے، پھر اسی دور میں ہندوستان کی مغربی سرحد پر یونانی نسل
 کے شاہان باختر دکھڑیا، اور بارہتھہ کے عروج حاصل ہوا، پھر سستھی اور یوچی اور
 کشان ترکمانی قبیلے آگے بڑھے، گندھارہ، کدسیس، اراجن، بھو مکا اور راجہ
 کشاک نامی حکمران اور صوبہ دار گذرے ہیں۔ انھوں نے صدیوں تک حکمرانی کی، یہاں
 تک کہ پٹلی پتر (پٹنہ) کے راجہ سمندر گپت نے ان کا خاتمہ کیا۔ اور گڑھ کی سلطنت
 نے اس نئے دور میں پورے ملک ہندوستان کی سیاست میں ایک اثر انداز حیثیت
 اختیار کر لی۔

۱۔ آکسفورڈ ہسٹری آف انڈیا میں ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱

مگدھ سلطنت کو دوسرے دور میں گپت خاندان کے ہاتھوں فروغ حاصل ہوا، سندھ گپت، چندرگپت ثانی یا راجہ بکرماجیت نے اس سلطنت کو ہندوستان کی عظیم الشان سلطنت بنا دیا، اس دور میں ہندوستان میں پودھ مت کو زوال اور برہمنی مت کو نیا عروج حاصل ہوا۔ قدیم زبان سنسکرت کے احیاء کی خدمت انجام پائی، تمدن میں نوک و پلک نکلے، سنگ تراشی و نقاشی میں کمال پیدا ہوا، اجتنا کی نقاشی اسی دور کا نمونہ ہے، کہا جاتا ہے کہ شہرہ شاعر کالی داس اسی بکرماجیت کے نورتن میں شامل تھا، چینی سیاح فاہیہاں اسی کے زمانہ میں آیا تھا، جس کا سفر نامہ اس عہد کی قابل قدر تاریخ ہے۔

سکندر گپت اسی خاندان کا آخری تاجدار ہے، جو وسط ایشیائے آئے و اسلے ایک نئی قوم "ہوں" کے سیلاب کا مقابلہ نہ کر سکا، اس کی سلطنت مگدھ میں محدود ہو کر رہ گئی اور پوری سلطنت پر ہونوں کا تسلط قائم ہو گیا، ۳۵۰ء میں مگدھ کی گدی پر پور گپت کا بیٹا نرسم گپت بالادیت بیٹھا، اس نے گپت خاندان کا نام نئے سلسلے سے اونچا کیا اس نے ہونوں کو مالوہ کے راجہ جس دھرم کی مدد سے مالوہ میں شکست دیا، ۱۵۰ء میں ترکوں نے خرید مدد دی کہ ہونوں کے صدر مقام پر ان کا تختہ الٹ دیا جس کے اثر سے ان کے ہندی مقبوضات بھی ان کے ہاتھ سے نکل گئے، اس قوم کے جو لوگ ہندوستان میں بچ رہے، وہ یہاں کی نسل اور آبادی میں گھل مل گئے۔ اسی لیے آریوں کو اکال الامم (قوموں کو کھانے والی قوم) کے خطاب سے یاد کیا جاتا ہے، نرسم گپت کے دور کے علمی مرکز نالندہ نے شہرت دوم حاصل کی، یہ علمی ادارہ اسی کے ہاتھوں تعمیر پایا تھا جس کے آثار آج عقیدت کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔

آگے چل کر ساتویں صدی کے آغاز میں قنایس کے حکمران خاندان کو عروج حاصل ہوا، راجہ ہرش دروہن ۶۰۰ء میں تخت نشین ہوا، اور اس نے پورے ہندوستان کو ایک چھتر کے نیچے لانے کی آرزو کی، ہرش کو اپنے مقصد میں کامیابی حاصل ہوئی، شمالی ہند میں مشرقی بنگال کے علاوہ وسیع علاقہ میں اس کا علم ہونے لگا، پھر ساٹھ ہزار

جنگی اہل تھی اور ایک لاکھ شہسواروں سے اس نے دکن کی چاکلیہ سلطنت کو زیرِ یوزیر کر ڈالنا چاہا۔ مگر چاکلیہ خاندان کے حکمران پلکسین نے اپنے نواب احمد کے کنارے اس سیلاب کو روک دیا، لیکن انجرات اور مغربی مالوہ نے اس کے قدم چومے اور ۱۶۲۷ء میں گنجام (شمالی کلنگ) کو اس نے زیرِ یوزیر کیا، وہ جو دھرت کی طرف اٹل تھا گوشت خوری اور جانور کشی کی سختی سے ممانعت تھی اور خلات درزی میں موت تک کی سزا دی جاتی تھی، اس کو زدم کے ساتھ زہم میں بھی تیار حاصل تھا، وہ صرف، خود ادنیٰ نظموں کا مصنف تھا، ”ناگنا نند“ ڈراما اسی کا لکھا ہوا ہے، جو ہند کے قدیم ناٹکوں میں بہترین سمجھا جاتا ہے۔ چینی سیاح نے اس کی مدح سراہی کی ہے، اس عہد کی تصنیفات کو سنسکرت زبان میں تیار حاصل ہے، مشہور چینی سیاح ہوین چنگ سی کے دور میں ہندوستان آیا تھا۔ اور اس دور کے قابلِ قدر تاریخی حالات اس کے سفر نامہ میں محفوظ ہیں۔

اسی دور میں ہندوؤں کی آخری مذہبی کتابیں مہا پران (۵ اعداد) آپ پران (۸ اعداد) تصنیف ہوئیں، مہا پرانوں میں ۴ لاکھ اشعار ہیں، پران دراصل کائنات کی فلسفیانہ مگر افسانہ آمیز تاریخیں ہیں، یہ حقیقت میں قدیم تصنیفات و روایات کے مجموعے ہیں لیکن ان کی حیثیت مہا بھارت وغیرہ زرمیہ نظموں سے فردوس ہے۔

یہ عجیب اتفاق ہے کہ راجہ ہرش کے حکومت سے، موجودہ زمانہ کی طرح مشرق میں مشرقی بنگال اور مغرب میں پنجاب سندھ اور بلوچستان خارج تھے یہ علاقے ہند کی سرحد سے علیحدہ ہو چکے تھے۔

سندھ میں ایک مضبوط خود مختار سلطنت قائم تھی، بلوچستان بھی اس کے مقبوضات میں داخل تھا۔ سندھ کا یہ حکمران خاندان شودر ذات کا اور بودھ مت کا پیرو تھا۔ اس خاندان کا مہاراس رائے وہ پہلا حکمران تھا جس کے زمانہ میں شتر سواروں کا ایک نیا قافلہ ہندوستان میں رہ جانے کے لیے مغرب سے آیا۔ اور اپنی زندگی عمل اور عقیدے کے اقدار سے اپنے ساتھ لایا۔

عرب اور اردو دیوں اور آریوں کے بعد عربوں کا یہ اتنا فائدہ تھا، جو نہایت
 کی سرزمین میں آیا، اور اپنی زندگی کے ناقابل فراغت نقوش یہاں کے چپے چپے پر قائم کئے
 یہ سامی نسل کے تھے، باہر سے آنے میں سامی دایرین دونوں نسلوں کا حال یکساں ہو
 آریوں کا آخری فائدہ ہندوستان میں تقریباً سنہ ۱۰۰۰ ق م میں آیا، اور عربوں کے
 یہاں آنے میں اس زمانہ کو علمی یہ کر دیا جائے۔ جب وہ اسلام کے ظہور سے پہلے یہاں آئے
 تھے جس کا سلسلہ سنہ ۶۰۰ ق م تک پہنچتا ہو، تو بھی مسلمان عربوں کا پہلا فائدہ سنہ ۶۱۰
 میں یہاں آگیا تھا۔ اس طرح آریوں کے آخری اور مسلمانوں کے پہلے فائدہ کی آمد کے زمانہ میں
 صرف ایک ہزار برس سے کچھ اور کچھ فرق رہتا ہو، جو قوموں کی تاریخ کے لیے کوئی بڑی بات
 نہیں، یہ بھی اشارہ کر دینا مناسب ہو کہ یہ فرق اس سے بھی کم ہو۔ جو ڈراور دیوں اور
 آریوں کے ہندوستان سے وابستہ ہونے کے درمیان میں پڑتا ہو۔

ہندوستان میں مسلمان دورا ہوں سے آئے۔ ایک سندھ کی راہ سے، دوسرے
 سرحد کے مغربی دروں کو پار کر کے پھر سندھ سے بری و بحری دونوں سمتوں سے ان کی
 آمد و رفت کا سلسلہ قدیم سے قائم تھا، جب مسلمانوں نے پہلی مرتبہ اس ملک پر حملہ کیا تو حبشیا
 کہ گذر اسندھ میں شور و رخا ندان کا تاجدار سہر اس رائے جو راجہ ہرش کا ہم عصر تھا۔ ان
 عربوں کی لڑائی میں مارا گیا۔ اس کے بیٹے ساہی نے عربوں کے مقابلہ کی تیاری کی اور وہ بھی جنگ میں
 کام آیا۔ اس کے بعد برہمنوں کا ایک خاندان برسر حکومت آگیا، اس کا مؤبدش پچ راجہ ساہی
 کا وزیر تھا اور گدی کو خالی پا کر اس پر براجمان ہو گیا تھا، راجہ واپس آ کر کا بیٹا تھا، جس کے
 زمانہ میں عربوں نے سندھ کی فتح کی تکمیل کی اور سنہ ۱۱۹۱ء میں محمود غزنوی کے ہاتھوں میں جا
 سے پہلے تک یہاں عربوں کی منظم حکومت قائم رہی، سندھ کی اس عربی سلطنت نے اسلام کو
 ہندوستان میں سیاسی طاقت سے آہستہ کرنے کا تصور اپنے سامنے نہیں رکھا، لیکن
 ان کے دور کے تمدنی آثار و نشانات کی ناقابل محو یادگاریں قائم ہوئیں، سندھ کے ان
 اسلامی حلیوں اور سندھ کی اسلامی سلطنت کا اجمالی خاکہ زیر نظر مجموعہ کے ایک مقالہ میں
 آج بھی جس سے ہندوستان میں مسلمانوں کی سلطنت کی داغ بیل چھپنے کا حال آشکارا ہوگا

ہندوستان کے مغربی دریں سے آنے والی مسلم قوموں میں ترک قبائل ہی ترکوں کی ہندوستان سے بلا ارادہ دوستی کا ایک مظاہرہ اس وقت ہو چکا تھا، جب ۱۵۵۷ء میں انھوں نے ہونوں کے پائینخت کو لے کر ہندوستان کے راجاؤں کی مدد کی تھی اور ہندوستانی مقبوضات پر ہندوستانی راجاؤں کاٹے سرے سے قبضہ ہوا تھا، اس وقت تک اسلام کا نظریہ نہیں ہوا تھا اسلام کے ظہور کے بعد ترکوں میں بھی اس کی اشاعت ہوئی۔

ترک آٹھویں صدی عیسوی میں وسط ایشیا میں ترکوں کے چند جاں باز قبائل اسلامی سطوت کا علم بلند کرنے کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے اور جلد ہی وہ ایران، عراق اور افغانستان پر چھا گئے۔ پھر ان کے اقبال کا ستارہ بڑھتا ہوا ہندوستان کے افق تک پہنچا اور اس ملک کے مغربی حصہ کو دریائے رادی تک یہاں سے علحدہ کر کے غزنی کی مضبوط مرکز کا حکومت سے اس کا رشتہ جوڑ لیا۔

غزنیوں نے تقریباً دو سو برس تک پنجاب کو ہندوستان سے علحدہ کر لیا تھا۔ وہ کابل کی ہندو حکومت کا پہلے خاتمہ کر چکے تھے اور دودھ پیر کے لیے پنجاب کو اس طرح یہاں سے علحدہ کیا کہ گویا اس کا نام ہندوستان کے نقشہ سے نکل گیا۔

سندھ کے عربوں کو شودروں اور برہمنوں کی حکومتوں سے سابقہ پڑا تھا۔ لیکن شمالی ہند کے فاتح ترکوں کو راجپوت حکومت سے واسطہ پڑا۔ جن کی محکم حکومت کی سطوت شمالی ہند پر چھائی ہوئی تھی، اور ان کا ہمدردی کے کارناموں سے ہندوستان کی نصیب گوئی رہی تھی۔ اس لیے ترکوں اور راجپوتوں دونوں کو اپنی تلواروں بھروسہ تھا اور اسی کے سہارے وہ ایک دوسرے سے میدان کو صاف کرنے کا تہیہ کر کے لڑنے کے لیے جنگ میں اترے تھے۔ تلوار دونوں کو پیاری تھی اور دونوں اس پر اعتماد کرتے تھے، دونوں کے اپنی اپنی جگہ کھیلے کارنامے تھے اور دونوں اسی کے بل بوتے پر آخری فیصلہ کرنا جانتے تھے اور ان ہی دونوں ہمدردیوں کے کارناموں سے ہندوستان کے عہدِ اسلامی کا ابتدائی دور معمور ہو

مناجیک | غوری خاندان جس نے ہندوستان میں آگے چل کر اپنی حکومت قائم کی

”تاجیک“ عرب و ایران کی مخلوط نسل سے تھے، یہ تاریخ میں اپنے آبائی انتساب سے اُلیٰ شنب بھی کہے جاتے ہیں، یہ قبیلہ خراسان سے اٹھا۔ اور گرد و نواح پر پھیل گیا ہندوستان سے اس کا تعلق اس وقت پیدا ہوا، جب یہ اسلام قبول کر چکا تھا، اور عرب عام میں غوری کہا جاتا ہے۔

پٹھان | ان کے بعد لودھیوں پٹھانوں کی آمد ہوئی یہ بھی اسلام لانے کے بعد ہی ہندوستان میں وارد ہوئے ان کی نسل و اصلیت پر اس مجموعہ میں متقل ایک تحریر موجود ہے۔ اس لیے یہاں ان کے دہرانے کی ضرورت نہیں۔

تیموری مغل | پھر ہندوستان سے تیموریوں کا تعلق پیدا ہوا، ان کی اصل کے متعلق بھی ایک تحریر اس مجموعہ میں موجود ہے۔ مغلوں کا ہندوستان سے گہرا تعلق قائم رہا اور ہندوستانی کلچر کی تخلیق میں ان کا اہم حصہ رہا، اور اس دور میں ہندوستان نے ایک شاندار علمی و تمدنی منزل طے کی اور ہندوستانی زندگی کے مختلف شعبے ترقی کر کے نئے رنگ و روپ میں نکھر آئے۔

یورپین | اس کے بعد ہندوستان میں یورپین کے قدم پہنچے ان میں سے انگریزوں نے ان کی سلطنت کے چراغ کو گل کر کے انہی غیر ملکی سلطنت کا مینا رہندوستان میں اونچا کیا اور ہندوستان دو سو سال میں یورپ کے نئے تہذیب و تمدن سے آشنا ہوا۔ انگریزوں نے ہندوستان سے کبھی اپنا وطنی تعلق قائم نہیں کیا۔ اس غیر ملکی سلطنت کا خاتمہ ہاتا گاندھی کی اہنسا اور ستیہ گرہ کی تحریک کی رہنمائی میں اُلیٰ انڈیا نیشنل کانگریس کے مضبوط ہاتھوں سے ہوا اور انڈین یونین کی کاشٹھی ٹیوٹ اسمبلی نے ہندوستان کے لیے آزاد سیکولر جمہوری اسٹیٹ پر مشتمل آئین مرتب کر دیا ہے اس طرح ہندوستان پہلی مرتبہ جمہوری نظام حکومت سے روشناس ہوا

ایک نکتہ | ہمیں ہندوستان میں مسلمانوں کی تاریخ کے پڑھنے میں ایک نکتہ بھی فراموش نہ کرنا چاہیے، ترک، تاجیک، پٹھان، اور مثل اسلام قبول کرنے کے بعد جلد ہی ہندوستان میں آئے، اسلام کی تعلیمات کے اثرات تعلیم و محبت سے ایک قوم

دوسری قوم میں منتقل ہوتے ہیں، اس وقت تک ان قوموں کے دورِ دشت کی عادتیں پوری طرح بدلی نہ تھیں کہ اسلام کا پرچم ان کے ہاتھوں میں آگیا اور جو کچھ ان کے ہاتھوں سے انجام پایا، خواہ اسلام کے مزاج، منشاء اور احکام کے مطابق رہا ہو یا نہ رہا ہو۔ ہندوستان میں وہ اسلام کے دہن سے دہستہ سمجھا گیا، اور اسی آئینہ کو دیکھ کر اسلام کو سمجھنے کی کوشش کی گئی حالانکہ یہ کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتا۔

پارسی ۱۰ دیں صدی عیسوی میں زردشتی مذہب کے ماننے والے عرب حملہ آوروں کے غلبہ کے بعد خراسان سے جلا وطن ہو کر ۳۵۰ء میں احاطہ ممبئی کے ضلع تھانہ کے مقام سبجان میں آئے اور آج تک پارسی کے نام سے موجود اور یہاں کے باشندے ہیں۔



قدیم ہند کے پچھلے عہد کی آزاد حکومتیں

ہندوستان کے اسلامی عہد کو روشناس کرنے سے پہلے مناسب ہو کہ قدیم ہند کے پچھلے عہد کی ان آزاد حکومتوں پر ایک اجمالی نظر ڈال لی جائے، جو راجہ ہرش کی متحدہ حکومت کے دور میں، اس کے حدود حکومت سے باہر قائم تھیں، یا اس کی حکومت کے خاتمہ کے بعد لامرکزیت یا طوائف الملوکی کے طور پر ملک کے مختلف حصوں اور گوشوں میں قائم ہو گئی تھیں کہ ہندوستان کی اسلامی حکومتوں نے ان ہی علحدہ علحدہ خود مختار حکومتوں کو ختم کر کے ان کے عظمت کھنڈروں پر اپنی سطوت کا پرچم نصب کیا اس زمانے میں ہندوستان کے یہ مختلف علاقے گویا اپنی اپنی جگہ ایک مستقل ملک تھے، جن کا تصور ہم اس زمانے میں مختلف صوبوں کی شکل میں کیا کرتے ہیں۔ ان میں سے ہر علاقہ میں الگ الگ حکومتیں قائم تھیں اور ان کے حدود مختلف حکومتوں کی طاقت اور کمزوری کے اثر سے گھٹتے بڑھتے رہتے ہیں اور کبھی برسرِ عروج شاہی خاندان کئی کئی علاقوں کو زیرِ نگین کر کے اپنے حدود حکومت میں ملا لیتے تھے، مناسب ہو کہ ان سلطنتوں کا جائزہ علاقہ داری لیا جائے۔ ان میں سے سادھ کی آخری قدیم سلطنت کا تذکرہ تو ادھر گزر چکا اس کے دہرانے کی ضرورت نہیں اس کے علاوہ حسب ذیل مختلف علاقے کشمیر، قنوج، بندیل کھنڈ، بہار، دہلی، اڑیسہ، مشرقی بنگال، آسام، پنجاب، دہلی، ساہیوال، جمیر، گجرات اور مالوہ گویا شمالی ہند میں سلطنت کے اہم مرکز تھے اسی طرح دکن کے مختلف علاقوں میں مختلف برسرِ حکومت خاندان چالکیہ کی مختلف شاخیں، واپلی، شہر پور، کلینی، پھر خاندان پھول اور خاندان یادو گذرے ہیں، اسی طرح جنوبی ہند میں سرزمین تاملکم کئی سلطنتوں پانڈیا، چول اور جمیر کا گوارہ رہی، نیز کئی جنوبی ہند میں خاندان پلو کو بھی عروج حاصل ہوا۔

ذیل میں مذکورہ صدر علاقوں اور خاندانوں کی سلطنتوں کا ایک سرسری جائزہ

لے لیا ہو :-
حکومت کشمیر | راجہ ہرش کے زمانہ میں سندھ کے علاوہ پنجاب اور کشمیر میں
 بھی آزاد و خود مختار حکومتیں قائم تھیں۔ کشمیر کی سلطنت کے حدود میں کابل و گندہارا
 و تہدہا، یعنی شمال مغربی پنجاب کا پہاڑی علاقہ بھی داخل تھا۔ راجہ ہرش کا ہم عصر
 راجہ درجھ دروہن یہاں کا حکمران تھا، اسی خاندان کا حکمران اللادت تھا جس نے سنہ ۱۰۰۰ء
 قریب قنوج کے راجہ کو شکست دی، اس کے عہد کی یادگار مارا تاندر (یعنی سوہج مندر)
 - اسلام آباد سے ۳۰ میل کے فاصلہ پر آج بھی موجود ہے۔ اور فن تعمیر کی امتیازی خصوصیت
 رکھتا ہے، اسی خاندان کے راجہ سنگ رام ۱۱۳۰ء - ۱۱۷۰ء کے زمانہ میں سلطان
 محمود غزنوی نے کشمیر پر حملہ کیا اور اس کو شکست دی، مگر اس سلطنت کی خود مختاری بڑھار
 رہی، یہاں تک کہ ۱۱۹۰ء میں ایک مقامی مسلمان خاندان نے اس ملک پر قبضہ
 کر لیا، سلطان زین العابدین وغیرہ اسی خاندان میں گزرے ہیں بالآخر ۱۵۰۰ء
 میں اکبر نے اس کو مرکزی حکومت سے وابستہ کر لیا۔

سلطنت پنجاب | دسویں صدی میں یہاں ایک عظیم الشان سلطنت قائم تھی جس کے حدود حکومت میں دریائے سندھ کی وادی کا بالائی حصہ اور سندھ کے شمال میں پنجاب کا بڑا علاقہ جو مغرب کی طرف کوہستان تک اور مشرق کی طرف دریائے بکر اتک پھیلا ہوا تھا، شامل تھا، راجہ بے پال یہاں کا حکمران تھا، غزنی کے امیر بگتگین سے اسی کی دیر پیش ہوئی، پھر سلطان محمود نے اس کو شکست دی، جس سے غزنی کے جوش میں آکر اس نے خودکشی کر لی، اس کا جانشین اس کا بیٹا اندر پال ہوا بھٹنا، اجواب ریاست پٹیالہ میں ہو اس کا پایہ تخت تھا، غزنویوں نے اس سلطنت کا خاتمہ کیا،

دہلی، سانجھ، جمہور کی حکومتیں | شہر دہلی کی بناس ۱۹۳۰ء میں مہاجرات
کے فہر اندر پرست وکے قریب ڈالی گئی تھی، اس حکومت کا خاتمہ تنویر خاندان کے
راج پوتوں نے کیا تھا، جن میں راجہ اننگ پال نے دلی کو برٹش تسلط سے دی، دوسری

طرف چوہان نسل کے راجپوتوں کی حکمرانی راجپوتانہ کے علاقہ سانجھ میں تھی جس میں
اجمیر کا علاقہ بھی شامل تھا، بارہویں صدی میں اس خاندان کے راجہ ویسل دیو نے
تنوادرل کے ہاتھ سے دلی کو بھی فتح کر لیا، ویسل دیو کا بھتیجا یا نواسہ پرمتی یا پرتھوی راج
یا رائے پتھورا برسرِ اقتدار آیا، اس نے مہویا کے چندیل کے راجہ پرسالی کو شکست دی
اسی زمانہ میں غوریوں کے حملے شروع ہوئے اور اس نے مشترکہ ہندو انولج کے سپہ سالار
کی حیثیت اختیار کر لی، اس کی سلطنت کا خاتمہ شہاب الدین غوری کے ہاتھوں سے ہوا۔

سلطنت تنویر | تنویر قدیم ہند کی پرانی آبادی ہے، مہابھارت میں اس مقام
کا جہاں یہ آباد ہے۔ دو جگہ ذکر آیا ہے، بطلیمس کے جغرافیہ (تقسیم ۱۲) میں بھی
”گلگورا“ اور ”کنوزگا“ کے نام سے اس کا تذکرہ ملتا ہے، پھر کنیا کچ یا کان کچ کے
نام سے اس نے شہرت پائی، مورخین کے درمیان اس کی قدیمت کا احساس موجود تھا
پچ نامہ میں ہے،

”راے ہر چند گفست و جواب داد کہ این ولایت قریب یک ہزار و پینسٹ صد سال

است کہ در ضبط و تصرف ما است۔“

لیکن اس کی سیاسی نشوونما کا دور چھٹی صدی عیسوی سے شروع ہوا، یہاں تک کہ ہرش
کے زمانہ (۶۰۰ء) میں یہ شہر دار السلطنت بنایا گیا اور اس کی ترقی کی وجہ سے
اس علاقے کے دوسرے پر رونق شہر بے رونق اور گنہام ہو گئے، اور اسی زمانہ سے تنویر
کو مرکزی اہمیت حاصل ہوئی۔

عرب اور عام مورخین نے تنویر کی فتح کو پورے ہندوستان کی فتح سمجھا، ہرش
کے بعد اس کے وزیر ارچن نے حکومت ہاتھ میں لی، پھر راتہ جس درن کا دور آیا جس کے
زمانہ میں بھو بھوتی شاعر گزرا ہے، جس کے ”مہا بھر جت“ ”اتھرام جرت“ اور تالہ
مادھو“ مشہور ڈرامے ہیں۔ دوسرا خلوہر شاعر داک جی ہے جس نے اپنی رزمیہ مثنوی
”گودھ“ پر اکرت زبان میں لکھی۔ اور اس میں جس دھرم کے بنگالے کے فتوحات کو
بیان کیا ہے، اس کے بعد اس حکمران کے دو جانشین آٹھویں صدی تک گورے، مگر حکومت

کمزور ہو چکی تھی، کشمیر اور بنگال کے راجاؤں نے دبا دیا، پھر راجپوتانہ کے راجہ ناگ بھٹ نے اس پر ۱۶۷۸ء میں قبضہ کر لیا۔

ناگ بھٹ گوجرؤں کی قوم کا بادشاہ تھا، اس گروہ کا ایک قبیلہ ”پرہیار“ کہا جاتا تھا، جو راجپوتانہ کے وسطی علاقے میں قابض تھے، ناگ بھٹ قنوج کی فتح کے بعد راجپوتانہ کے ریگستان کو چھوڑ کر یہاں چلا آیا، اور سلطان محمود کے حملوں کے وقت اسی کی اولاد یہاں حکمران تھی، ناگ بھٹ کے بعد اس کا بیٹا رام دیو، پھر اس کا جانشین راجہ مہر بھوج (۱۶۸۳ء) گدی پر آیا۔ راجہ بھوج نے بڑا نام پیدا کیا، اور اپنی مملکت کو وسیع کیا، اس کی وفات کے بعد اس کا بیٹا مہندر پال تخت نشین ہوا، اس کو پراکرت بھاشا سے دلچسپی تھی، اس زبان کے مشہور دکنی شاعر راجہ سکھ کی شاگردی اختیار کی تھی، اس کے بعد مہندر کے لڑکے بھوج دوم پھر اس کا لڑکا مہی پال (۱۶۸۳ء - ۱۶۹۰ء) حکمران ہوا۔ مہی پال کے زمانہ میں قنوج کا شیرازہ بکھرنے لگا، ریشٹر کوٹ خاندان کے دکنی راجہ اندر (ثالث) نے اس کو شکست دی، بدیل کھنڈ کے چندیلوں نے بھی اپنے حملوں سے کمزور کر دیا۔ اس کے بعد دیو پال (۱۶۹۰ء - ۱۶۹۹ء) تخت نشین ہوا پھر دیو پال (۱۶۹۹ء - ۱۷۰۹ء) برسر حکومت آیا۔ اس کے بعد راجہ بیجے پال تخت نشین ہوا۔ اس کے باوجود راجہ بیجے پال غزنی کی سلطنت سے ۱۷۱۹ء میں نبرد آزمائی کے لیے بڑھا تو قنوج کا راجہ بیجے پال بھی اس کی فوج میں شریک تھا۔ پھر اسی کا بیٹا را کے بیجے پال یا راجا پال اس کا جانشین ہوا جس نے سلطان محمود کی اطاعت قبول کر لی تھی اور اسی جرم کی سزا میں مہاپوں کے ہاتھوں قتل کیا گیا تھا۔

قنوج میں گوجرؤں کے جانشین گڈوال یا گرداڑ ہوئے۔ راجہ چندر دیو (۱۷۰۹ء - ۱۷۱۹ء) میں یہاں کا حکمران تھا، آگے چل کر راجہ گوہند چندر (۱۷۱۹ء - ۱۷۲۹ء) نے بڑی ترقی کی، اسی کا پوتا بیجے پال یا جیا چندر تھا۔ جس کی پھوی راج سے دشمنی تھی اور دلی پر مسلمانوں کے قابض ہونے کے بعد اس نے اپنی سلطنت کو بچانے کی بڑی تیاریاں کیں لیکن جنداؤر ضلع ایہ ۳ کے میدان میں اس کی عظیم الشان فوج کو شہاب الدین کے ہاتھوں شکست ہوئی

شہاب الدین بنارس تک بڑھتا چلا گیا، راجہ خود مارا گیا، اور سلطنت قنوج مسلمانوں کے قبضہ میں آگئی، اس خاندان کے بہت سے راجپوت سردار یہاں سے نکل کر راجپوتانہ کے بیابان میں پناہ گزیں ہوئے، وہاں انھوں نے جو دھبہ کی سلطنت قائم کی، جو اب تک موجود ہے، مگر یہاں پہنچ کر ان کا اصلی نام بدل گیا، اور وہ ”راٹھور“ کہے جانے لگے اور اسی نام سے اب تک یاد کئے جاتے ہیں۔

سلطنت بندیل کھنڈ اجما اور نربداندی کے درمیان کا علاقہ بندیل کھنڈ کہا جاتا ہے، ہندوستان میں طوائف الملوک شروع ہونے کے بعد نویں صدی میں یہاں گوجریا پر بہار سرداروں کی حکومت قائم ہوئی، ان ہی میں کے ایک سردار نانک چند بندیل سے چھتر پور کے قریب ایک ریاست قائم کی، چندیل خاندان کی حکمرانی یہاں مستقل طور پر قائم ہوئی ۹۱۶ء میں انھوں نے قلعہ کاننجر پر قبضہ کیا، مہوبا، کھجوراہو، اور کاننجر میں ان کی بہترین یادگاریں ہیں۔ کھجوراہو کا مندر راجہ دھنک کا تعمیر کرایا ہوا تھا، جب پنجاب کے راجہ جے پال نے امیر سلبنگین کے سفیروں کو قید کیا، اور اس نے قنوج کشی کی، تو جو راجے، جے پال کی مدد کے لیے اپنی فوج لے کر گئے ان میں راجہ دھنک بھی تھا، اس کے بعد اس کے جانشین سلطان محمود کے خلاف صف آرا ہوئے، یہاں تک کہ مسلمانوں نے اس کے ایک ایک قلعہ پر قبضہ کیا اور اس ریاست کا خاتمہ ہو گیا۔

سلطنت بہار و بنگال ملک میں طوائف الملوک پھیلنے کے بعد آٹھویں صدی عیسوی میں مغربی بنگال و بہار میں پالی خاندان برسر حکومت آیا۔ راجہ گوپال بن خاندان کا بانی اور بودھ مت کا پیرو تھا، اس نے اوند پور میں بودھ مت کی خانقاہ قائم کی یہی مقام اس کی راج دھانی تھا۔ اسی بودھ خانقاہ دہار کی مناسبت سے اس کا نام تبدیل ہوا، اور اب بہار کہا جاتا ہے، یہی قصہ آگے چل کر حضرت محمد شاہ شہنشاہ الدین

ملہ اکوٹ میں ص ۸۱ اور تاریخ ہندوستانی قدیم تاریخ آئٹھ ص ۵۶۷ ۵۶۸ ۵۶۹ ۵۷۰ ۵۷۱ ۵۷۲ ۵۷۳ ۵۷۴ ۵۷۵ ۵۷۶ ۵۷۷ ۵۷۸ ۵۷۹ ۵۸۰ ۵۸۱ ۵۸۲ ۵۸۳ ۵۸۴ ۵۸۵ ۵۸۶ ۵۸۷ ۵۸۸ ۵۸۹ ۵۹۰ ۵۹۱ ۵۹۲ ۵۹۳ ۵۹۴ ۵۹۵ ۵۹۶ ۵۹۷ ۵۹۸ ۵۹۹ ۶۰۰ ۶۰۱ ۶۰۲ ۶۰۳ ۶۰۴ ۶۰۵ ۶۰۶ ۶۰۷ ۶۰۸ ۶۰۹ ۶۱۰ ۶۱۱ ۶۱۲ ۶۱۳ ۶۱۴ ۶۱۵ ۶۱۶ ۶۱۷ ۶۱۸ ۶۱۹ ۶۲۰ ۶۲۱ ۶۲۲ ۶۲۳ ۶۲۴ ۶۲۵ ۶۲۶ ۶۲۷ ۶۲۸ ۶۲۹ ۶۳۰ ۶۳۱ ۶۳۲ ۶۳۳ ۶۳۴ ۶۳۵ ۶۳۶ ۶۳۷ ۶۳۸ ۶۳۹ ۶۴۰ ۶۴۱ ۶۴۲ ۶۴۳ ۶۴۴ ۶۴۵ ۶۴۶ ۶۴۷ ۶۴۸ ۶۴۹ ۶۵۰ ۶۵۱ ۶۵۲ ۶۵۳ ۶۵۴ ۶۵۵ ۶۵۶ ۶۵۷ ۶۵۸ ۶۵۹ ۶۶۰ ۶۶۱ ۶۶۲ ۶۶۳ ۶۶۴ ۶۶۵ ۶۶۶ ۶۶۷ ۶۶۸ ۶۶۹ ۶۷۰ ۶۷۱ ۶۷۲ ۶۷۳ ۶۷۴ ۶۷۵ ۶۷۶ ۶۷۷ ۶۷۸ ۶۷۹ ۶۸۰ ۶۸۱ ۶۸۲ ۶۸۳ ۶۸۴ ۶۸۵ ۶۸۶ ۶۸۷ ۶۸۸ ۶۸۹ ۶۹۰ ۶۹۱ ۶۹۲ ۶۹۳ ۶۹۴ ۶۹۵ ۶۹۶ ۶۹۷ ۶۹۸ ۶۹۹ ۷۰۰ ۷۰۱ ۷۰۲ ۷۰۳ ۷۰۴ ۷۰۵ ۷۰۶ ۷۰۷ ۷۰۸ ۷۰۹ ۷۱۰ ۷۱۱ ۷۱۲ ۷۱۳ ۷۱۴ ۷۱۵ ۷۱۶ ۷۱۷ ۷۱۸ ۷۱۹ ۷۲۰ ۷۲۱ ۷۲۲ ۷۲۳ ۷۲۴ ۷۲۵ ۷۲۶ ۷۲۷ ۷۲۸ ۷۲۹ ۷۳۰ ۷۳۱ ۷۳۲ ۷۳۳ ۷۳۴ ۷۳۵ ۷۳۶ ۷۳۷ ۷۳۸ ۷۳۹ ۷۴۰ ۷۴۱ ۷۴۲ ۷۴۳ ۷۴۴ ۷۴۵ ۷۴۶ ۷۴۷ ۷۴۸ ۷۴۹ ۷۵۰ ۷۵۱ ۷۵۲ ۷۵۳ ۷۵۴ ۷۵۵ ۷۵۶ ۷۵۷ ۷۵۸ ۷۵۹ ۷۶۰ ۷۶۱ ۷۶۲ ۷۶۳ ۷۶۴ ۷۶۵ ۷۶۶ ۷۶۷ ۷۶۸ ۷۶۹ ۷۷۰ ۷۷۱ ۷۷۲ ۷۷۳ ۷۷۴ ۷۷۵ ۷۷۶ ۷۷۷ ۷۷۸ ۷۷۹ ۷۸۰ ۷۸۱ ۷۸۲ ۷۸۳ ۷۸۴ ۷۸۵ ۷۸۶ ۷۸۷ ۷۸۸ ۷۸۹ ۷۹۰ ۷۹۱ ۷۹۲ ۷۹۳ ۷۹۴ ۷۹۵ ۷۹۶ ۷۹۷ ۷۹۸ ۷۹۹ ۸۰۰ ۸۰۱ ۸۰۲ ۸۰۳ ۸۰۴ ۸۰۵ ۸۰۶ ۸۰۷ ۸۰۸ ۸۰۹ ۸۱۰ ۸۱۱ ۸۱۲ ۸۱۳ ۸۱۴ ۸۱۵ ۸۱۶ ۸۱۷ ۸۱۸ ۸۱۹ ۸۲۰ ۸۲۱ ۸۲۲ ۸۲۳ ۸۲۴ ۸۲۵ ۸۲۶ ۸۲۷ ۸۲۸ ۸۲۹ ۸۳۰ ۸۳۱ ۸۳۲ ۸۳۳ ۸۳۴ ۸۳۵ ۸۳۶ ۸۳۷ ۸۳۸ ۸۳۹ ۸۴۰ ۸۴۱ ۸۴۲ ۸۴۳ ۸۴۴ ۸۴۵ ۸۴۶ ۸۴۷ ۸۴۸ ۸۴۹ ۸۵۰ ۸۵۱ ۸۵۲ ۸۵۳ ۸۵۴ ۸۵۵ ۸۵۶ ۸۵۷ ۸۵۸ ۸۵۹ ۸۶۰ ۸۶۱ ۸۶۲ ۸۶۳ ۸۶۴ ۸۶۵ ۸۶۶ ۸۶۷ ۸۶۸ ۸۶۹ ۸۷۰ ۸۷۱ ۸۷۲ ۸۷۳ ۸۷۴ ۸۷۵ ۸۷۶ ۸۷۷ ۸۷۸ ۸۷۹ ۸۸۰ ۸۸۱ ۸۸۲ ۸۸۳ ۸۸۴ ۸۸۵ ۸۸۶ ۸۸۷ ۸۸۸ ۸۸۹ ۸۹۰ ۸۹۱ ۸۹۲ ۸۹۳ ۸۹۴ ۸۹۵ ۸۹۶ ۸۹۷ ۸۹۸ ۸۹۹ ۹۰۰ ۹۰۱ ۹۰۲ ۹۰۳ ۹۰۴ ۹۰۵ ۹۰۶ ۹۰۷ ۹۰۸ ۹۰۹ ۹۱۰ ۹۱۱ ۹۱۲ ۹۱۳ ۹۱۴ ۹۱۵ ۹۱۶ ۹۱۷ ۹۱۸ ۹۱۹ ۹۲۰ ۹۲۱ ۹۲۲ ۹۲۳ ۹۲۴ ۹۲۵ ۹۲۶ ۹۲۷ ۹۲۸ ۹۲۹ ۹۳۰ ۹۳۱ ۹۳۲ ۹۳۳ ۹۳۴ ۹۳۵ ۹۳۶ ۹۳۷ ۹۳۸ ۹۳۹ ۹۴۰ ۹۴۱ ۹۴۲ ۹۴۳ ۹۴۴ ۹۴۵ ۹۴۶ ۹۴۷ ۹۴۸ ۹۴۹ ۹۵۰ ۹۵۱ ۹۵۲ ۹۵۳ ۹۵۴ ۹۵۵ ۹۵۶ ۹۵۷ ۹۵۸ ۹۵۹ ۹۶۰ ۹۶۱ ۹۶۲ ۹۶۳ ۹۶۴ ۹۶۵ ۹۶۶ ۹۶۷ ۹۶۸ ۹۶۹ ۹۷۰ ۹۷۱ ۹۷۲ ۹۷۳ ۹۷۴ ۹۷۵ ۹۷۶ ۹۷۷ ۹۷۸ ۹۷۹ ۹۸۰ ۹۸۱ ۹۸۲ ۹۸۳ ۹۸۴ ۹۸۵ ۹۸۶ ۹۸۷ ۹۸۸ ۹۸۹ ۹۹۰ ۹۹۱ ۹۹۲ ۹۹۳ ۹۹۴ ۹۹۵ ۹۹۶ ۹۹۷ ۹۹۸ ۹۹۹ ۱۰۰۰ ۱۰۰۱ ۱۰۰۲ ۱۰۰۳ ۱۰۰۴ ۱۰۰۵ ۱۰۰۶ ۱۰۰۷ ۱۰۰۸ ۱۰۰۹ ۱۰۱۰ ۱۰۱۱ ۱۰۱۲ ۱۰۱۳ ۱۰۱۴ ۱۰۱۵ ۱۰۱۶ ۱۰۱۷ ۱۰۱۸ ۱۰۱۹ ۱۰۲۰ ۱۰۲۱ ۱۰۲۲ ۱۰۲۳ ۱۰۲۴ ۱۰۲۵ ۱۰۲۶ ۱۰۲۷ ۱۰۲۸ ۱۰۲۹ ۱۰۳۰ ۱۰۳۱ ۱۰۳۲ ۱۰۳۳ ۱۰۳۴ ۱۰۳۵ ۱۰۳۶ ۱۰۳۷ ۱۰۳۸ ۱۰۳۹ ۱۰۴۰ ۱۰۴۱ ۱۰۴۲ ۱۰۴۳ ۱۰۴۴ ۱۰۴۵ ۱۰۴۶ ۱۰۴۷ ۱۰۴۸ ۱۰۴۹ ۱۰۵۰ ۱۰۵۱ ۱۰۵۲ ۱۰۵۳ ۱۰۵۴ ۱۰۵۵ ۱۰۵۶ ۱۰۵۷ ۱۰۵۸ ۱۰۵۹ ۱۰۶۰ ۱۰۶۱ ۱۰۶۲ ۱۰۶۳ ۱۰۶۴ ۱۰۶۵ ۱۰۶۶ ۱۰۶۷ ۱۰۶۸ ۱۰۶۹ ۱۰۷۰ ۱۰۷۱ ۱۰۷۲ ۱۰۷۳ ۱۰۷۴ ۱۰۷۵ ۱۰۷۶ ۱۰۷۷ ۱۰۷۸ ۱۰۷۹ ۱۰۸۰ ۱۰۸۱ ۱۰۸۲ ۱۰۸۳ ۱۰۸۴ ۱۰۸۵ ۱۰۸۶ ۱۰۸۷ ۱۰۸۸ ۱۰۸۹ ۱۰۹۰ ۱۰۹۱ ۱۰۹۲ ۱۰۹۳ ۱۰۹۴ ۱۰۹۵ ۱۰۹۶ ۱۰۹۷ ۱۰۹۸ ۱۰۹۹ ۱۱۰۰ ۱۱۰۱ ۱۱۰۲ ۱۱۰۳ ۱۱۰۴ ۱۱۰۵ ۱۱۰۶ ۱۱۰۷ ۱۱۰۸ ۱۱۰۹ ۱۱۱۰ ۱۱۱۱ ۱۱۱۲ ۱۱۱۳ ۱۱۱۴ ۱۱۱۵ ۱۱۱۶ ۱۱۱۷ ۱۱۱۸ ۱۱۱۹ ۱۱۲۰ ۱۱۲۱ ۱۱۲۲ ۱۱۲۳ ۱۱۲۴ ۱۱۲۵ ۱۱۲۶ ۱۱۲۷ ۱۱۲۸ ۱۱۲۹ ۱۱۳۰ ۱۱۳۱ ۱۱۳۲ ۱۱۳۳ ۱۱۳۴ ۱۱۳۵ ۱۱۳۶ ۱۱۳۷ ۱۱۳۸ ۱۱۳۹ ۱۱۴۰ ۱۱۴۱ ۱۱۴۲ ۱۱۴۳ ۱۱۴۴ ۱۱۴۵ ۱۱۴۶ ۱۱۴۷ ۱۱۴۸ ۱۱۴۹ ۱۱۵۰ ۱۱۵۱ ۱۱۵۲ ۱۱۵۳ ۱۱۵۴ ۱۱۵۵ ۱۱۵۶ ۱۱۵۷ ۱۱۵۸ ۱۱۵۹ ۱۱۶۰ ۱۱۶۱ ۱۱۶۲ ۱۱۶۳ ۱۱۶۴ ۱۱۶۵ ۱۱۶۶ ۱۱۶۷ ۱۱۶۸ ۱۱۶۹ ۱۱۷۰ ۱۱۷۱ ۱۱۷۲ ۱۱۷۳ ۱۱۷۴ ۱۱۷۵ ۱۱۷۶ ۱۱۷۷ ۱۱۷۸ ۱۱۷۹ ۱۱۸۰ ۱۱۸۱ ۱۱۸۲ ۱۱۸۳ ۱۱۸۴ ۱۱۸۵ ۱۱۸۶ ۱۱۸۷ ۱۱۸۸ ۱۱۸۹ ۱۱۹۰ ۱۱۹۱ ۱۱۹۲ ۱۱۹۳ ۱۱۹۴ ۱۱۹۵ ۱۱۹۶ ۱۱۹۷ ۱۱۹۸ ۱۱۹۹ ۱۲۰۰ ۱۲۰۱ ۱۲۰۲ ۱۲۰۳ ۱۲۰۴ ۱۲۰۵ ۱۲۰۶ ۱۲۰۷ ۱۲۰۸ ۱۲۰۹ ۱۲۱۰ ۱۲۱۱ ۱۲۱۲ ۱۲۱۳ ۱۲۱۴ ۱۲۱۵ ۱۲۱۶ ۱۲۱۷ ۱۲۱۸ ۱۲۱۹ ۱۲۲۰ ۱۲۲۱ ۱۲۲۲ ۱۲۲۳ ۱۲۲۴ ۱۲۲۵ ۱۲۲۶ ۱۲۲۷ ۱۲۲۸ ۱۲۲۹ ۱۲۳۰ ۱۲۳۱ ۱۲۳۲ ۱۲۳۳ ۱۲۳۴ ۱۲۳۵ ۱۲۳۶ ۱۲۳۷ ۱۲۳۸ ۱۲۳۹ ۱۲۴۰ ۱۲۴۱ ۱۲۴۲ ۱۲۴۳ ۱۲۴۴ ۱۲۴۵ ۱۲۴۶ ۱۲۴۷ ۱۲۴۸ ۱۲۴۹ ۱۲۵۰ ۱۲۵۱ ۱۲۵۲ ۱۲۵۳ ۱۲۵۴ ۱۲۵۵ ۱۲۵۶ ۱۲۵۷ ۱۲۵۸ ۱۲۵۹ ۱۲۶۰ ۱۲۶۱ ۱۲۶۲ ۱۲۶۳ ۱۲۶۴ ۱۲۶۵ ۱۲۶۶ ۱۲۶۷ ۱۲۶۸ ۱۲۶۹ ۱۲۷۰ ۱۲۷۱ ۱۲۷۲ ۱۲۷۳ ۱۲۷۴ ۱۲۷۵ ۱۲۷۶ ۱۲۷۷ ۱۲۷۸ ۱۲۷۹ ۱۲۸۰ ۱۲۸۱ ۱۲۸۲ ۱۲۸۳ ۱۲۸۴ ۱۲۸۵ ۱۲۸۶ ۱۲۸۷ ۱۲۸۸ ۱۲۸۹ ۱۲۹۰ ۱۲۹۱ ۱۲۹۲ ۱۲۹۳ ۱۲۹۴ ۱۲۹۵ ۱۲۹۶ ۱۲۹۷ ۱۲۹۸ ۱۲۹۹ ۱۳۰۰ ۱۳۰۱ ۱۳۰۲ ۱۳۰۳ ۱۳۰۴ ۱۳۰۵ ۱۳۰۶ ۱۳۰۷ ۱۳۰۸ ۱۳۰۹ ۱۳۱۰ ۱۳۱۱ ۱۳۱۲ ۱۳۱۳ ۱۳۱۴ ۱۳۱۵ ۱۳۱۶ ۱۳۱۷ ۱۳۱۸ ۱۳۱۹ ۱۳۲۰ ۱۳۲۱ ۱۳۲۲ ۱۳۲۳ ۱۳۲۴ ۱۳۲۵ ۱۳۲۶ ۱۳۲۷ ۱۳۲۸ ۱۳۲۹ ۱۳۳۰ ۱۳۳۱ ۱۳۳۲ ۱۳۳۳ ۱۳۳۴ ۱۳۳۵ ۱۳۳۶ ۱۳۳۷ ۱۳۳۸ ۱۳۳۹ ۱۳۴۰ ۱۳۴۱ ۱۳۴۲ ۱۳۴۳ ۱۳۴۴ ۱۳۴۵ ۱۳۴۶ ۱۳۴۷ ۱۳۴۸ ۱۳۴۹ ۱۳۵۰ ۱۳۵۱ ۱۳۵۲ ۱۳۵۳ ۱۳۵۴ ۱۳۵۵ ۱۳۵۶ ۱۳۵۷ ۱۳۵۸ ۱۳۵۹ ۱۳۶۰ ۱۳۶۱ ۱۳۶۲ ۱۳۶۳ ۱۳۶۴ ۱۳۶۵ ۱۳۶۶ ۱۳۶۷ ۱۳۶۸ ۱۳۶۹ ۱۳۷۰ ۱۳۷۱ ۱۳۷۲ ۱۳۷۳ ۱۳۷۴ ۱۳۷۵ ۱۳۷۶ ۱۳۷۷ ۱۳۷۸ ۱۳۷۹ ۱۳۸۰ ۱۳۸۱ ۱۳۸۲ ۱۳۸۳ ۱۳۸۴ ۱۳۸۵ ۱۳۸۶ ۱۳۸۷ ۱۳۸۸ ۱۳۸۹ ۱۳۹۰ ۱۳۹۱ ۱۳۹۲ ۱۳۹۳ ۱۳۹۴ ۱۳۹۵ ۱۳۹۶ ۱۳۹۷ ۱۳۹۸ ۱۳۹۹ ۱۴۰۰ ۱۴۰۱ ۱۴۰۲ ۱۴۰۳ ۱۴۰۴ ۱۴۰۵ ۱۴۰۶ ۱۴۰۷ ۱۴۰۸ ۱۴۰۹ ۱۴۱۰ ۱۴۱۱ ۱۴۱۲ ۱۴۱۳ ۱۴۱۴ ۱۴۱۵ ۱۴۱۶ ۱۴۱۷ ۱۴۱۸ ۱۴۱۹ ۱۴۲۰ ۱۴۲۱ ۱۴۲۲ ۱۴۲۳ ۱۴۲۴ ۱۴۲۵ ۱۴۲۶ ۱۴۲۷ ۱۴۲۸ ۱۴۲۹ ۱۴۳۰ ۱۴۳۱ ۱۴۳۲ ۱۴۳۳ ۱۴۳۴ ۱۴۳۵ ۱۴۳۶ ۱۴۳۷ ۱۴۳۸ ۱۴۳۹ ۱۴۴۰ ۱۴۴۱ ۱۴۴۲ ۱۴۴۳ ۱۴۴۴ ۱۴۴۵ ۱۴۴۶ ۱۴۴۷ ۱۴۴۸ ۱۴۴۹ ۱۴۵۰ ۱۴۵۱ ۱۴۵۲ ۱۴۵۳ ۱۴۵۴ ۱۴۵۵ ۱۴۵۶ ۱۴۵۷ ۱۴۵۸ ۱۴۵۹ ۱۴۶۰ ۱۴۶۱ ۱۴۶۲ ۱۴۶۳ ۱۴۶۴ ۱۴۶۵ ۱۴۶۶ ۱۴۶۷ ۱۴۶۸ ۱۴۶۹ ۱۴۷۰ ۱۴۷۱ ۱۴۷۲ ۱۴۷۳ ۱۴۷۴ ۱۴۷۵ ۱۴۷۶ ۱۴۷۷ ۱۴۷۸ ۱۴۷۹ ۱۴۸۰ ۱۴۸۱ ۱۴۸۲ ۱۴۸۳ ۱۴۸۴ ۱۴۸۵ ۱۴۸۶ ۱۴۸۷ ۱۴۸۸ ۱۴۸۹ ۱۴۹۰ ۱۴۹۱ ۱۴۹۲ ۱۴۹۳ ۱۴۹۴ ۱۴۹۵ ۱۴۹۶ ۱۴۹۷ ۱۴۹۸ ۱۴۹۹ ۱۵۰۰ ۱۵۰۱ ۱۵۰۲ ۱۵۰۳ ۱۵۰۴ ۱۵۰۵ ۱۵۰۶ ۱۵۰۷ ۱۵۰۸ ۱۵۰۹ ۱۵۱۰ ۱۵۱۱ ۱۵۱۲ ۱۵۱۳ ۱۵۱۴ ۱۵۱۵ ۱۵۱۶ ۱۵۱۷ ۱۵۱۸ ۱۵۱۹ ۱۵۲۰ ۱۵۲۱ ۱۵۲۲ ۱۵۲۳ ۱۵۲۴ ۱۵۲۵ ۱۵۲۶ ۱۵۲۷ ۱۵۲۸ ۱۵۲۹ ۱۵۳۰ ۱۵۳۱ ۱۵۳۲ ۱۵۳۳ ۱۵۳۴ ۱۵۳۵ ۱۵۳۶ ۱۵۳۷ ۱۵۳۸ ۱۵۳۹ ۱۵۴۰ ۱۵۴۱ ۱۵۴۲ ۱۵۴۳ ۱۵۴۴ ۱۵۴۵ ۱۵۴۶ ۱۵۴۷ ۱۵۴۸ ۱۵۴۹ ۱۵۵۰ ۱۵۵۱ ۱۵۵۲ ۱۵۵۳ ۱۵۵۴ ۱۵۵۵ ۱۵۵۶ ۱۵۵۷ ۱۵۵۸ ۱۵۵۹ ۱۵۶۰ ۱۵۶۱ ۱۵۶۲ ۱۵۶۳ ۱۵۶۴ ۱۵۶۵ ۱۵۶۶ ۱۵۶۷ ۱۵۶۸ ۱۵۶۹ ۱۵۷۰ ۱۵۷۱ ۱۵۷۲ ۱۵۷۳ ۱۵۷۴ ۱۵۷۵ ۱۵۷۶ ۱۵۷۷ ۱۵۷۸ ۱۵۷۹ ۱۵۸۰ ۱۵۸۱ ۱۵۸۲ ۱۵۸۳ ۱۵۸۴ ۱۵۸۵ ۱۵۸۶ ۱۵۸۷ ۱۵۸۸ ۱۵۸۹ ۱۵۹۰ ۱۵۹۱ ۱۵۹۲ ۱۵۹۳ ۱۵۹۴ ۱۵۹۵ ۱۵۹۶ ۱۵۹۷ ۱۵۹۸ ۱۵۹۹ ۱۶۰۰ ۱۶۰۱ ۱۶۰۲ ۱۶۰۳ ۱۶۰۴ ۱۶۰۵ ۱۶۰۶ ۱۶۰۷ ۱۶۰۸ ۱۶۰۹ ۱۶۱۰ ۱۶۱۱ ۱۶۱۲ ۱۶۱۳ ۱۶۱۴ ۱۶۱۵ ۱۶۱۶ ۱۶۱۷ ۱۶۱۸ ۱۶۱۹ ۱۶۲۰ ۱۶۲۱ ۱۶۲۲ ۱۶۲۳ ۱۶۲۴ ۱۶۲۵ ۱۶۲۶ ۱۶۲۷ ۱۶۲۸ ۱۶۲۹ ۱۶۳۰ ۱۶۳۱ ۱۶۳۲ ۱۶۳۳ ۱۶۳۴ ۱۶۳۵ ۱۶۳۶ ۱۶۳۷ ۱۶۳۸ ۱۶۳۹ ۱۶۴۰ ۱۶۴۱ ۱۶۴۲ ۱۶۴۳ ۱۶۴۴ ۱۶۴۵ ۱۶۴۶ ۱۶۴۷ ۱۶۴۸ ۱۶۴۹ ۱۶۵۰ ۱۶۵۱ ۱۶۵۲ ۱۶۵۳ ۱۶۵۴ ۱۶۵۵ ۱۶۵۶ ۱۶۵۷ ۱۶۵۸ ۱۶۵۹ ۱۶۶۰ ۱۶۶۱ ۱۶۶۲ ۱۶۶۳ ۱۶۶۴ ۱۶۶۵ ۱۶۶۶ ۱۶۶۷ ۱۶۶۸ ۱۶۶۹ ۱۶۷۰ ۱۶۷۱ ۱۶۷۲ ۱۶۷۳ ۱۶۷۴ ۱۶۷۵ ۱۶۷۶ ۱۶۷۷ ۱۶۷۸ ۱۶۷۹ ۱۶۸۰ ۱۶۸۱ ۱۶۸۲ ۱۶۸۳ ۱۶۸۴ ۱۶۸۵ ۱۶۸۶ ۱۶۸۷ ۱۶۸۸ ۱۶۸۹ ۱۶۹۰ ۱۶۹۱ ۱۶۹۲ ۱۶۹۳ ۱۶۹۴ ۱۶۹۵ ۱۶۹۶ ۱۶۹۷ ۱۶۹۸ ۱۶۹۹ ۱۷۰۰ ۱۷۰۱ ۱۷۰۲ ۱۷۰۳ ۱۷۰۴ ۱۷۰۵ ۱۷۰۶ ۱۷۰۷ ۱۷۰۸ ۱۷۰۹ ۱۷۱۰ ۱۷۱۱ ۱۷۱۲ ۱۷۱۳ ۱۷۱۴ ۱۷۱۵ ۱۷۱۶ ۱۷۱۷ ۱۷۱۸ ۱۷۱۹ ۱۷۲۰ ۱۷۲۱ ۱۷۲۲ ۱۷۲۳ ۱۷۲۴ ۱۷۲۵ ۱۷۲۶ ۱۷۲۷ ۱۷۲۸ ۱۷۲۹ ۱۷۳۰ ۱۷۳۱ ۱۷۳۲ ۱۷۳۳ ۱۷۳۴ ۱۷۳۵ ۱۷۳۶ ۱۷۳۷ ۱۷۳۸ ۱۷۳۹ ۱۷۴۰ ۱۷۴۱ ۱۷۴۲ ۱۷۴۳ ۱۷۴۴ ۱۷۴۵ ۱۷۴۶ ۱۷۴۷ ۱۷۴۸ ۱۷۴۹ ۱۷۵۰ ۱۷۵۱ ۱۷۵۲ ۱۷۵۳ ۱۷۵۴ ۱۷۵۵ ۱۷۵۶ ۱۷۵۷ ۱۷۵۸ ۱۷۵۹ ۱۷۶۰ ۱۷۶۱ ۱۷۶۲ ۱۷۶۳ ۱۷۶۴ ۱۷۶۵ ۱۷۶۶ ۱۷۶۷ ۱۷۶۸ ۱۷۶۹ ۱۷۷۰ ۱۷۷۱ ۱۷۷۲ ۱۷۷۳ ۱۷۷۴ ۱۷۷۵ ۱۷۷۶ ۱۷۷۷ ۱۷۷۸ ۱۷۷۹ ۱۷۸۰ ۱۷۸۱ ۱۷۸۲ ۱۷۸۳ ۱۷۸۴ ۱۷۸۵ ۱۷۸۶ ۱۷۸۷ ۱۷۸۸ ۱۷۸۹ ۱۷۹۰ ۱۷۹۱ ۱۷۹۲ ۱۷۹۳ ۱۷۹۴ ۱۷۹۵ ۱۷۹۶ ۱۷۹۷ ۱۷۹۸ ۱۷۹۹ ۱۸۰۰ ۱۸۰۱ ۱۸۰۲ ۱۸۰۳ ۱۸۰۴ ۱۸۰۵ ۱۸۰۶ ۱۸۰۷ ۱۸۰۸ ۱۸۰۹ ۱۸۱۰ ۱۸۱۱ ۱۸۱۲ ۱۸۱۳ ۱۸۱۴ ۱۸۱۵ ۱۸۱۶ ۱۸۱۷ ۱۸۱۸ ۱۸۱۹ ۱۸۲۰ ۱۸۲۱ ۱۸۲۲ ۱۸۲۳ ۱۸۲۴ ۱۸۲۵ ۱۸۲۶ ۱۸۲۷ ۱۸۲۸ ۱۸۲۹ ۱۸۳۰ ۱۸۳۱ ۱۸۳۲ ۱۸۳۳ ۱۸۳۴ ۱۸۳۵ ۱۸۳۶ ۱۸۳۷ ۱۸۳۸ ۱۸۳۹ ۱۸۴۰ ۱۸۴۱ ۱۸۴۲ ۱۸۴۳ ۱۸۴۴ ۱۸۴۵ ۱۸۴۶ ۱۸۴۷ ۱۸۴۸ ۱۸۴۹ ۱۸۵۰ ۱۸۵۱ ۱۸۵۲ ۱۸۵۳ ۱۸۵۴ ۱۸۵۵ ۱۸۵۶ ۱۸۵۷ ۱۸۵۸ ۱۸۵۹ ۱۸۶۰ ۱۸۶۱ ۱۸۶۲ ۱۸۶۳ ۱۸۶۴ ۱۸۶۵ ۱۸۶۶ ۱۸۶۷ ۱۸۶۸ ۱۸۶۹ ۱۸۷۰ ۱۸۷۱ ۱۸۷۲ ۱۸۷۳ ۱۸۷۴ ۱۸۷۵ ۱۸۷۶ ۱۸۷۷ ۱۸۷۸ ۱۸۷۹ ۱۸۸۰ ۱۸۸۱ ۱۸۸۲ ۱۸۸۳ ۱۸۸۴ ۱۸۸۵ ۱۸۸۶ ۱۸۸۷ ۱۸۸۸ ۱۸۸۹ ۱۸۹۰ ۱۸۹۱ ۱۸۹۲ ۱۸۹۳ ۱۸۹۴ ۱۸۹۵ ۱۸۹۶ ۱۸۹۷ ۱۸۹۸ ۱۸۹۹ ۱۹۰۰ ۱۹۰۱ ۱۹۰۲ ۱۹۰۳ ۱۹۰۴ ۱۹۰۵ ۱۹۰۶ ۱۹۰۷ ۱۹۰۸ ۱۹۰۹ ۱۹۱۰ ۱۹۱۱ ۱۹۱۲ ۱۹۱۳ ۱۹۱۴ ۱۹۱۵ ۱۹۱۶ ۱۹۱۷ ۱۹۱۸ ۱۹۱۹ ۱۹۲۰ ۱۹۲۱ ۱۹۲۲ ۱۹۲۳ ۱۹۲۴ ۱۹۲۵ ۱۹۲۶ ۱۹۲۷ ۱۹۲۸ ۱۹۲۹ ۱۹۳۰ ۱۹۳۱ ۱۹۳۲ ۱۹۳۳ ۱۹۳۴ ۱۹۳۵ ۱۹۳۶ ۱۹۳۷ ۱۹۳۸ ۱۹۳۹ ۱۹۴۰ ۱۹۴۱ ۱۹۴۲ ۱۹۴۳ ۱۹۴۴

کی یہاں حکمرانی ہوگئی، اسی خاندان کے ایک راجہ کمارپال نے اس علاقے کو بارہویں صدی میں اپنے وزیر ویدیا دیو کے سپرد کر دیا، پھر ۱۳ویں صدی کے اوائل ۱۲۲۵ء میں شال قوم کے ایک قبیلہ آہوم نے یہاں قبضہ جالیا۔ اور یہاں کا یہی شاہی خاندان انگو پڑوں کی فتح ۱۲۵۷ء تک یہاں حکمران رہا۔

ہندوستان کا یہی صوبہ ان علاقوں میں سے ہے جس پر اسلامی سلطنت کا سکھ رواں نہیں ہوا، محمد بن بختیار خلجی فاتح بنگال دہرا دھڑ ۶۷۰ء میں دریائے گرتویا کے کنارے کنارے اس علاقہ میں بڑھا اور دارجلنگ کے شمال تک کوہستان کو قطع کرنے میں کامیاب ہو گیا، مگر یہاں مزید کامیابی کی راہ نہ دیکھ کر واپسی کا فیصلہ کیا، کامیاب والوں نے واپسی کے وقت دریا کے سنگی پل کو جو واپسی کا تھما رہا تھا، توڑ دیا، پورا اسلامی لشکر برباد ہو گیا۔ صرف سب سالار اپنے سو سپاہیوں کے ساتھ بدقت تیر کر پار کر سکا۔ اس کے بعد بھی اس علاقہ پر بعض اوقات ناکام اسلامی حملے ہوئے یہاں تک کہ ۱۸۱۶ء میں اس پر برہمنوں نے قبضہ کیا، اور ۱۸۲۳ء میں انگو پڑوں نے اس کو ان کے ہاتھوں سے لے لیا

سلطنت گجرات | ادھر ہندوستان کے شمال مغرب حصوں میں سے گجرات میں بارہویں صدی میں یہاں کے چالوکیہ خاندان کے ہاتھوں، جن میں سدھ راج اور کمارپال ممتاز تھے، اس علاقہ کو بڑی ترقی حاصل ہوئی، پھر ۱۳ویں صدی کے آخر میں چالوکیہ کے جانشین بھگت خاندان والے بنے، اسی خاندان کے راجہ دیر دھولی سے شہاب الدین غوری کی معرکہ آرائی ہوئی

سلطنت مالوہ | مالوہ کا علاقہ دریائے سندھ کے شمال کی وہ سرزمین ہے، جو قدیم زمانہ میں اونٹنی یا سلطنت اوجین کے نام سے مشہور تھی، یہاں پر مار خاندان حکمران تھا ۱۳ویں صدی کے اوائل میں اسپندیا کرشن راج نے اس خاندان کی حکومت کی بنیاد رکھی، تقریباً

۱۷۰۰ء قدیم تاریخ ہند ۱۸۴۲ء ۱۸۵۰ء ۱۸۵۱ء ۱۸۵۲ء ۱۸۵۳ء ۱۸۵۴ء ۱۸۵۵ء ۱۸۵۶ء ۱۸۵۷ء ۱۸۵۸ء ۱۸۵۹ء ۱۸۶۰ء ۱۸۶۱ء ۱۸۶۲ء ۱۸۶۳ء ۱۸۶۴ء ۱۸۶۵ء ۱۸۶۶ء ۱۸۶۷ء ۱۸۶۸ء ۱۸۶۹ء ۱۸۷۰ء ۱۸۷۱ء ۱۸۷۲ء ۱۸۷۳ء ۱۸۷۴ء ۱۸۷۵ء ۱۸۷۶ء ۱۸۷۷ء ۱۸۷۸ء ۱۸۷۹ء ۱۸۸۰ء ۱۸۸۱ء ۱۸۸۲ء ۱۸۸۳ء ۱۸۸۴ء ۱۸۸۵ء ۱۸۸۶ء ۱۸۸۷ء ۱۸۸۸ء ۱۸۸۹ء ۱۸۹۰ء ۱۸۹۱ء ۱۸۹۲ء ۱۸۹۳ء ۱۸۹۴ء ۱۸۹۵ء ۱۸۹۶ء ۱۸۹۷ء ۱۸۹۸ء ۱۸۹۹ء ۱۹۰۰ء ۱۹۰۱ء ۱۹۰۲ء ۱۹۰۳ء ۱۹۰۴ء ۱۹۰۵ء ۱۹۰۶ء ۱۹۰۷ء ۱۹۰۸ء ۱۹۰۹ء ۱۹۱۰ء ۱۹۱۱ء ۱۹۱۲ء ۱۹۱۳ء ۱۹۱۴ء ۱۹۱۵ء ۱۹۱۶ء ۱۹۱۷ء ۱۹۱۸ء ۱۹۱۹ء ۱۹۲۰ء ۱۹۲۱ء ۱۹۲۲ء ۱۹۲۳ء ۱۹۲۴ء ۱۹۲۵ء ۱۹۲۶ء ۱۹۲۷ء ۱۹۲۸ء ۱۹۲۹ء ۱۹۳۰ء ۱۹۳۱ء ۱۹۳۲ء ۱۹۳۳ء ۱۹۳۴ء ۱۹۳۵ء ۱۹۳۶ء ۱۹۳۷ء ۱۹۳۸ء ۱۹۳۹ء ۱۹۴۰ء ۱۹۴۱ء ۱۹۴۲ء ۱۹۴۳ء ۱۹۴۴ء ۱۹۴۵ء ۱۹۴۶ء ۱۹۴۷ء ۱۹۴۸ء ۱۹۴۹ء ۱۹۵۰ء ۱۹۵۱ء ۱۹۵۲ء ۱۹۵۳ء ۱۹۵۴ء ۱۹۵۵ء ۱۹۵۶ء ۱۹۵۷ء ۱۹۵۸ء ۱۹۵۹ء ۱۹۶۰ء ۱۹۶۱ء ۱۹۶۲ء ۱۹۶۳ء ۱۹۶۴ء ۱۹۶۵ء ۱۹۶۶ء ۱۹۶۷ء ۱۹۶۸ء ۱۹۶۹ء ۱۹۷۰ء ۱۹۷۱ء ۱۹۷۲ء ۱۹۷۳ء ۱۹۷۴ء ۱۹۷۵ء ۱۹۷۶ء ۱۹۷۷ء ۱۹۷۸ء ۱۹۷۹ء ۱۹۸۰ء ۱۹۸۱ء ۱۹۸۲ء ۱۹۸۳ء ۱۹۸۴ء ۱۹۸۵ء ۱۹۸۶ء ۱۹۸۷ء ۱۹۸۸ء ۱۹۸۹ء ۱۹۹۰ء ۱۹۹۱ء ۱۹۹۲ء ۱۹۹۳ء ۱۹۹۴ء ۱۹۹۵ء ۱۹۹۶ء ۱۹۹۷ء ۱۹۹۸ء ۱۹۹۹ء ۲۰۰۰ء ۲۰۰۱ء ۲۰۰۲ء ۲۰۰۳ء ۲۰۰۴ء ۲۰۰۵ء ۲۰۰۶ء ۲۰۰۷ء ۲۰۰۸ء ۲۰۰۹ء ۲۰۱۰ء ۲۰۱۱ء ۲۰۱۲ء ۲۰۱۳ء ۲۰۱۴ء ۲۰۱۵ء ۲۰۱۶ء ۲۰۱۷ء ۲۰۱۸ء ۲۰۱۹ء ۲۰۲۰ء ۲۰۲۱ء ۲۰۲۲ء ۲۰۲۳ء ۲۰۲۴ء ۲۰۲۵ء ۲۰۲۶ء ۲۰۲۷ء ۲۰۲۸ء ۲۰۲۹ء ۲۰۳۰ء ۲۰۳۱ء ۲۰۳۲ء ۲۰۳۳ء ۲۰۳۴ء ۲۰۳۵ء ۲۰۳۶ء ۲۰۳۷ء ۲۰۳۸ء ۲۰۳۹ء ۲۰۴۰ء ۲۰۴۱ء ۲۰۴۲ء ۲۰۴۳ء ۲۰۴۴ء ۲۰۴۵ء ۲۰۴۶ء ۲۰۴۷ء ۲۰۴۸ء ۲۰۴۹ء ۲۰۵۰ء ۲۰۵۱ء ۲۰۵۲ء ۲۰۵۳ء ۲۰۵۴ء ۲۰۵۵ء ۲۰۵۶ء ۲۰۵۷ء ۲۰۵۸ء ۲۰۵۹ء ۲۰۶۰ء ۲۰۶۱ء ۲۰۶۲ء ۲۰۶۳ء ۲۰۶۴ء ۲۰۶۵ء ۲۰۶۶ء ۲۰۶۷ء ۲۰۶۸ء ۲۰۶۹ء ۲۰۷۰ء ۲۰۷۱ء ۲۰۷۲ء ۲۰۷۳ء ۲۰۷۴ء ۲۰۷۵ء ۲۰۷۶ء ۲۰۷۷ء ۲۰۷۸ء ۲۰۷۹ء ۲۰۸۰ء ۲۰۸۱ء ۲۰۸۲ء ۲۰۸۳ء ۲۰۸۴ء ۲۰۸۵ء ۲۰۸۶ء ۲۰۸۷ء ۲۰۸۸ء ۲۰۸۹ء ۲۰۹۰ء ۲۰۹۱ء ۲۰۹۲ء ۲۰۹۳ء ۲۰۹۴ء ۲۰۹۵ء ۲۰۹۶ء ۲۰۹۷ء ۲۰۹۸ء ۲۰۹۹ء ۲۱۰۰ء ۲۱۰۱ء ۲۱۰۲ء ۲۱۰۳ء ۲۱۰۴ء ۲۱۰۵ء ۲۱۰۶ء ۲۱۰۷ء ۲۱۰۸ء ۲۱۰۹ء ۲۱۱۰ء ۲۱۱۱ء ۲۱۱۲ء ۲۱۱۳ء ۲۱۱۴ء ۲۱۱۵ء ۲۱۱۶ء ۲۱۱۷ء ۲۱۱۸ء ۲۱۱۹ء ۲۱۲۰ء ۲۱۲۱ء ۲۱۲۲ء ۲۱۲۳ء ۲۱۲۴ء ۲۱۲۵ء ۲۱۲۶ء ۲۱۲۷ء ۲۱۲۸ء ۲۱۲۹ء ۲۱۳۰ء ۲۱۳۱ء ۲۱۳۲ء ۲۱۳۳ء ۲۱۳۴ء ۲۱۳۵ء ۲۱۳۶ء ۲۱۳۷ء ۲۱۳۸ء ۲۱۳۹ء ۲۱۴۰ء ۲۱۴۱ء ۲۱۴۲ء ۲۱۴۳ء ۲۱۴۴ء ۲۱۴۵ء ۲۱۴۶ء ۲۱۴۷ء ۲۱۴۸ء ۲۱۴۹ء ۲۱۵۰ء ۲۱۵۱ء ۲۱۵۲ء ۲۱۵۳ء ۲۱۵۴ء ۲۱۵۵ء ۲۱۵۶ء ۲۱۵۷ء ۲۱۵۸ء ۲۱۵۹ء ۲۱۶۰ء ۲۱۶۱ء ۲۱۶۲ء ۲۱۶۳ء ۲۱۶۴ء ۲۱۶۵ء ۲۱۶۶ء ۲۱۶۷ء ۲۱۶۸ء ۲۱۶۹ء ۲۱۷۰ء ۲۱۷۱ء ۲۱۷۲ء ۲۱۷۳ء ۲۱۷۴ء ۲۱۷۵ء ۲۱۷۶ء ۲۱۷۷ء ۲۱۷۸ء ۲۱۷۹ء ۲۱۸۰ء ۲۱۸۱ء ۲۱۸۲ء ۲۱۸۳ء ۲۱۸۴ء ۲۱۸۵ء ۲۱۸۶ء ۲۱۸۷ء ۲۱۸۸ء ۲۱۸۹ء ۲۱۹۰ء ۲۱۹۱ء ۲۱۹۲ء ۲۱۹۳ء ۲۱۹۴ء ۲۱۹۵ء ۲۱۹۶ء ۲۱۹۷ء ۲۱۹۸ء ۲۱۹۹ء ۲۲۰۰ء ۲۲۰۱ء ۲۲۰۲ء ۲۲۰۳ء ۲۲۰۴ء ۲۲۰۵ء ۲۲۰۶ء ۲۲۰۷ء ۲۲۰۸ء ۲۲۰۹ء ۲۲۱۰ء ۲۲۱۱ء ۲۲۱۲ء ۲۲۱۳ء ۲۲۱۴ء ۲۲۱۵ء ۲۲۱۶ء ۲۲۱۷ء ۲۲۱۸ء ۲۲۱۹ء ۲۲۲۰ء ۲۲۲۱ء ۲۲۲۲ء ۲۲۲۳ء ۲۲۲۴ء ۲۲۲۵ء ۲۲۲۶ء ۲۲۲۷ء ۲۲۲۸ء ۲۲۲۹ء ۲۲۳۰ء ۲۲۳۱ء ۲۲۳۲ء ۲۲۳۳ء ۲۲۳۴ء ۲۲۳۵ء ۲۲۳۶ء ۲۲۳۷ء ۲۲۳۸ء ۲۲۳۹ء ۲۲۴۰ء ۲۲۴۱ء ۲۲۴۲ء ۲۲۴۳ء ۲۲۴۴ء ۲۲۴۵ء ۲۲۴۶ء ۲۲۴۷ء ۲۲۴۸ء ۲۲۴۹ء ۲۲۵۰ء ۲۲۵۱ء ۲۲۵۲ء ۲۲۵۳ء ۲۲۵۴ء ۲۲۵۵ء ۲۲۵۶ء ۲۲۵۷ء ۲۲۵۸ء ۲۲۵۹ء ۲۲۶۰ء ۲۲۶۱ء ۲۲۶۲ء ۲۲۶۳ء ۲۲۶۴ء ۲۲۶۵ء ۲۲۶۶ء ۲۲۶۷ء ۲۲۶۸ء ۲۲۶۹ء ۲۲۷۰ء ۲۲۷۱ء ۲۲۷۲ء ۲۲۷۳ء ۲۲۷۴ء ۲۲۷۵ء ۲۲۷۶ء ۲۲۷۷ء ۲۲۷۸ء ۲۲۷۹ء ۲۲۸۰ء ۲۲۸۱ء ۲۲۸۲ء ۲۲۸۳ء ۲۲۸۴ء ۲۲۸۵ء ۲۲۸۶ء ۲۲۸۷ء ۲۲۸۸ء ۲۲۸۹ء ۲۲۹۰ء ۲۲۹۱ء ۲۲۹۲ء ۲۲۹۳ء ۲۲۹۴ء ۲۲۹۵ء ۲۲۹۶ء ۲۲۹۷ء ۲۲۹۸ء ۲۲۹۹ء ۲۳۰۰ء ۲۳۰۱ء ۲۳۰۲ء ۲۳۰۳ء ۲۳۰۴ء ۲۳۰۵ء ۲۳۰۶ء ۲۳۰۷ء ۲۳۰۸ء ۲۳۰۹ء ۲۳۱۰ء ۲۳۱۱ء ۲۳۱۲ء ۲۳۱۳ء ۲۳۱۴ء ۲۳۱۵ء ۲۳۱۶ء ۲۳۱۷ء ۲۳۱۸ء ۲۳۱۹ء ۲۳۲۰ء ۲۳۲۱ء ۲۳۲۲ء ۲۳۲۳ء ۲۳۲۴ء ۲۳۲۵ء ۲۳۲۶ء ۲۳۲۷ء ۲۳۲۸ء ۲۳۲۹ء ۲۳۳۰ء ۲۳۳۱ء ۲۳۳۲ء ۲۳۳۳ء ۲۳۳۴ء ۲۳۳۵ء ۲۳۳۶ء ۲۳۳۷ء ۲۳۳۸ء ۲۳۳۹ء ۲۳۴۰ء ۲۳۴۱ء ۲۳۴۲ء ۲۳۴۳ء ۲۳۴۴ء ۲۳۴۵ء ۲۳۴۶ء ۲۳۴۷ء ۲۳۴۸ء ۲۳۴۹ء ۲۳۵۰ء ۲۳۵۱ء ۲۳۵۲ء ۲۳۵۳ء ۲۳۵۴ء ۲۳۵۵ء ۲۳۵۶ء ۲۳۵۷ء ۲۳۵۸ء ۲۳۵۹ء ۲۳۶۰ء ۲۳۶۱ء ۲۳۶۲ء ۲۳۶۳ء ۲۳۶۴ء ۲۳۶۵ء ۲۳۶۶ء ۲۳۶۷ء ۲۳۶۸ء ۲۳۶۹ء ۲۳۷۰ء ۲۳۷۱ء ۲۳۷۲ء ۲۳۷۳ء ۲۳۷۴ء ۲۳۷۵ء ۲۳۷۶ء ۲۳۷۷ء ۲۳۷۸ء ۲۳۷۹ء ۲۳۸۰ء ۲۳۸۱ء ۲۳۸۲ء ۲۳۸۳ء ۲۳۸۴ء ۲۳۸۵ء ۲۳۸۶ء ۲۳۸۷ء ۲۳۸۸ء ۲۳۸۹ء ۲۳۹۰ء ۲۳۹۱ء ۲۳۹۲ء ۲۳۹۳ء ۲۳۹۴ء ۲۳۹۵ء ۲۳۹۶ء ۲۳۹۷ء ۲۳۹۸ء ۲۳۹۹ء ۲۴۰۰ء ۲۴۰۱ء ۲۴۰۲ء ۲۴۰۳ء ۲۴۰۴ء ۲۴۰۵ء ۲۴۰۶ء ۲۴۰۷ء ۲۴۰۸ء ۲۴۰۹ء ۲۴۱۰ء ۲۴۱۱ء ۲۴۱۲ء ۲۴۱۳ء ۲۴۱۴ء ۲۴۱۵ء ۲۴۱۶ء ۲۴۱۷ء ۲۴۱۸ء ۲۴۱۹ء ۲۴۲۰ء ۲۴۲۱ء ۲۴۲۲ء ۲۴۲۳ء ۲۴۲۴ء ۲۴۲۵ء ۲۴۲۶ء ۲۴۲۷ء ۲۴۲۸ء ۲۴۲۹ء ۲۴۳۰ء ۲۴۳۱ء ۲۴۳۲ء ۲۴۳۳ء ۲۴۳۴ء ۲۴۳۵ء ۲۴۳۶ء ۲۴۳۷ء ۲۴۳۸ء ۲۴۳۹ء ۲۴۴۰ء ۲۴۴۱ء ۲۴۴۲ء ۲۴۴۳ء ۲۴۴۴ء ۲۴۴۵ء ۲۴۴۶ء ۲۴۴۷ء ۲۴۴۸ء ۲۴۴۹ء ۲۴۵۰ء ۲۴۵۱ء ۲۴۵۲ء ۲۴۵۳ء ۲۴۵۴ء ۲۴۵۵ء ۲۴۵۶ء ۲۴۵۷ء ۲۴۵۸ء ۲۴۵۹ء ۲۴۶۰ء ۲۴۶۱ء ۲۴۶۲ء ۲۴۶۳ء ۲۴۶۴ء ۲۴۶۵ء ۲۴۶۶ء ۲۴۶۷ء ۲۴۶۸ء ۲۴۶۹ء ۲۴۷۰ء ۲۴۷۱ء ۲۴۷۲ء ۲۴۷۳ء ۲۴۷۴ء ۲۴۷۵ء ۲۴۷۶ء ۲۴۷۷ء ۲۴۷۸ء ۲۴۷۹ء ۲۴۸۰ء ۲۴۸۱ء ۲۴۸۲ء ۲۴۸۳ء ۲۴۸۴ء ۲۴۸۵ء ۲۴۸۶ء ۲۴۸۷ء ۲۴۸۸ء ۲۴۸۹ء ۲۴۹۰ء ۲۴۹۱ء ۲۴۹۲ء ۲۴۹۳ء ۲۴۹۴ء ۲۴۹۵ء ۲۴۹۶ء ۲۴۹۷ء ۲۴۹۸ء ۲۴۹۹ء ۲۵۰۰ء ۲۵۰۱ء ۲۵۰۲ء ۲۵۰۳ء ۲۵۰۴ء ۲۵۰۵ء ۲۵۰۶ء ۲۵۰۷ء ۲۵۰۸ء ۲۵۰۹ء ۲۵۱۰ء ۲۵۱۱ء ۲۵۱۲ء ۲۵۱۳ء ۲۵۱۴ء ۲۵۱۵ء ۲۵۱۶ء ۲۵۱۷ء ۲۵۱۸ء ۲۵۱۹ء ۲۵۲۰ء ۲۵۲۱ء ۲۵۲۲ء ۲۵۲۳ء ۲۵۲۴ء ۲۵۲۵ء ۲۵۲۶ء ۲۵۲۷ء ۲۵۲۸ء ۲۵۲۹ء ۲۵۳۰ء ۲۵۳۱ء ۲۵۳۲ء ۲۵۳۳ء ۲۵۳۴ء ۲۵۳۵ء ۲۵۳۶ء ۲۵۳۷ء ۲۵۳۸ء ۲۵۳۹ء ۲۵۴۰ء ۲۵۴۱ء ۲۵۴۲ء ۲۵۴۳ء ۲۵۴۴ء ۲۵۴۵ء ۲۵۴۶ء ۲۵۴۷ء ۲۵۴۸ء ۲۵۴۹ء ۲۵۵۰ء ۲۵۵۱ء ۲۵۵۲ء ۲۵۵۳ء ۲۵۵۴ء ۲۵۵۵ء ۲۵۵۶ء ۲۵۵۷ء ۲۵۵۸ء ۲۵۵۹ء ۲۵۶۰ء ۲۵۶۱ء ۲۵۶۲ء ۲۵۶۳ء ۲۵۶۴ء ۲۵۶۵ء ۲۵۶۶ء ۲۵۶۷ء ۲۵۶۸ء ۲۵۶۹ء ۲۵۷۰ء ۲۵۷۱ء ۲۵۷۲ء ۲۵۷۳ء ۲۵۷۴ء ۲۵۷۵ء ۲۵۷۶ء ۲۵۷۷ء ۲۵۷۸ء ۲۵۷۹ء ۲۵۸۰ء ۲۵۸۱ء ۲۵۸۲ء ۲۵۸۳ء ۲۵۸۴ء ۲۵۸۵ء ۲۵۸۶ء ۲۵۸۷ء ۲۵۸۸ء ۲۵۸۹ء ۲۵۹۰ء ۲۵۹۱ء ۲۵۹۲ء ۲۵۹۳ء ۲۵۹۴ء ۲۵۹۵ء ۲۵۹۶ء ۲۵۹۷ء ۲۵۹۸ء ۲۵۹۹ء ۲۶۰۰ء ۲۶۰۱ء ۲۶۰۲ء ۲۶۰۳ء ۲۶۰۴ء ۲۶۰۵ء ۲۶۰۶ء ۲۶۰۷ء ۲۶۰۸ء ۲۶۰۹ء ۲۶۱۰ء ۲۶۱۱ء ۲۶۱۲ء ۲۶۱۳ء ۲۶۱۴ء ۲۶۱۵ء ۲۶۱۶ء ۲۶۱۷ء ۲۶۱۸ء ۲۶۱۹ء ۲۶۲۰ء ۲۶۲۱ء ۲۶۲۲ء ۲۶۲۳ء ۲۶۲۴ء ۲۶۲۵ء ۲۶۲۶ء ۲۶۲۷ء ۲۶۲۸ء ۲۶۲۹ء ۲۶۳۰ء ۲۶۳۱ء ۲۶۳۲ء ۲۶۳۳ء ۲۶۳۴ء ۲۶۳۵ء ۲۶۳۶ء ۲۶۳۷ء ۲۶۳۸ء ۲۶۳۹ء ۲۶۴۰ء ۲۶۴۱ء ۲۶۴۲ء ۲۶۴۳ء ۲۶۴۴ء ۲۶۴۵ء ۲۶۴۶ء ۲۶۴۷ء ۲۶۴۸ء ۲۶۴۹ء ۲۶۵۰ء ۲۶۵۱ء ۲۶۵۲ء ۲۶۵۳ء ۲۶۵۴ء ۲۶۵۵ء ۲۶۵۶ء ۲۶۵۷ء ۲۶۵۸ء ۲۶۵۹ء ۲۶۶۰ء ۲۶۶۱ء ۲۶۶۲ء ۲۶۶۳ء ۲۶۶۴ء ۲۶۶۵ء ۲۶۶۶ء ۲۶۶۷ء ۲۶۶۸ء ۲۶۶۹ء ۲۶۷۰ء ۲۶۷۱ء ۲۶۷۲ء ۲۶۷۳ء ۲۶۷۴ء ۲۶۷۵ء ۲۶۷۶ء ۲۶۷۷ء ۲۶۷۸ء ۲۶۷۹ء ۲۶۸۰ء ۲۶۸۱ء ۲۶۸۲ء ۲۶۸۳ء ۲۶۸۴ء ۲۶۸۵ء ۲۶۸۶ء ۲۶۸۷ء ۲۶۸۸ء ۲۶۸۹ء ۲۶۹۰ء ۲۶۹۱ء ۲۶۹۲ء ۲۶۹۳ء ۲۶۹۴ء ۲۶۹۵ء ۲۶۹۶ء ۲۶۹۷ء ۲۶۹۸ء ۲۶۹۹ء ۲۷۰۰ء ۲۷۰۱ء ۲۷۰۲ء ۲۷۰۳ء ۲۷۰۴ء ۲۷۰۵ء ۲۷۰۶ء ۲۷۰۷ء ۲۷۰۸ء ۲۷۰۹ء ۲۷۱۰ء ۲۷۱۱ء ۲۷۱۲ء ۲۷۱۳ء ۲۷۱۴ء ۲۷۱۵ء ۲۷۱۶ء ۲۷۱۷ء ۲۷۱۸ء ۲۷۱۹ء ۲۷۲۰ء ۲۷۲۱ء ۲۷۲۲ء ۲۷۲۳ء ۲۷۲۴ء ۲۷۲۵ء ۲۷۲۶ء ۲۷۲۷ء ۲۷۲۸ء ۲۷۲۹ء ۲۷۳۰ء ۲۷۳۱ء ۲۷۳۲ء ۲۷۳۳ء ۲۷۳۴ء ۲۷۳۵ء ۲۷۳۶ء ۲۷۳۷ء ۲۷۳۸ء ۲۷۳۹ء ۲۷۴۰ء ۲۷۴۱ء ۲۷۴۲ء ۲۷۴۳ء ۲۷۴۴ء ۲۷۴۵ء ۲۷۴۶ء ۲۷۴۷ء ۲۷۴۸ء ۲۷۴۹ء ۲۷۵۰ء ۲۷۵۱ء ۲۷۵۲ء ۲۷۵۳ء ۲۷۵۴ء ۲۷۵۵ء ۲۷۵۶ء ۲۷۵۷ء ۲۷۵۸ء ۲۷۵۹ء ۲۷۶۰ء ۲۷۶۱ء ۲۷۶۲ء ۲۷۶۳ء ۲۷۶۴ء ۲۷۶۵ء ۲۷۶۶ء ۲۷۶۷ء ۲۷۶۸ء ۲۷۶۹ء ۲۷۷۰ء ۲۷۷۱ء ۲۷۷۲ء ۲۷۷۳ء ۲۷۷۴ء ۲۷۷۵ء ۲۷۷۶ء ۲۷۷۷ء ۲۷۷۸ء ۲۷۷۹ء ۲۷۸۰ء ۲۷۸۱ء ۲۷۸۲ء ۲۷۸۳ء ۲۷۸۴ء ۲۷۸۵ء ۲۷۸۶ء ۲۷۸۷ء ۲۷۸۸ء ۲۷۸۹ء ۲۷۹۰ء ۲۷۹۱ء ۲۷۹۲ء ۲۷۹۳ء ۲۷۹۴ء ۲۷۹۵ء ۲۷۹۶ء ۲۷۹۷ء ۲۷۹۸ء ۲۷۹۹ء ۲۸۰۰ء ۲۸۰۱ء ۲۸۰۲ء ۲۸۰۳ء ۲۸۰۴ء ۲۸۰۵ء ۲۸۰۶ء ۲۸۰۷ء ۲۸۰۸ء ۲۸۰۹ء ۲۸۱۰ء ۲۸۱۱ء ۲۸۱۲ء ۲۸۱۳ء ۲۸۱۴ء ۲۸۱۵ء ۲۸۱۶ء ۲۸۱۷ء ۲۸۱۸ء ۲۸۱۹ء ۲۸۲۰ء ۲۸۲۱ء ۲۸۲۲ء ۲۸۲۳ء ۲۸۲۴ء ۲۸۲۵ء ۲۸۲۶ء ۲۸۲۷ء ۲۸۲۸ء ۲۸۲۹ء ۲۸۳۰ء ۲۸۳۱ء ۲۸۳۲ء ۲۸۳۳ء ۲۸۳۴ء ۲۸۳۵ء ۲۸۳۶ء ۲۸۳۷ء ۲۸۳۸ء ۲۸۳۹ء ۲۸۴۰ء ۲۸۴۱ء ۲۸۴۲ء ۲۸۴۳ء ۲۸۴۴ء ۲۸۴۵ء ۲۸۴۶ء ۲۸۴۷ء ۲۸۴۸ء ۲۸۴۹ء ۲۸۵۰ء ۲۸۵۱ء ۲۸۵۲ء ۲۸۵۳ء ۲۸۵۴ء ۲۸۵۵ء ۲۸۵۶ء ۲۸۵۷ء ۲۸۵۸ء ۲۸۵۹ء ۲۸۶۰ء ۲۸۶۱ء ۲۸۶۲ء ۲۸۶۳ء ۲۸۶۴ء ۲۸۶۵ء ۲۸۶۶ء ۲۸۶۷ء ۲۸۶۸ء ۲۸۶۹ء ۲۸۷۰ء ۲۸۷۱ء ۲۸۷۲ء ۲۸۷۳ء ۲۸۷۴ء ۲۸۷۵ء ۲۸۷۶ء ۲۸۷۷ء ۲۸۷۸ء ۲۸۷۹ء ۲۸۸۰ء ۲۸۸۱ء ۲۸۸۲ء ۲۸۸۳ء ۲۸۸۴ء ۲۸۸۵ء ۲۸۸۶ء ۲۸۸۷ء ۲۸۸۸ء ۲۸۸۹ء ۲۸۹۰ء ۲۸۹۱ء ۲۸۹۲ء ۲۸۹۳ء ۲۸۹۴ء ۲۸۹۵ء ۲۸۹۶ء ۲۸۹۷ء ۲۸۹۸ء ۲۸۹۹ء ۲۹۰۰ء ۲۹۰۱ء ۲۹۰۲ء ۲۹۰۳ء ۲۹۰۴ء ۲۹۰۵ء ۲۹۰۶ء ۲۹۰۷ء ۲۹۰۸ء ۲۹۰۹ء ۲۹۱۰ء ۲۹۱۱ء ۲۹۱۲ء ۲۹۱۳ء ۲۹۱۴ء ۲۹۱۵ء ۲۹۱۶ء ۲۹۱۷ء ۲۹۱۸ء ۲۹۱۹ء ۲۹۲۰ء ۲۹۲۱ء ۲۹۲۲ء ۲۹۲۳ء ۲۹۲۴ء ۲۹۲۵ء ۲۹۲۶ء ۲۹۲۷ء ۲۹۲۸ء ۲۹۲۹ء ۲۹۳۰ء ۲۹۳۱ء ۲۹۳۲ء ۲۹۳۳ء ۲۹۳۴ء ۲۹۳۵ء ۲۹۳۶ء ۲۹۳۷ء ۲۹۳۸ء ۲۹۳۹ء ۲۹۴۰ء ۲۹۴۱ء ۲۹۴۲ء ۲۹۴۳ء ۲۹۴۴ء ۲۹۴۵ء ۲۹۴۶ء ۲۹۴۷ء ۲۹۴۸ء ۲۹۴۹ء ۲۹۵۰ء ۲۹۵۱ء ۲۹۵۲ء ۲۹۵۳ء ۲۹۵۴ء ۲۹۵۵ء ۲۹۵۶ء ۲۹۵۷ء ۲۹۵۸ء ۲۹۵۹ء ۲۹۶۰ء ۲۹۶۱ء ۲۹۶۲ء ۲۹۶۳ء ۲۹۶۴ء ۲۹۶۵ء ۲۹۶۶ء ۲۹۶۷ء ۲۹۶۸ء ۲۹۶۹ء ۲۹۷۰ء ۲۹۷۱ء ۲۹۷۲ء ۲۹۷۳ء ۲۹۷۴ء ۲۹۷۵ء ۲۹۷۶ء ۲۹۷۷ء ۲۹۷۸ء ۲۹۷۹ء ۲۹۸۰ء ۲۹۸۱ء ۲۹۸۲ء ۲۹۸۳ء ۲۹۸۴ء ۲۹۸۵ء ۲۹۸۶ء ۲۹۸۷ء ۲۹۸۸ء ۲۹۸۹ء ۲۹۹۰ء ۲۹۹۱ء ۲۹۹۲ء ۲۹۹۳ء ۲۹۹۴ء ۲۹۹۵ء ۲۹۹۶ء ۲۹۹۷ء

چار سو برس اس خاندان کی حکومت قائم رہی، اور اس کے ہاتھوں سنسکرت زبان و ادب کی امتیازی خدمتیں انجام پائیں، اس کا ساتھ ساتھ حکمران راجہ رنج سنسکرت کا بہترین شاعر اور شعراء اور اہل علم کا قدردان تھا، دھنجیا اور دھنگ اس دور کے بہترین شاعر گزرے ہیں اس کا بھتیجا راجہ بھوج مشائے میں پایہ تخت دھارا میں تخت نشین ہوا، محمود سے اس کی معرکہ آرائی ہوئی، وہ علم و ادب کا پرستار اور بہترین معنف تھا، بھوجپور کی عظیم الشان جھیل جو بھوپال کے جنوب مشرق میں ہے، ہزاروں میں بند باندھ کر دھائی سومریج میل میں تیار کرائی، پندرھویں صدی تک یہ جھیل قائم رہی نہ اس میں گجرات اور جدی کے متحدہ حملوں سے اس خاندان کی حکومت میں کمزوری آئی، تیرہویں صدی میں قبیلہ تمر نے ان کی جانی حاصل کی، پھر چوہان راجاؤں نے اس پر قبضہ کیا، اور مسلمانوں کے قبضہ میں اس سرزمین کے وسیع علاقہ کے چلے جانے کے باوجود کہیں نہ کہیں چوہان راجاؤں کے اثرات قائم رہے، یہاں تک کہ ۱۵۷۱ء میں اکبر نے اس خاندان کے نام و نشان کو مٹایا۔ اور مالوہ مرکزی حکومت سے ملحق ہو گیا۔

دکن کی حکومتیں | دکن کا اطلاق دریائے نرپدا کے جنوب کے اس حصہ ملک پر کیا جاتا ہے جس میں بیشتر تنگلی بولنے والے لوگ آباد ہیں اور یہی ہیں مہاراشٹر بھی شامل کر لیا جاتا ہے خاندان اندھرا | اس حصہ ملک پر ساڑھے چار سو برس یعنی ۲۲۵ء تک اندھرا خاندان کی حکومت رہی، کنو خاندان کے بھی یہی جانشین رہے یہ دکنی علاقہ شمالی ہند سے عہد قدیم میں اس سے بیشتر زمانوں میں جدا رہا، شمالی ہند کی مشہور قدیم حکومتوں کے بیشتر حکمران یہاں تک نہیں پہنچ سکے، صرف موریہ خاندان ہی ایسا تھا جس کو انھوں نے اپنا حاکم اعلیٰ تسلیم کیا تھا، اشوک کے بعد یہ جلد ہی اقتدار غلی کے بھی مالک بن گئے تھے۔ بچن سری اس خاندان کا آخری حکمران تھا

دنا چلیکیا خاندان | چھٹی صدی عیسوی میں دکن نے چلیکیا خاندان کے ہاتھوں عروج

جمل کیا، اس خاندان کی حکومت کی بنیاد پلکین اول نے ۷۵۰ء میں ضلع سجاپور کے مقام قنچی میں ڈالی، اس کے لڑکوں کیرتی ورس اور نیگیس نے مشرق و مغرب میں حکومت کے حدود بڑھائے پھر پلکین دوم ۷۸۰ء میں حکمران ہوا، اس نے اپنی فوجی طاقت سے راجہ ہرش کے حملہ کو روکا، دوسری طرف ۸۲۶ء میں اس کے تعلقات ایران کے خسرو دوم سے وابستہ ہوئے، جتنا کے غارنبر میں ایرانی سفیر کے ہندی بادشاہ کے سامنے اپنے وکالت نامہ کے پیش کرنے کا منظر دکھایا گیا ہے، اختیا کی نقاشیاں اس خاندان کی لازوال یادگار ہیں، ۸۷۲ء میں پلو خاندان کے راجہ نرسہور من نے اس کے جدید پایہ تخت ناسک میں اس کا خانہ کیا، مگر وہ چند سال سے زیادہ جنوبی ہند پر قبضہ نہ رکھ سکے، پلکین کے لڑکے بکرماجیت اول نے ۹۵۵ء میں اپنی حکومت نئے سرے سے قائم کر لی اور بکرماجیت دوم نے ۹۷۵ء میں پلو خاندان کے قدیم دارالحکومت پر بھی قبضہ کر لیا، وناپی شاہان چلیکھ کا زمانہ ۹۵۵ء سے ۹۸۵ء تک رہا اور اس دور میں ۹ حکمران گزرے۔

شاہان ریشٹر کوٹ | اس کے بعد اچا آٹھویں صدی میں چلیکھا خاندان کی ایک دوسری شاخ ریشٹر کوٹ کو ۹۳۵ء میں عروج ہوا اس نے وناپی چلیکیوں کی حکومت ختم کی، وناپی لڑکا اس خاندان کی حکومت کا بانی تھا، پھر کرشن اول ۹۶۱ء کو بند دوم، دھرو گو بند سوم (۱۰۱۵ء - ۱۰۳۵ء) اور گویش (۱۰۳۵ء - ۱۰۵۵ء) گزرے، آخر الذکر پایہ تخت کو ناسک سے مانیا کھیت لے گیا، جس کو عرب مورخین ماکھیر کہتے ہیں، اور آج کل سلطان نظام میں ماکھیر کے نام سے موجود ہے، اس خاندان کا آخری راجہ گاد دوم تھا۔ ان کا دور حکومت ۱۰۵۵ء سے ۱۱۰۰ء تک رہا، جس میں ۱۲ افراد ردا گزرے،

اس زمانہ میں عربوں کی حکومت سندھ میں قائم ہو چکی تھی، ریشٹر کوٹ ایک طرف گوجروں سے لڑائیاں کرتے رہے، اور دوسری طرف مسلمانوں سے خوش گوار تعلقات قائم رکھے، اس کی وجہ سے مسلمان سوداگر اور سیاح ہندوستان کے مغربی حصہ میں آتے جاتے رہے، سیلیاں تاجر نے بلہرا کو یعنی ولہ جو اس خاندان کے راجاؤں کا لقب تھا، ہندوستان کا سب سے بڑا بادشاہ لکھا ہے، کرشنا اول کے عہد کے مندر الورا، کیلاس تعمیر ہی ہتھریں

یا دگاریں ہیں، اس زمانہ میں ان سلطنتوں میں جو لڑائیاں ہوئیں، ان میں برہمن اور بودھ مذہب کی عصیتیں زیادہ تھیں، اور اس کی وجہ سے وحشیانہ اور خورخوارانہ حرکتیں بھی سرزد ہوئیں۔

کلینی شاہان چلیکیا | ریشٹر کو رٹ کے بعد چلیکیا ہی کا تیسرا خاندان راجہ تیل کی سرکردگی میں برسرِ اقتدار آیا، ایک دور ایسا بھی آیا، جب چول خاندان کے حکمران نے اس خاندان کی مملکت کو روند ڈالا، مگر مختلف سیاسی عروج و زوال کے ساتھ اس خاندان کے حکمرانوں کی حکومت بارہویں صدی تک قائم رہی، اسی دور میں چلیکیا خاندان کی ایک اور شاخ کلیمان میں برسرِ اقتدار آئی، اور ۹۱۷ء اس حکومت کا بھی خاتمہ ہو گیا،

یہی زمانہ ہندوستان میں بودھ اور جین مذہبوں کے زوال و انحطاط کا ہے۔ اسی زمانہ میں ایک نیا فرقہ ۶۷۱ء میں لنگائیٹ پیدا ہوا جو برہمنوں سے چند امور میں بنیادی اختلاف رکھتا تھا۔ لیکن۔ شمالی ہند کی طرح جنوبی ہند میں بھی برہمن مت کو کوٹنے سے عروج ہو چکا تھا۔

ہوسل خاندان | ہوسل خاندان کی حکمرانی کا زمانہ ۹۷۳ء سے ۱۱۹۷ء تک رہا۔ اس میں گیارہ فرمانروا گذرے۔ بارہویں اور تیسری صدی کے دوران میں ہوسل خاندان نے میور میں بھی اقتدار حاصل کیا، ان میں راجہ بتی دیور ۱۱۷۱ء سے ۱۱۷۷ء تک نام پیدا کہ وہ جین مت کا پیرو ہو گیا تھا، چول خاندان نے جینی مندروں کو جو برباد کیا تھا اس نے ان کی دینی کرائی اور اس مذہب کی ترقی ہوئی، مگر آگے چل کر اسی کے زمانہ میں مشہور مصنف رامنچ کی تحریک کو مقبولیت ہوئی، یہ راجہ بھی ان کا پیرو ہو گیا، اور برہمن مت کو نئے سرے سے اقتدار حاصل ہوا، اور اس نے اپنا نام دشنودروہن رکھ لیا۔ اسی سلطنت کا خاتمہ ۱۱۹۷ء میں ملک کا فور کے ہاتھوں سے ہوا۔ اور ۱۱۹۷ء میں اس کا پایہ تخت بھی برباد ہو گیا۔

سلطنت خاندان یادوا۔ اسی زمانہ میں دیوگری (دولت آباد) میں یادو خاندان

کو عروج ہوا، اس میں راجہ بھٹم اور راجہ سنگھن (سنہ ۱۲۹۴ء) امتیاز رکھتے ہیں، سنہ ۱۲۹۴ء میں علاء الدین خلجی نے اس پر حملہ کیا راجہ رام چند نے چھ سو جن موٹی، دو سو چار ہزار دسے کر اپنی جان بچائی، سنہ ۱۳۰۶ء میں ملک کانور نے اس پر دوبارہ حملہ کیا اور اس نے حملہ آوروں کی کامل اطاعت قبول کر لی، یہ دکن کا آخری ہندو خود مختار حکمران تھا سنہ ۱۳۰۶ء میں اس کے داماد ہیر پال نے سر اٹھایا، مگر گرفتار کر کے مار ڈالا گیا، اور اسی پر سلطنت یا دود کا خاتمہ ہوا۔

یادو خاندان کی حکمرانی کے دور میں سنسکرت کے مشہور مصنف ہادوتھ نے ادب کی نمایاں خدمت انجام دی، ہندوؤں کے قانون پر بھی اس کی تصنیفات ہیں، اس کی تصنیفات سے یادو خاندان کی یا قنا زہ ہے۔

جنوبی ہند کی حکومتیں | دکن کی سطح مرتفع کے بعد سے اس کی تاریک کا علاقہ جنوبی ہند کہا جاتا ہے اس میں وہ ساحلی جھٹے بھی ہیں جو جدید اصطلاح میں مغربی و مشرقی گھاٹ کہے جاتے ہیں، اس وسیع علاقہ میں احاطہ مدراس کے ضلع وڈیگا پٹم و گنگنام، میسور و کونچ اور ٹرانسکو رکی ویسی ریاستیں شامل ہیں۔

تا ملک | یہ حصہ دراصل تامل قوم اور اس زبان کے بولنے والوں سے آباد ہے، اور اسی وجہ سے قدیم زمانہ میں یہ تاملک یعنی تامل قوم کا ملک، کہا جاتا تھا، تا ملک کی شمالی حد شہر مدراس سے ذرہ اور مشرقی ساحل پر پل کٹ تھی اور مغربی ساحل میں بنگلہ کے قریب محالنگ پھر یہ علاقہ شمال مشرقی میں شہر تلورنگ اور شمال مغرب میں منگلور سے جنوب دریائے چندر گڑ کی تک وسیع ہو گیا۔

تین سلطنتیں | جنوبی ہند کے تعلق قدیم روایات و آثار سے جو کچھ تاریخی مواد فراہم ہو سکا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تامل سرزمین میں صرف تین ہی سلطنتیں پانڈیا، چول، اور چیرا کرل قائم تھیں۔

سلطنت پانڈیا | سلطنت پانڈیا شمال و جنوب میں دلا و علاقہ کوئی کسی اس کی

تنگ اور شرق و مغرب میں ساحل کارر منڈل سے درہ اچھنکو دل تنگ جو ٹراونکور میں دہلا
 کا رستہ ہی۔ وسیع تھی، اس طرح اس میں مدر اور تادلی کے ضلاع اور ترچنا پٹی کے کچھ
 حصے شامل تھے، کبھی ٹراونکور کے جنوبی حصے بھی آ جاتے تھے، یہ سلطنت پانچ ریاستوں میں
 تقسیم تھی، اور موجودہ اصطلاح کے لحاظ سے ان میں وفاق قائم تھا، ان وفاق ریاستوں کے
 سردار ”پانچ پانڈیا“ کہے جاتے تھے، قدیم زمانہ میں اس سلطنت کا صدر مقام ضلع مدر کے
 مشرقی ساحل پر ایک جنوبی شہر مندر تھا، پھر ایک دوسرا مقام کورکئی پائے تخت بنا، یہاں
 جزبی ہنر کا تمدن بہت پھولا پھلا۔ اب ضلع تادلی میں دریائے تارا پر نی کے کنارے
 یہ شہر ایک معمولی سا گائوں ہو کر رہ گیا ہے، کبھی بہارم بندرگاہ اور موتیوں کی تجارت کا
 مرکز تھا۔ ساتویں صدی تک اس کی تجارتی اہمیت قائم رہی، لیکن پہلی صدی عیسوی میں
 سلطنت کا مستقر مدر ہو گیا تھا اور اس کا تجارتی کاروبار ایک نئے بندرگاہ کایل کی طرف
 منتقل ہو گیا جو صدیوں تک ایشیا کی سب سے بڑی مٹی رہا مگر قدرتی تبدیلیوں سے آگے
 چل کر پڑگالپوں نے ایک دوسرا بندرگاہ تھی کورن بنایا، کایل میں اب مسلمان اور دیسی عیسائی
 ماہی گیروں کی آبادی باقی رہ گئی ہے۔

سلطنت پانڈیا کے تعلقات رومنہ افریقا سے بھی قائم تھے، مشرق میں شاہ ٹیڈیاں
 کا سفیر گیسس سیرز کے پاس پہنچا تھا، تیسری صدی عیسوی تک ان دونوں حکومتوں میں تجارتی تعلقات
 قائم رہے۔

تامل ادبیات میں جن سلاطین پانڈیا کا ذکر آیا ہے۔ ان میں دوسری صدی کے پندرام حلیہ
 کے ادیب: جھل ہے۔ مدر میں علوم کی ایک اہم درس گاہ منگم قائم تھی جس نے تامل زبان کا بہترین
 ادب پیدا کیا اور بدو کی تصنیف ”کرل“ پہلی صدی عیسوی سے کچھ پہلے کی یادگار ہے، سیون
 سو تک ۶۴ء میں جنوبی ہند میں گیا تھا، مگر سلطنت پانڈیا کے حدود میں نہ جاسکا۔ کچھ ہنسائی
 تاہم درج کی ہیں، دسویں صدی عیسوی میں سلطنت پانڈیا نے آٹھویں صدی تک کیل کے بعد سلطنت چول کے
 عروج کے بعد اس کی تہذیب کو تسلیم کر لیا، اور یہ ایک باج گزار ریاست بن گئی۔ اس کے آگے کے زمانہ
 میں شالہ سے ۶۷۷ء تک، شالان پانڈیا کے نام سے پڑے ہیں

سلطنت چول | سلطنت چول کے حدود مشرق میں ساحل کارو منڈول کے ساتھ لور سے پد کوئی تک اور مغرب میں کمرگ تک قائم تھے۔ ان حدود میں زمانہ حال کی تقسیم کے لحاظ سے مشرق میں ضلع مدراس اور انڈین یونین کے چند اضلاع اور ریاست میسور کا ایک بڑا حصہ آگیا تھا۔ اس کا پایہ تخت اُرمور یعنی قدیم تر چنایلی تھا، اس سے پہلے منلور نام کی کوئی آبادی مستقر تھی، اتنا زبان اس سلطنت کی بھی ملتی زبان تھی، پہلی دوسری صدی عیسوی میں چول کے تجارتی بندرگاہ ساحل کارو منڈول بنے ہوئے تھے اور تجارتی بیڑے دم دیوان، مہسرا ملایا کے جمع اکھنڈ اور وغیرہ سے آمدورفت رکھتے تھے ان کا ایک اہم بندرگاہ دیبائے کا دیری کے وہاں پر کا در پیم تھا، راجہ کرکال نے اس بندرگاہ کو آباد کیا تھا، دوسری صدی عیسوی میں سلطنت چیرے اس کے اقتدار کو نقصان پہنچایا، مزید شمال پلوخاندان کے ہاتھوں آیا، یہاں تک کہ اسی موزالڈ کرخاندان کے ۴۰۰ء میں خاتمہ کے بعد چول سلطنت نے نئی زندگی پائی، نویں صدی میں وجیالیا نے نئی زندگی ڈالی، پرال تک اول ۹۰۰ء میں تخت نشین ہوا، اُس نے سلطنت پانڈیا کے دار السلطنت مدراکو فتح کیا۔ پھر لنکا پر فوج کشی کی۔ پھر ۹۸۵ء میں راجہ دیوا علم نے اس سلطنت کو جنوب کی سب سے بڑی سلطنت بنادیا۔ اس کے حدود میں احاطہ مدراس کا پورا علاقہ اور لنکا اور میسور کا بڑا حصہ شامل تھا۔ ۱۱۰۰ء میں اس کا بیٹا راجہ راجندر تخت نشین ہوا، اس کا جنگی میراظیم تھا چند جزائر پر بھی اس نے قبضہ کیا۔ اب اس سلطنت کا مستقر تنجور تھا، یہاں کا عظیم الشان مندر اسی کا تعمیر کرایا ہوا ہے جس میں پچیسویں صدی جلوس کی فتوحات کی نقودیں بھی کندہ ہیں اس میں مذہبی رواداری تھی، اس نے پنگ پیم کے بندرگاہ پر برہمنوں کو بودھ مت کا مندر تعمیر کرنے کی اجازت دی، ۱۲۶۰ء تک یہ مندر قائم تھا، مگر پارویوں نے اس کو برباد کر کے اس کے بلے سے کلیڈا تعمیر کرائے، ۱۸۰۰ء کے بعد اس سلطنت کے جنگی بیڑے نے خلیج بنگال کو عبور کر کے پیگو کے قدیم پایہ تخت کدم کو فتح کیا اور چند اور بندھوں پر بھی قبضہ جمایا اور سلطنت پیگو سلطنت چول کا ایک حصہ بن گئی۔ یہ فتوحات ۱۲۵۰ء سے ۱۲۷۰ء کے اندر ہوئے پھر جزائر نکوبار اور انڈمان قبضہ میں آئے۔

تذکرہ کے نام سے کوچین سے ۲۸ میل مشرق، شمال مشرق میں موجود ہے، پھر اس کا پانچویں
تذکرہ میں کلم بنا، پھر سرزمین کونگو بھی اسی سلطنت کے حدود میں آگئی۔ اسی سلطنت کی سیاسی تاریخ
دوسری صدی عیسوی سے آگے دریافت نہ ہو سکی ہے۔ قدیم حکمرانوں میں راجہ چین کتوں کا حال
معلوم ہو سکا ہے۔ پھر ٹراڈنگور کے راجاؤں کا حال ۱۲۵۰ء تک معلوم ہو سکا ہے، پھر ٹراڈنگو
کے راجاؤں کا حال ۱۲۵۰ء تک معلوم ہو سکا اور اس کے بعد دو صدیوں کے راجاؤں کا تقریباً
مکمل فہرست تیار ہو سکی ہے۔

تاہم کلم یعنی تامل کی ان تین سلطنتوں کی سرزمین کا تمدن، تہذیب، مذہب اور رہن بہن
شمالی ہند سے مختلف تھا۔ اس کا اندازہ تامل زبان کی ان قدیم نظموں سے ہوتا ہے جو پہلی
سے تیسری صدی عیسوی تک میں لکھی گئی ہیں، ان سے معلوم ہوتا ہے کہ شمالی علاقے سے آئے
ہوئے لوگوں نے جو مدر اور وغیرہ میں آباد ہو گئے تھے۔ شمالی ہند کے تمدن، معاشرت، اور
تہذیب، ہندو رسوم اور ذات پات کی تقسیم کو رد اور دینا چاہا۔ مگر ان کی سخت مخالفت
کائی، اسی طرح ان کا مذہب "دیو پرستی" تھا، مگر آگے چل کر رفتہ رفتہ شمالی ہند کے اثرات
یہاں پہنچے، ان کی "دیوینی کتونی" نے شیوہ جی کی ہستری درگا کی جگہ حاصل کر لی۔ برہمنی مذہب
کے ساتھ چین اور بودھ مت آگے چل کر روشناس ہوئے، چین مذہب کا اثر سب سے
پہلے عبید میں داخل ہوا، جہاں شمالی ہند کے نقطہ سے پریشان ہو کر لوگ جذبے تھے۔ یہیں ان
کے مذہبی پیشوا بعد رہا ہونے چین مت کے اتباع میں اپنے کو برت رکھ کر ہلاک کیا، جنوبی
ہند کے چینی اس کو پیشوا مانتے ہیں، سنہ ۱۰۰۰ء میں یہاں مذہب میور میں سب سے زیادہ فروغ
تھا، اسی طرح بودھ مت یہاں ہمارا جہنم شک کے ملتوں کے ہاتھوں پہچا، چند صدیوں میں
اس کو فروغ حاصل ہوا، مگر وہ حکمران مذہب کی حیثیت کبھی یہاں اختیار نہ کر سکا، ساتویں صدی
عیسوی سے اس کو زوال آیا اور چین اور برہمنی مت نے اس کی جگہ لے لی، پھر برہمنی مذہب
کہ یہاں اس قدر فروغ حاصل ہوا کہ شمالی ہند سے زیادہ ذات پات کی پابندیاں پھیل گئیں
ورنہ قدیم تامل قوم میں اونچ نیچ ذاتوں میں کوئی تمیز نہ تھی ان میں انسانوں کی پانچ مجلسیں
یا تقسیم تھیں، عوام الناس، مذہبی پیشوا، منجم، طبیب اور وزراء سلطنت لیکن ان میں

اسی دور میں کانچا میں آیا، اس عہد کی قدیم یادگار مال پورم کے سات مندر ہیں جو آج کل دھرم راج رتھ کے جاتے ہیں، پلو خاندان کے آخری راجہ دوسری بڑی سلطنتوں کے باج گزار بن گئے، تیرھویں صدی تک ان کی حکمرانی رہی، لیول پھوٹے امر استرھویں صدی تک پائے گئے ہیں اس کے بعد پلو کا امتیازی نام ختم ہو گیا۔ اور وہ کلر، پٹی اور دلال آؤں میں ضم ہو گئے۔

پد کوتی کی باج گزار ریاست کا راجہ جو کلر قبیلہ کا مسلم سردار ہے۔ اب تک اپنے کدہ راجہ پلو کہتا ہے، اور اسی قدیم شاہی خاندان کی اولاد میں سے ہونے کا دعویدار ہے، اور جو زمین ان کے اس دعوے کی تاریخی اور معاشرتی عادات و خصائل کی بنیاد پر تصدیق و تائید کرتے ہیں، اس طرح اگرچہ "اسلامی فتوحات کا سیلاب" اس خاندان کا خاتمہ نہ کر سکا، لیکن اسلام کے روحانی اثرات سے وہ بے نیاز نہ رہ سکا۔ جس کی حکومت صرف جسم اور ملک پر نہیں دل، دماغ، ضمیر اور عقیدہ پر چھا جاتی ہے

۱۔ تہذیب و تاریخ ہند ۶۰۲ و ۷۱۲-۷۲۲ء ہند کا قدیم مرقع تیار کرنے میں اسٹھ کا منجم قدیم تاریخ ہند،

تاریخ ہند مرتبہ ہاشمی (دکٹر کفرڈ ہسٹر کا آئی انڈیا خاص طور پر سامنے رکھا،

ہندوستان میں مسلمانوں کی حکومت سے پہلے



پُر امن اسلامی نوآبادیاں

ہندوستان میں اسلام کے روحانی فتوحات کے اثرات کے مظاہر یہاں مسلمانوں کے کئی فتوحات سے زیادہ روشن اور نتیجہ خیز رہے ہیں۔ اگرچہ قایم ہند کی سیاسیات اور سلطنتوں کے عروج و زوال اور مختلف قدیم حکومتوں کے خاتمہ کے ضمن میں ہندوستان سے مسلمانوں کی دستیابی کا ذکر جیسا کہ اوپر گزرا تا تاریخ میں کشور کشاؤں کے لباس میں آتا ہو لیکن دراصل ہندوستان میں مسلمانوں کے داخلہ کا تعلق ان کشور کشاؤں سے نہ تھا، بلکہ ان کے فاتحانہ داخلہ سے بہت پہلے اسلام کا پیام اس دیار میں پہنچ چکا تھا اور اپنے غیر فانی نقوش قائم کر چکا تھا، جس طرح آریوں کے مختلف قافلے ہندوستان میں مختلف ہوتوں پر آتے رہے، اسی طرح عربوں اور ترکوں کے قافلے بھی جو اسلام قبول کر چکے تھے، سرزمین ہند میں آئے اور یہاں مسلمانوں کی حکومت قائم ہونے سے پہلے رہ بس گئے ہیں مسلمانوں کی یہ پر امن آبادیاں شمالی و جنوبی ہند دونوں میں قائم ہوئیں اور ان کے مستند تذکرے تاریخ کے صفحات میں محفوظ ہیں، اگرچہ وہ اتنے روشن نہیں، کہ مغربی معنیفین اور ان کے نقش قدم پر چلنے والے ہندوستانی مورخین کی نگاہ میں آسکے ہوں، چنانچہ جنوبی ہند کی تاریخ کے محقق مسٹر سندھام پلے جوڑا نکور کے باشندے ہیں۔ اپنے حلقہ ملک کے متعلق لکھتے ہیں :-

”یہاں اسلامی فتوحات کے سبب لاپ کا بہت کم اثر پڑا ہے۔ اس لیے سیدھے

ایسا ہو کہ ہندوستان بھری ہیں کسی بیرونی اثر نے کام نہیں کیا اور میں ہندوستان
کو دیہی حیثیت میں دیکھا جاسکتا ہو، ... جہاں ہندوستان کے قدیم ترین اقوام کے
نرمبہ، قوانین، رسوم، اور ادب و ادوار کے زندہ جاوید نمونے موجود ہیں۔

حالات کہ یہی علاقہ جولائی محقق کے خیالی میں "بیرونی اثرات" سے محفوظ رہا۔ عربوں
کے اثر سے سب سے پہلے متاثر ہوا۔ یوں تو "عرب و ہند کے تعلقات" کا سراغ عہد قدیم
سے لگایا گیا ہے اور اس موضوع پر محققانہ مستقل تصنیف چھپ چکی ہے، اور عہد قدیم میں
ان دونوں کے تجارتی، علمی اور مذہبی تعلقات کا تفصیلی مرقع ہماری نگاہوں کے سامنے
آچکا ہے، لیکن عرب میں ظہور اسلام کے بعد جو دور آیا۔ اس کے مذہبی و اخلاقی انقلاب کے
اثرات بھی ان ہی واسطوں سے جلد سے جلد بیان پہنچ گئے اور اس کا زمانہ درہ خیر سے
آنے والے کشور کشادوں سے صدیوں پہلے گزرا ہے، تیسری صدی ہجری (دویم صدی
عیسوی) کے ایسے عرب سیاحوں اور تاجروں کے سفر نامے اور جغرافیہ کی کتابیں ہندوستان
کے متعلق موجود ہیں، جو ہندوستان میں آتے جاتے رہے، سلیمان تاجر (۲۳۶ھ)
ابن خرداد بہ (۲۵۵ھ) ابوزید حسن سیرانی (۲۶۲ھ) بزرگ بن شہریار۔
(۲۸۳ھ) ابودلف معرب بن مہمل (۳۳۱ھ) مسعودی (۳۴۳ھ) صنفی (۳۴۷ھ)
ابن حوقل (۳۵۰ھ) بشاری مقدسی (۳۵۵ھ) البیرونی (۳۵۸ھ) ادرابن بطوطہ
(۷۴۹ھ) کے قلم کی ایسی دستاویزی ہمارے ہاتھوں میں موجود ہیں جن کے معلومات
و مباحث و بیانات ہندوستان کے چینی سیاحوں سے زیادہ اہم اور کارآمد ہیں، لیکن
یورپ کے مورخین نے ہندوستان کی تاریخ کی ترتیب میں ان پر نگاہ نہیں ڈالی، اس
لیے ابھی تک وہ ایسے روشناس نہیں کہ ان کے معلومات سے ہندوستان کی تاریخ کی
کی کڑیاں صحیح طور پر ملانی جا سکیں۔

عرب تاجروں اور جغرافیہ نویسوں کی ان اہم تصنیفات میں ہندوستان کی تاریخ
کا بیش بہا خزانہ موجود ہے۔ زمانہ حال میں ہندوستان کے مسلمانوں نے ان پر

توجہ کی ہو، اور توقع ہو کہ ان کے ہاتھوں سے تائیخ ہند کی نئی کڑیاں جڑ جائیں گی، ان سرعہ تحقیق کی تصنیفات میں ہندوستان کی ان پُرانی آبادیوں کا ذکر تفصیل سے آیا ہو، جو اسلامی حملوں سے پہلے یہاں قائم ہو چکی تھیں، اور اپنے مذہب، روحانی اور اخلاقی اثرات سے یہاں کے باشندوں کو متاثر کرتی رہیں اور اس زمانہ کے برہمنی، بودھی اور عینی راجاؤں نے ان کا اور ان کے معتقدات کا احترام کیا، اور ان سے نئی باتیں سیکھیں اور ہندو والوں کو سکھائیں۔

لنکا | ہندوستان میں پہلے آبادیوں کا آغاز جزیرہ سرندیب (لنکا) سے ہوا۔ جہاں مسلمان درویش قدم قدم کی زیارت کے لیے پہلی مرتبہ آئے، یہ ساتویں صدی کے آغاز میں منسلکہ کا دہہ ہو، یہاں بڑوں کی آمد و رفت اسلام کے پہلے سے قائم تھی، اس لیے اسلام کے طور کے ساتھ ہی ان ہی عربوں کی زبانی سراندیب کے راجہ اور عوام کو اسلام اور مسلمانوں کا حال سب سے پہلے معلوم ہوا، اور فرشتہ کا بیان تو یہ ہو کہ اس بودھ مت کے پیرو راجہ نے اسی وقت اسلام قبول کر لیا، بہر حال اس کا میلان مسلمانوں کی طرف غیر معمولی رہے۔ راجہ نے تھا اور عجائب الهند کے مصنف کے بقول اس نے تحقیق حال کے لیے عرب میں اپنے سفیر بھی بھیجے تھے جن میں سے ایک واپس آسکا، اور اس نے یہاں صحیح حالات بیان کئے، بلا ذکر (۷۹) کا بیان ہو کہ یہاں کے حکمران نے ان مسلمان عورتوں اور لڑکیوں کو پہلی صدی ہجری میں عراق روانہ کیا۔ راجن کے باپ اس جزیرہ میں تجارت کرتے تھے اور بے والی ویشا جھوڑ کر گئے تھے، یہ لنکا میں مسلمانوں کی پہلی نو آبادی تھی۔

مالدیپ | مسلمانوں کا دوسرا مرکز جزیرہ مالدیب تھا۔ یہاں بہت پہلے سے اسلامی نو آبادی قائم ہوئی، اس پر کبھی فوج کشی نہیں کی گئی۔ مگر آٹھویں صدی ہجری میں اس جزیرہ کے سارے رہنے والے خواہ عرب ہوں، یا دیسی باشندے مسلمان تھے جو شیخ ابو البرکات کے ہاتھ پر یہاں کے آخری راجہ شنورازہ کے اسلام قبول کرنے پر مسلمان ہو گئے تھے۔ اسے نو مسلم راجہ نے یہاں کی مسجد پر یہ کتبہ کندہ کرایا،

ٹراونکور | اسی طرح خاص ٹراونکور کے شہر کولم میں مسلمانوں کا ایک محلہ آباد تھا جس میں ان کی جامع مسجد بھی تھی۔

کارونڈل | جنوبی ہند میں مسلمانوں کی چوتھی نوآبادی کارونڈل (ممبر) میں قائم ہوئی، یہاں مسلمانوں نے دوسری نوآبادیوں کے خلاف امور مملکت میں بھی نمایاں حصہ لیا۔ ساتویں صدی ہجری میں یہاں کا دیوان سند پانڈے راجہ بن بیٹھا، اور ملک تقی الدین بن عبدالرحمن طیبی اس راجہ کا وزیر و مشیر خاص مقرر ہوا۔ تقی الدین کے بھائی، جمال الدین ابراہیم سے ۱۲ سو عربی گھوڑے ہر سفر میں لاکر رہنے کا معاہدہ قائم تھا، سند پانڈے کی وفات کے بعد یہ سلطنت اس کے مشیروں اور نائبوں میں بٹ گئی اور جمال الدین وزارت کی سند پر آگیا، مارکو پولو اس کے بعد یہاں آیا۔ اس نے گھوڑوں کے یہاں لانے کا ذکر کیا ہے۔ جنوبی ہند پر علاؤ الدین خلجی کا حملہ اس کے بعد ہوا، اس موقع پر یہ بات بھلائی نہ جائے گی، کہ خلجی کی ترکی فوجوں کے مقابلہ میں راجہ کی جو فوج لڑی اس میں عراقی و عرب مسلمان بھی تھے اس طرح سمندر کی راہ سے آنے والے مسلمانوں نے درہ خیبر سے آنے والے ترکی مسلمانوں کا پہلی مرتبہ ہند کی سرزمین پر ہندو راجا کی طرف سے ”ہندو حکومت“ کی حمایت میں تلوار چلائی، خسر نے خزانہ انصاف میں ان مسلمان مددگاروں کو بڑا بھلا کہا ہے۔ مگر وہ عرب مسلمان اس حقیقت سے آگاہ تھے، کہ یہ کوئی مذہبی لڑائی نہیں تھی، یہ کشور کشائی کی جنگ تھی، اور اس کو خالص ملکی حیثیت حاصل تھی، معاہدہ کے رو سے وہ باندھے تھے، کہ یہاں کی حکومت کی طرف سے حملہ آوروں کا مقابلہ کریں، چاہے وہ جن نسل اور عقیدہ کے لوگ ہو۔

گجرات و ممبئی | عربوں کا پانچواں مرکز گجرات، کاٹھیاواڑ، کچھ اور کوکن کا علاقہ تھا، جہاں ولہر رائے یا عربوں کے محبوب راجہ بہر کی حکومت تھی۔ سلیمان تاجر کے بیان کے مطابق یہاں کے راجاؤں سے مسلمان سوداگروں کے بڑے اچھے تعلقات قائم تھے،

یہاں عربوں کی آبادیاں کثرت سے قائم ہوئیں۔ اسی طرح طاقن ردکھنی دکن کے حکمران بھی ان کے دوست تھے البتہ اگر گوہر حکمران سے اچھے تعلقات نہ تھے، بزرگ بن شہر یار نے یہاں کی بہت سی مسلم نوآبادیوں کا ذکر کیا ہے۔ محمد بن مسلم سیرانی میں سال تک تھانہ لمبی، میں مقیم رہا، چیمور میں بھی لوگ آباد تھے گو کہ راجہ کامشیر ایک مسلمان موسیٰ نامی تھا۔ گجرات میں مسلمانوں کے مقدمات کے فیصلہ کے لیے ایک مستقل مسلمان قاضی حکومت کی طرف سے رہتا تھا، اس کو اصطلاح میں "ہنرند" کہتے تھے، مسلمانوں کے سارے مقدمے اسی کی عدالت میں جاتے تھے چیمور میں راجہ کی طرف سے عباس بن ماہا ہنر مند مقرر تھا، سودی ۳۰۴ء میں چیمور آیا، وہ کہتا ہے، اس راجہ کی حکومت میں اسلام معزز اور محفوظ ہے مسلمانوں کی مسجدیں اور جامع مسجدیں بنی ہوئی ہیں۔ یہاں کے راجاؤں کا عقیدہ ہے کہ وہ چالیس چالیس پچاس پچاس برس اپنے اسی عدل و انصاف کی بدولت حکومت کرتے ہیں۔ جو وہ مسلمانوں کے ساتھ روادار کہتے ہیں، سودی نے چیمور میں مسلمانوں کی آبادی دس ہزار لکھی ہے، جن میں سے بیشتر بیا سہرہ کے جاتے تھے، یہ عربی و ہند فوجوں کی ملی ہوئی نسل سے تھے اور ان کا مولد ہندوستان تھا۔ ان کے علاوہ سیران عمان، بصرہ، اور بغداد وغیرہ کے لوگ آباد تھے، بیا سہرہ میں سے موسیٰ بن اسحق جیسے معزز سوداگر اور سعد بن زکریا ہنر مند چیمور وغیرہ تھے، اسی طرح تھانہ زرد لمبی، میں کثیر ہندو آبادی کے ساتھ مسلمانوں کی نوآبادی بھی قائم تھی، اسی طرح کھمبایت میں مسلمانوں کی آبادی اور مسجدیں اسلامی حملہ کے پہلے سے قائم تھیں۔ جن میں امام و خطیب مقرر تھے۔ ابن حوقل نے کھمبایت سے چیمور تک کے وسیع علاقہ میں کثیر ہندو آبادی کے ساتھ منتشر اسلامی آبادیوں کا چرنا اور ان میں جامع مسجدوں اور پھیران بن

لے سلیمان تاجر ص ۲۶۷-۲۹۱ شہ محابب الہند ص ۱۶، ۱۵۲، ۱۵۷، ۱۵۸، ابن حوقل ص ۲۳۳ شہ

محابب الہند ص ۱۴۲ شہ مروج الذهب ج ۱ ص ۳۸۲، ۳۸۴، شہ تقویم البلدان ص

کشمیر، کشمیر کے متعلق عام شہرت ہو کہ اس کو بادشاہوں کی تہذیبوں نے نہیں درویشوں کی تاشیروں نے فتح کیا، ساتویں صدی میں اسلام کا پیام ہمایہ ممالک چین و تبت میں پہنچ چکا تھا۔ کشمیر کی مشہور تاریخ راج تریگی کے بیان کے مطابق نویں صدی عیسوی میں مسلمان تاجریاں موجود تھیں اور سری لنگا کے تیسریں میل پر ایک موضع میں مسلم نوآبادی کا ذکر دسویں صدی میں آیا ہے اور راجہ ہرش دیو کی فوج میں مسلمان انسر موجود تھے جب محمود کے حملہ کے بعد ۱۰۲۵ء میں مسعود نے اس پر حملہ کیا۔ تو قلعہ بند اہل شہر میں مسلمان تاجروں بھی موجود تھے۔ کشمیر کے ان درویشوں میں جن سے اسلام کا پیام کشمیر میں گھر گھر پہنچا، حضرت بیل شاہ کا نام پہلے آتا ہے جو بارہ سو مریدوں کے ساتھ ۱۲۹۵ء میں کشمیر کی وادی میں داخل ہوئے۔ اور ان کے اثر سے ۳۲۵ء میں یہاں کے راجہ رتھونے اسلام قبول کر لیا اور پھر لوگ جو جو مسلمان ہونے لگے، پھر شہاب الدین کے زمانہ میں حضرت سید حسین سمنانی اور قطب الدین کے دور میں حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانی کشمیر میں تشریف لائے تو اس تیزی سے اسلام پھیلا کہ کہا جاتا ہے کہ پورے کشمیر میں صرف گیارہ خاندان ایسے باقی رہ گئے جو اپنے آبائی مذہب پر قائم تھے۔

پنجاب و صوبہ سرحد | یوں تو سندھ اور ملتان کے اثر سے پنجاب میں اسلام کی روشنی ساتویں صدی عیسوی ہی میں پہنچ چکی تھی اور تاجروں کی آمد و رفت شروع ہو چکی تھی، پھر نویں صدی میں اسپان کے راجہ جو موجودہ پنجاب و صوبہ سرحد میں ہے کسی مقام پر دہلی سے سو فرسخ پر واقع تھا، اسے اسلام قبول کرنے کا دقتہ پیش آیا اس کا لڑکا بچاریوں کی دعاؤں اور پیشین گوئیوں کے خلاف زندہ نہ رہ سکا تھا۔ اس صدمہ سے وہ ہندومت سے برگشتہ ہوا اور مسلمان مبلغین کو بلا کر اسلام

سے اسلامی نوآبادیوں کی تحقیق کے سلسلہ میں عرب و ہند کے تعلقات صفحہ ۲۵ تا ۳۰۱ سائے رہا جو

راج تریگی ص ۶۳، ۶۴ و ۶۵ درنگارستان کشمیر ص ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱

تو وہ اپنے بھائی کے حق میں حکومت سے دست بردار ہو جائے۔ عالمی ظرف و شہزادہ
نے اس کے جواب میں کہا کہ راجہ کو اختیار ہے، وہ اپنا جو مذہب چاہے رکھے وہ ہر
حال میں ہمارا بادشاہ ہے۔ اس کے بعد اس نے علانیہ دربار میں اپنا مذہب تبدیل
کیا، اور بہت سے دوسرے ہندوؤں نے بھی اس کی پیروی کی، اس کے بعد اس نے
اپنا نام جلال الدین محمد شاہ رکھا۔

اسلامی نوآبادیوں کے باشندے شمالی اور جنوبی ہند میں اسلامی حکومتوں
کے تسلط سے پہلے اسلامی نوآبادیوں کی اس کثرت سے یہ شبہ نہ ہو کہ یہ سب کے سب
باہر سے آئے ہوئے مسلمان تھے بلکہ اس میں تمام تر مسلمان فقیروں، درویشوں، جونیوں
اور عالموں کی ان دینی خدمتوں کے آثار تھے جو یکہ و تنہا پوری آبادی میں پھیل جاتے
یا دیکھی میں مصروف رہتے، اور اپنے اسوہ عمل سے اس آبادی کو اپنا گرویدہ
بنانے اور چند دنوں کے قیام کے بعد اس آبادی کی قلب و ماہیت کو دیتے تھے
مسجدیں نمازیوں سے معمور ہوتا، اسلام کے پیچھے مبلغین خود اس نوآبادی کے
پرانے باشندوں میں سے نکل آتے وہ ان کے جانشین ہوتے اور وہ خود کسی اور
آبادی کا رخ کرتے۔ اور اپنے مقصد کی تکمیل کرتے رہتے۔

ہمارے صوفیہ کرام کا یہی طریقہ عمل تھا جس سے دین کی اشاعت اس
ملک میں ہوئی۔ اور کتنا سبب آرام کی کریمیا اس ملک کے گوشہ گوشہ میں پھیل گئیں۔
اس موقع پر سٹر آرناٹک کے بعض اقتباسات پڑھنے کے لائق ہیں۔ لکھتے ہیں:-
”ہندوستان کا یہ ایک ایسا نسل جہاں

پڑھان چوہنے کے لئے کئی طرح کا جبر و تشدد نہیں کیا گیا، بلکہ دعا و اسلام

کا تعلیم دیا گیا ہے۔ غریب نے بخشش کی، امیر نے کیا دیا۔ ۱۲۶۹ء.....

ہندوستان کے مسلمانوں میں مذہب سے زیادہ ایسے لوگ ہیں جو اپنے

نام کے ساتھ شیخ، شہک، یا خان کا اضافہ..... اختیار کرتے ہیں۔

شاہ یوں شاکر کا نام، گوشتا تھر اور اس کو کہتے ہو، ۹۹ مطبوعہ لندن درود عورت اسلام رکارڈنگ ۱۹۶۴ء

عہد قدیم میں ہندوستانیوں کے ہندوستانیوں کے میل جول سے ان میں باہم مختلف
میل جول کے خوشگوار تعلقات قسم کے خوش گوار تعلقات پیدا ہوئے، دونوں
 کو ایک دوسرے کے سمجھنے، ایک دوسرے کے مذہب کو جاننے، باہم معاشرتی تعلقات
 برتنے اور ایک دوسرے کی قدیم ترین تہذیب تمدن اور علم و فن میں ایک دوسرے
 کی عرقیوں سے آگاہ ہونے کا موقع ملا، بلخ کے نوہار کے بجاوری برکات (پیکھ) نے
 اسلام قبول کر لیا تھا اور عباسی خلفاء کے دربار میں ۱۲۶ھ سے ۱۸۶ھ تک ۶۰
 وزارت کے اہم منصبوں پر فائز رہا اور ملکی نظم و نسق کی باگ ان کے ہاتھوں
 میں رہا۔ وہ اپنی عرب و ہند کے باہم جدید تعلقات پیدا کرنے کی ایک کڑی سب سے انہی
 کی تحریک سے مسکرت سے ترجمہ کے لیے ہندستان کے اہل علم بغداد بلائے
 گئے، اور بے شمار کتابوں کا ترجمہ عربی میں کیا گیا، ان تجربوں سے عربوں کے دل
 میں ہند کی قدر و منزلت بڑھی، اور وہ پہلے سے زیادہ ہندستان سے وابستہ
 ہو گئے، عربوں نے ہندستان کے قدیم علوم خصوصاً سہدانت و نجوم، ہیئت، جوش
 حساب، ادب، شعر، اور فن رنگ ترشی میں ہندستان کی عظمت کا اعتراف کیا، اور
 مختلف علوم سے مسکرت کے مدظل ارجح عربی میں منتقل کیا، وہ الفاظ عربی اب ولجہ کے
 ساتھ آج بھی اس میں موجو ہیں، ہندستان کے دو قدیم نظریوں، سال کے ۳۶۵
 دنوں اور چاند گنتوں میں ازسکند میں تقسیم اور زمین کے حرکت کرنے کے نظریے
 مسکرت میں بی میں منتقل ہوئے اور یورپ میں پہنچے۔ اسی طرح جتنی نظریے
 اور تجربے ان ترجموں سے عربی علوم میں داخل ہوئے، اسی طرح جانوروں کے علاج
 سانپوں کے علم، نجوم، جوش، جفر، دل، زہر کا تحقیق، سمیٹنی کی براگ رائیں، ریاضی
 علوم و فنون مغربی میں داخل کئے گئے اور عرب و ہند کا رشتہ مستحکم ہوا، اسی طرح مہابھارت

۱۔ رائل جاذبہ افلاک و فضاء ص ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳

کے تھے اور اصول شاستر یعنی فن سیاست کی معیاری کتابیں عربی میں منتقل کی گئیں
کیما، منطق، منتر، کرتب، جادو، کہانی، افسانے اور اخلاق و حکمت کی بے شمار کتابیں
عربی میں ترجمہ کر لی گئیں، ان کتابوں میں سے بہت سی کتابوں کے اصل سنسکرت نسخے
آج ناپید ہیں، ان علوم سے فائدہ اٹھانے کے لیے اہل علم نے ہند کا سفر کیا، منہجی و
بیرونی وغیرہ کی تصنیفات اس کی زندہ یادگار ہیں، یہاں اسلامی ملکوں کے متعدد عرب وغیر
عرب سیاح ہندستان میں مسلمانوں کی حکومت قائم ہونے سے پہلے آتے جاتے رہے
اور ان کو اسلامی آبادیاں ملتی رہیں اور انھوں نے یہاں کوئی غیر معمولی جنسیت محسوس
نہیں کی۔

ہندو مسلمانوں کی ملی جلی آبادیوں سے ان دونوں کو ایک دوسرے کے مذہبوں سے
شنا سائی ہوئی اور دونوں میں ایک دوسرے کے مذہبی جذبات کے احترام کا جذبہ پیدا
ہوا، ہندو بڑی رواداری سے مسلمانوں کا احترام رکھتے تھے اور ان کو اپنی آبادی کا ایک
حصہ سمجھتے تھے اور جیسا کہ اوپر گذرا لوگ ہندو راجاؤں کی عملداری میں آزادی سے اپنے
مذہبی فرائض ادا کرتے تھے، باہمی میل جول سے دونوں میں ایک دوسرے کے مذہبوں کی
تحقیقات کا شوق بھی پیدا ہوا، ہندو مذہب کی تحقیقات کی روداد کا خلاصہ ابن ندیم
کی الفہرست میں موجود ہے اور عرب ستیا جوں نے ہندو مذہب کے متعلق بیش قیمت چشم بٹ
حالات بیان کئے ہیں، مسلمان مصنفین نے ہندوؤں کے فرقوں کو مسلمانوں کے فرقوں سے
تعلیق دینے کی کوشش کی تھی، ۱۴۷ھ میں ہند کا ایک ادب شناس راجہ ایشیا مودو تھا
جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑی عزت کرتا تھا، مسلمان اور ہندو علماءوں میں مذہب
کی تحقیق کے لیے مناظرے بھی جاری ہوئے، اور ان کی روداد بھی قلم بند کی گئی ہے،
۱۵۷ھ میں ایک ہندو راجہ کے حکم سے قرآن پاک کا پہلا ترجمہ ہندی زبان میں کیا گیا۔

ہمارے صوفیہ کرام میں وحدۃ الوجود کا مسئلہ ہندو مذہب سے ہی آیا، اسی
طرح تصوف میں شریعت و مہارست کے بہت سے طریقے پاس افسانے وغیرہ ہندو لوگ
دویدانت ہی سے ماخوذ ہیں، حسین بن منصور حلاج کا عقیدہ حلول ہندوستان ہی

سے لیا گیا، وہ خود یہاں آیا تھا، جاو منتر اور کرتب سیکھے تھے، اسی طرح ہندوؤں میں وحدۂ تنتری کا عقیدہ اور پھر آگے چل کر بت پرستی کے خلاف جو جذبہ پیدا ہوا وہ اسلام ہی کا اثر ہی مسلمانوں میں وحدۂ وجود و حلول اور ہندوؤں میں وحدۂ تنتری اور ترک بت پرستی کے عقیدے اور جذبے اسی دور میں پیدا ہو چکے تھے جب ہندوستان میں خیبر سے آنے والے فاتحین کا تسلط نہیں ہوا تھا۔

جب ایران پر اسلامی قبضہ کے بعد وہاں کے کچھ پارسی ہندوستان میں ہجرت کر کے آئے۔ اس زمانے میں ان کے دل مسلمانوں کے خلاف نقشب سے بھرے ہوئے تھے وہ ہندوؤں کی حکومت میں مسلمانوں کی پرہیزگاریوں کو دیکھنا برداشت نہ کر سکے راجہ جنگ (جے سنگھ) کا زمانہ تھا، انہماک یہ تھا کہ ہندوؤں کو درغلز کر ایک مسجد اور مسلمانوں کو شہید کر دیا جائے، ان کے خطیب اور امام زندہ بیچ گئے انہوں نے ملکی زبان میں ایک قصیدہ لکھ کر راجہ کے سامنے جب وہ شکار کے لیے نکلے گا پیش کیا راجہ نے تیر رتار ادائیگی پر غور کر کے واقعہ کی پوشیدہ تحقیقات کی۔ دوسرے دن دربار میں فریاد دیوں میں سے اس امام کو بلایا۔ درباریوں نے واقعہ کے چھوٹے ہونے کی گواہیاں دیں، راجہ نے ہزار ہا فرسنگ کی شبانہ روز مسافت طے کر کے واپس آیا تھا۔ اپنے ساتھ ایک بند لوٹے میں رکھ پانی لیتا آیا تھا۔ انہوں نے درباریوں کو اس پانی پکھایا۔ اور کہا میں جانتا تھا کہ ”مذہب ہی اختلاف اور میان میں ہی، واقعہ کی تحقیق دربار و محالی سے نہ ہونے لگی۔ اس لیے میں نے جو تحقیق کی پوری آبادی سے یہاں بیل کر جالی چوچا، انگوٹے، کپڑے، لڑائی، یہ سب ظلم ہو، اگر درباری یہ بیان سن کر دم خنجر ہو گئے، راجہ نے ہندوؤں پر اور ہندوؤں کو منتر دی خطیب کو خلعت و اذان دیا اور ان کے ہاتھ پر قدم رکھ کر (بالائے سر) اور (بالائے پیٹ) دیا۔

۱۔ فتح علیہ السلام ۲۔ انہماک ۳۔ راجہ جنگ ۴۔ فرسنگ ۵۔ مذہب ۶۔ اختلاف ۷۔ میان ۸۔ تحقیق ۹۔ محالی ۱۰۔ پانی ۱۱۔ خطیب ۱۲۔ خلعت ۱۳۔ اذان ۱۴۔ قدم ۱۵۔ بالائے سر ۱۶۔ بالائے پیٹ ۱۷۔ مذہب ۱۸۔ اختلاف ۱۹۔ میان ۲۰۔ تحقیق ۲۱۔ محالی ۲۲۔ پانی ۲۳۔ خطیب ۲۴۔ خلعت ۲۵۔ اذان ۲۶۔ قدم ۲۷۔ بالائے سر ۲۸۔ بالائے پیٹ ۲۹۔ مذہب ۳۰۔ اختلاف ۳۱۔ میان ۳۲۔ تحقیق ۳۳۔ محالی ۳۴۔ پانی ۳۵۔ خطیب ۳۶۔ خلعت ۳۷۔ اذان ۳۸۔ قدم ۳۹۔ بالائے سر ۴۰۔ بالائے پیٹ ۴۱۔ مذہب ۴۲۔ اختلاف ۴۳۔ میان ۴۴۔ تحقیق ۴۵۔ محالی ۴۶۔ پانی ۴۷۔ خطیب ۴۸۔ خلعت ۴۹۔ اذان ۵۰۔ قدم ۵۱۔ بالائے سر ۵۲۔ بالائے پیٹ ۵۳۔ مذہب ۵۴۔ اختلاف ۵۵۔ میان ۵۶۔ تحقیق ۵۷۔ محالی ۵۸۔ پانی ۵۹۔ خطیب ۶۰۔ خلعت ۶۱۔ اذان ۶۲۔ قدم ۶۳۔ بالائے سر ۶۴۔ بالائے پیٹ ۶۵۔ مذہب ۶۶۔ اختلاف ۶۷۔ میان ۶۸۔ تحقیق ۶۹۔ محالی ۷۰۔ پانی ۷۱۔ خطیب ۷۲۔ خلعت ۷۳۔ اذان ۷۴۔ قدم ۷۵۔ بالائے سر ۷۶۔ بالائے پیٹ ۷۷۔ مذہب ۷۸۔ اختلاف ۷۹۔ میان ۸۰۔ تحقیق ۸۱۔ محالی ۸۲۔ پانی ۸۳۔ خطیب ۸۴۔ خلعت ۸۵۔ اذان ۸۶۔ قدم ۸۷۔ بالائے سر ۸۸۔ بالائے پیٹ ۸۹۔ مذہب ۹۰۔ اختلاف ۹۱۔ میان ۹۲۔ تحقیق ۹۳۔ محالی ۹۴۔ پانی ۹۵۔ خطیب ۹۶۔ خلعت ۹۷۔ اذان ۹۸۔ قدم ۹۹۔ بالائے سر ۱۰۰۔ بالائے پیٹ

نئے سب سے مرمت کی جائے مسلمانوں نے اس عدل و انصاف کی تہد کی، راجہ کے اس احسان کو یاد رکھا، مسجد کی مرمت کے بعد اس مملکت کو انعام کو اس مسجد کے ایک حجرے میں محفوظ رکھا، ایک مسلمان سپہ سالار محمد عونی یہاں ۱۶۶۵ء میں آیا تو یہ "نبرکات" بھی مسجد میں محفوظ رکھے تھے۔

یہ ہے آئینہ ہندوستان میں ہندو مسلمانوں کے میل جول کا اس زمانہ کا جب کہ بے شک کن فدیہ یہاں نہیں آئے تھے، کیا اس شیشہ میں کہیں بال آیا، لیکن اگر ہم مسلمانوں کو ان کے فاتحانہ لباس میں بھی دیکھنا چاہیں تو معلوم ہو سکتا ہو کہ وہ نہ صرف واقعی بت شکن نہ تھے، بلکہ انھوں نے بتوں کی حفاظت بھی اپنے دین کا ایک حکم زور اپنی سلطنت کا ایک فرض سمجھ کر کیا، اور ہندوستان کے عہد اسلامی کی تاریخ ایسی مثالوں سے غالی نہیں ہو۔

(جنوری ۱۹۴۹ء)

ہندستان پر مسلمانوں کے ابتدائی حملے

— (اور) —

اُن کے اسباب

عرب اور ہند کے تعلقات کا سراغ پچھلے زمانے میں سنہ ۲۰۰ ق م تک چل سکا ہو، جب فیقیوں کے تجارتی قافلے بحر عرب سے بحر ہند میں آتے تھے پھر تنقہ میں یمن کی قوم سبا کے گہرے تعلقات جزیری ہند کے شہروں سے پیدا ہوئے یہی وجہ ہے کہ عربی زبان میں سنسکرت کے بعض الفاظ مثلاً فلفل، کافور، زعفران، صندل، نارہیل، قرفل اور جانفل وغیرہ عہد قدیم میں داخل ہوئے اور آج وہ عربی زبان کے الفاظ سمجھے جاتے ہیں، اسی طرح عہد ہندی، ترمہندی، قسط ہندی اور ہند عربی تو اسے ہندستان کی نسبت ظاہر ہوتی ہو، پھر یہ بھی معلوم ہے کہ ان دوروں ملکوں میں علمی تعلقات بھی قائم تھے سنہ ۲۰۰ ق م تک ہندستان میں لکھنے کا عام رواج نہ تھا، عرب تاجروں ہی کے ذریعہ آرامی رسم الخط ہندستان پہنچا۔ چنانچہ مورخ اور اندھرا خانہ ان کے کتبات ان ہی حروف میں تھے، ساتویں صدی ق م میں یہاں لوگ عربی زبان سے واقف تھے پانڈوؤں کو جب جلانے کا نتیجہ کیا جا رہا تھا تو عربی زبان ہی میں ان کو اس راز سے آگاہ کیا گیا اور یہ ہشتر نے عربی زبان ہی میں ان کو جواب دیا۔

اسلامی عہد میں ان دونوں ملکوں کے یہ تعلقات زیادہ استوار ہو گئے عربوں کے تجارتی قافلوں کا سندھ اور ہندستان میں غیر قدامت کیا جاتا تھا یہاں تک کہ عربوں کے سندھ پہنچنے سے پہلے ان کی پُرسن نہ آ رہی تھیں یہاں قائم ہو گئی تھیں

نہ تفصیل کے لیے دیکھیے "عرب و ہند کے تعلقات"

ہ۔ ہسائی آمد وقت بری و بھری دونوں رستوں سے تھی، لوگ سندھ سے بلوچستان
 وہاں سے ایران پھر بابل، پھر شام پہنچے تھے۔ ان رستوں سے تعلقات کے قائم رہنے
 کی بہت سی تاریخی شہادتیں موجود ہیں۔ اسلامی عہد میں یہ راستہ پہلے سے زیادہ
 چلنے لگا کیونکہ سندھ و ہندوستان کی سرحد ایران پر اسلامی سطوت کا پرچم اسلام کے
 آغاز کے چند ہی دنوں بعد ہمارے لگا تھا۔ عرب و ایران میں کچھ دیر سیر تفرقات بھی
 تھے اسلام کے آغاز میں سربھ کے قبیلے جاٹ اور سید کے لوگوں نے ایرانیوں کی طرف
 سے عربوں کا تباہ کیا تھا، لڑائیوں میں ان قوموں کا شریک ہونے کی وجہ سے سندھ
 گو یا دشمن ملکوں کا بہت بڑا دشمن ہو گیا تھا۔ اس پر سندھ سے اسلامی حکومت کو پہلی
 شکایت یہی تھی کہ ایرانیوں کے ساتھ جو کہ اسلامی لشکر کے خلاف، صرف آرا
 ہوئے چنانچہ ہمارے اہل کربلا کے بھائی و بھائی کے بھائی اور بھائی کے بھائی
 کے ساتھ اس کے ساتھ لڑنے کے لئے اس کے ساتھ لڑنے کے لئے اس کے ساتھ لڑنے کے لئے
 مارے گئے۔ اس سلسلہ میں عربوں کا پہلا تیغ بڑا عہد فارسی تھا پہلے پہلے میں حکم
 بن ابی العاص بن عقیل کی سرکردگی میں کجین و عمان کے، ابی عثمان بن ابی العاص کے
 حکم سے تھا، (خلافت میں) میں آیا اور اس نے کوفہ بنایا، اسی طرح حضرت
 عمرؓ ہی کے عہد میں عربی بیڑے سامان بنے، اس سے لکھنے، پھر بھروسہ پر اس
 کے بعد سندھ کی بندرگاہ و سیل دھکھو پر آیا، جو اس میں سے ایک نام منیر بن ابی ہاشم
 کی سرکردگی میں آئی تھی لیکن حضرت عمرؓ نے ان غلاموں کی دستبرداری خود قبول نہیں
 فرمائی، بلکہ انہیں پابندی کی کاغذ جاری کیا، اس سے وہ اس پر مقامی حالات
 کے لحاظ سے خود قبضہ کر کے اپنے لئے کی دستبرداری کا، رکھ کر اس کے بعد حضرت عثمان
 کے عہد میں آیا، ان جو نہ سیدی ہندستان سے تھے، تاکہ وہ یہاں کے متعلق پوری تفہیم
 حاصل کر لیں، بعد از سندھ پر حملہ آوری۔ یہی ان کا ذرا نہیں آیا، اس کے بعد ۳۹ھ
 میں حارثہ بن عمرو عہد کرنا، محمدؐ کا، پھر ۴۰ھ میں عبدالرحمن بن عمرہ اور رشید
 بن عمرو نے اس کا، ان دنوں میں اس پر قبضہ کیا اور بعض حصوں پر قبضہ جایا۔

اس کے بعد سندھ سے اسلامی حکومت کو دوسری براہ راست شکایت
 یہ پیدا ہوئی کہ حکومت سندھ نے ایسے مختلف باغیوں کو اپنے دہن میں پناہ دی
 جو مسلمانوں کے خیال میں دین اور اسلامی حکومت کی نظر میں امن و امان کے لیے
 خطرہ بن چکے تھے ان میں سے محمد بن حارث علانی، معاویہ بن حارث علانی اور
 حمیم بن سامہ سامی کے نام خاص طور پر لیے جاسکتے ہیں۔ حجاج بن یوسف ثقفی
 اور عبدالرحمن بن محمد بن اشعث کی باہم جنگ آزمائی اس عہد کی تاریخ اسلام
 کا مشہور واقعہ ہو، یہ لوگ ابن اشعث کے ساتھ ہو کر حجاج کے خلاف لڑے
 تھے، اور ابن اشعث کی شکست کے بعد فرار ہو کر عمان چلے گئے اور وہاں سے
 سندھ آئے، اور سندھ کے راجہ دہیر سے پناہ مانگی اور اس نے ان بہادر
 عربوں کو اپنی پناہ میں لے لیا اس اثنا میں مکران کے مسلمان حاکم سعید
 بن اسلم بن زرعہ نے کسی جرم میں قبیلہ علاف کے بعض لوگوں کو قتل کر لیا، اور اس
 کے انتقام میں ان دونوں بھائیوں محمد و معاویہ نے بائج سوسپا ہیل کا دستہ
 لے کر مکران پر حملہ کیا، سعید کلابی مارا گیا، اور ان لوگوں نے مکران پر قبضہ کر لیا، مکران
 مرکزی حکومت کا ایک صوبہ تھا۔ ان علاقوں کی اس یورش کی ذمہ داری سے
 قدرتی طور پر راجہ دہیر سبک دوش نہیں سمجھا جاسکتا تھا، حجاج اشعثی نے اس حادثہ
 کی خبر سنتے ہی مجاہد بن مسعر نجفی کو ہندوستان کی سرحد کا گورنر بنا کر بھیجا۔ اس
 نے مکران پر فوج کشی کر کے اس پر دوبارہ قبضہ کیا، محمد و معاویہ علانی اپنے
 آدمیوں کے ساتھ پھر سندھ چلے آئے اور سندھ میں مسندہ کے ایک مقام اور
 میں قیام پذیر ہو گئے۔

لے نہ بہتہ الخواطر ص ۱۱ (ذکر محمد بن حارث علانی، ص ۱۱، معاویہ علانی، ص ۱۲، ۱۳) (سالہ محمد بن قاسم
 کی حملہ اور ی کے بعد جب راجہ دہیر قتل کیا گیا، تو یہ لوگ فرار ہو کر برہان آباد آئے، اور دہیر کے
 بیٹے جے سہ کے کی حمایت میں آئے، جب جے سنگھ سندھ سے فرار ہو کر کشمیر روانہ ہوا تو یہ لوگ
 بھی اس کے ساتھ ہو گئے، اور صاحب حققتہ الکرام نامی روایت ہو کہ آخر میں محمد بن قاسم سے ان لوگوں
 نے امان طلب کر لی اور اس نے فرار خانہ دلی سے حاکم کر دیا۔

اب "تغر الہند" یعنی ہندستان کی سرحد کی دیکھ بھال کرنے اور مورچہ
جمائے رکھنے کے لیے ایک مستقل دالی نام زد ہونے لگا۔ چنانچہ حب مجاہد بن
مسعر تہمی نے مکران میں وفات پائی تو اس عہدے پر محمد ہارون نمری مامور
کیا گیا، اور پانچ برس تک اس خدمت پر مامور رہا، یہاں تک کہ محمد بن قاسم
ثقفی کے مشہور حملہ سندھ کا واقعہ پیش آیا اور حجاج ثقفی کی ہدایت کے مطابق
محمد ہارون نمری، محمد بن قاسم ثقفی کی مدد کے لیے اپنی فوج کے ساتھ اس شکر
میں شریک ہو گیا اور فتوحات کے بعد کسی مقام کی ولایت پر سر فرما کر گیا۔

اس صورت حال سے ان دونوں ملکوں کے تعلقات روز بروز خراب
ہوتے جا رہے تھے، آخر میں عرب غورنوں کے جہاز کے لوٹ لینے کا واقعہ پیش آیا اور
یہ قسبہ اسبب تھا جس کی وجہ سے ان دونوں ملکوں کے تعلقات خراب ہوئے
اور اس قضیہ کو مستقل طور پر پتلوار ہی کے ذریعہ سے طے کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔
اس آخری واقعہ کی صورت حال یہ تھی کہ

اس زمانہ تک اسلامی حکومت کا دائرہ اثر ایشیا، یورپ اور افریقہ میں
قدر و درجہ پہنچ چکا تھا اور مختلف ممالک کے سفیر و اہل خلافت میں آجائے تھے
اسی سلسلہ میں مالدیپ کے راجہ نے ایک سفارت چند تحائف کے ساتھ خلیفہ ولید
بن عبد الملک کے پاس دمشق روانہ کی، نیز اسی سفارت کے ساتھ چند ایسے عرب تاجروں
کی عورتیں اور لڑکیاں بچائیں جو لنکا میں انتقال کر گئے تھے، اس جہاز کو سندھ پہل
نے بندر نگاہ دیل کے پاس لوٹ لیا۔ اسلامی حکومت کی طرف سے سندھ کے
راجہ داہر کو اس کی طرف توجہ دلائی گئی کہ شریف عرب خود اپنی کو واپس کر دیا جائے
لیکن راجہ داہر نے جواب دیا کہ یہ بھری فزاقوں کا کام ہی جو اس کی دسترس سے
باہر ہیں۔ حجاج بن یوسف ثقفی نے راجہ داہر کے جواب کو حلیہ جو بی پر محمول کیا
۔ چنانچہ عرب عورتوں کے جہاز کو لوٹ لینے کے انتقام میں حکومت سندھ

کے خلاف ابتدائی مہم سرحدی افسر عبید اللہ بن نہاں کی سرکردگی میں دیبل بھیجی گئی، عبید اللہ جنگ میں کام آیا تو ایک دوسرے افسر دیبل بن خلفہ بجلی کو بھیجا گیا، وہ بھی گھوڑے سے گر کر مر گیا، دیبل کی قبر دیبل دھڑھ میں بنی،

اس ناکام مہم کے بعد بڑی تیاریوں کے ساتھ محمد بن قاسم کی مشہور مہم شیراز کے راستے سے بھیجی گئی، ۹۳ھ میں حنبہ کے دن وہ دیبل (ٹھٹھہ) پہنچا، بھری ملک بھی آگئی، دیبل فتح ہو گیا۔ پھر مسلمانوں کے قدم آگے بڑھتے گئے، اور تین سال کے اندر سندھ کا پورا علاقہ زیر نگیں ہو گیا اور ایک مستقل گورنر کے ذریعہ سندھ پر حکومت کی جانے لگی۔

محمد بن قاسم کا شمار اس عہد کے ممتاز سپہ سالاروں میں کیا جاتا ہے، اس نے ایک مختصر زمانہ میں سندھ و ملتان کی حکومتوں کا تختہ الٹ دیا، ادا جہ داسہ جنگ میں کام آیا، اس کا قاتل قاسم بن ثعلبہ طائی تھا، محمد بن قاسم کے دوسرے مشہور سپہ سالاروں میں داؤد بن نصر عمانی جس کو ملتان کا عامل بنایا گیا، رعوہ بن عقیق اور محمد بن مصعب ثقفی جو ہراول دستوں کے سالار تھے، نہ ابد بن عقیق جو ملتان کی فتح میں شریک تھا۔ اور عبدالرحمان بن عباس ہاشمی جو ممتاز سپہ سالاروں میں شمار کیا جاتا تھا، اسی طرح مصعب بن زبیر سلیمان قریشی، حطیقلی، کوکان بکری، بنانہ بن حنظلہ اور حیم بن زحر جعفری وغیرہ تھے جن میں سے اکثر سپہ سالاروں کا سندھ خواب گاہ بنا۔

محمد بن قاسم کے ساتھ اس کی قسمت نے فیرنگی دکھائی، وہ بعض سیاسی حالات کے بدلنے سے گرفتار کر کے سندھ سے دار الخلافہ لے جایا گیا، لیکن وہ اپنی سیرت و کردار کا ایسا

۱۔ اسد الغابہ، فتوح البلدان، بلاذری، تاریخ السندھ ص ۳۲۲، ۳۲۶، ۳۲۷ و فتوحات الذہبی ج ۱ ص ۵۳ و

۲۔ ابن خلیعہ ص ۳۵، ۶۷، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱

غیر فانی نقشِ سندھ میں چھوڑ گیا کہ جو مسلمان عرب یہاں مقیم تھے، انھوں نے اپنے
 مرثیوں میں خون کے آنسو بہائے، اور ان سے زیادہ ماتم ہندستان کے باشندوں
 نے کیا، اور اس کی فیاضی، سیرِ خشنی، رواداری اور حسنِ اخلاق کی یاد کو تازہ رکھنے
 کے لیے اس کی سورتی بنائی اور عقیدت ہے اس کے آگے سر نیاز جھکایا۔ بلاذری
 لکھتا ہے۔

ہندستان کے باشندوں نے محمد پر آنسو بہائے اور کیرج
 (کوریج یا جے پور) میں اس کی سورتی بنا کر رکھی۔

خلیفہ سیدان بن عبد الملک نے سندھ کی ولایت پر محمد بن قاسم ثقفی کے بجائے یزید
 بن ابی کبشہ سکسکی کو والی بنا کر بھیجا، مگر اس نے سرزمینِ ہند پر قدم رکھتے ہی ۸۰ ویں دن
 وفات پائی۔ اور محمد بن قاسم کی گھر خناری اور نئے والی کی موت سے ملک میں استری
 پیدا ہوئی، خلیفہ سیدان نے حبیب بن مہلب کو یہاں کا والی بنا کر بھیجا اور ملک میں
 بناوتوں اور اطاعتوں کے واقعات کے پیش آنے کا ایک سلسلہ جاری ہو گیا۔ اور ولایت
 میں بھی مختلف زمانوں میں تغیر و تبدل ہوتا رہا اور اس کی وجہ سے نئے حالات پیش
 آتے گئے چنانچہ ۹۶ھ سے ۳۹۶ھ تک سندھ کبھی دارا سکھانت و شق پھر
 بغداد کا صوبہ والی عراق کی نگرانی میں رہا اور کبھی یہاں آئے ہوئے والیوں نے
 انہی خود سیر حکومت قائم کر لی، اس زمانہ میں اس مفتوحہ علاقہ کو چار پانچ بڑے
 ضلعوں میں تقسیم کر کے حکومت کی جاتی تھی۔ اور کبھی یہاں مختلف خاندان ہزاری
 بنو سامہ، بنو مہنہ، حکمرانی کرتے تھے۔ یہاں تک کہ ۴۱۹ھ میں سلطان محمود غزنوی
 نے اس پر قبضہ کر لیا، اور یہ پورا علاقہ غزنوی سلطنت کا جز بن گیا، لیکن سندھ
 زیادہ دنوں تک غزنوی سلطنت کا صوبہ نہ رہ سکا، محمود کی وفات کے چند سال کے
 بعد ہی وہ پنجاب کے غزنوی گورنر کے تسلط سے آزاد ہو گیا۔ قرامطہ نے بالائی سندھ
 میں باپی آزاد حکومت قائم کر لی۔ جن میں ملتان اور اوچھ وغیرہ اہم شہر تھے

شہاب الدین غوری کے ہاتھوں اس کا خاتمہ ہوا

اسی طرح زیریں سندھ میں جس کا پایہ تخت دیبل تھا۔ محمود کی وفات کے بعد ہی ایک مقامی قبیلہ سومرا کی سلطنت قائم ہوئی جو ۴۴۴ھ سے ۵۲۷ھ کے بعد چند سال تک کسی نہ کسی طرح قائم رہی، یہ عرب نو مسلم ہندوستانی نسل کا مخلوط قبیلہ تھا، محمد شاہ تغلق کے زمانہ میں اس خاندان کی حکومت کا خاتمہ ہوا تو پھر ایک دوسرے قبیلہ سمہ کی حکمرانی شروع ہوئی، اور آخر تک سلاطین دہلی سے مختصر دائرے میں ہی بندوبست ہوا رہی، احام نظام الدین (۵۷۶ھ - ۵۹۹ھ) اس خاندان کا ممتاز حکمران گذرا، ۵۹۹ھ میں ہی اس کا خاتمہ ہوا، اور چنگیزی خاندان کے شاہ بیگ ارغون پھر اس کا بیٹا شاہ حسین ارغون حکمران ہوا، ۹۶۲ھ میں اس کا انتقال ہوا تو اسی قبیلہ کے دوسرے سردار جن کا لقب ترخان تھا حکمرانی کرتے رہے، یہاں تک کہ سندھ کی خود مختاری کا خاتمہ ۱۵۹۱ھ میں ہوا اور یہ مستقل طور پر سلطنت مغلیہ کا ایک صوبہ بن گیا۔

(فردوسی ۱۹۴۹ء)

۱۔ مہاج ص ۱۲۷ - فرشتہ ج ۱ ص ۵۶، ۵۷ فرشتہ ج ۲ ص ۳۱۶، ۳۲۰ ایٹ ص ۱۹۱ پیچ نامہ
 ص (۲۶۷) دلاہری (فردوز شاہی ص ۱۹۹، ۲۴۷) انسائیکلو پیڈیا ج ۲۵ ص ۱۴۳، ایٹ ص ۴۹۶

سندھ کے اسلامی حیلوں کے قیدی

— (جو) —

عرب ہتیا کر ابھرے

سندھ کے اسلامی حیلوں میں جو ابتداء اس پر کئے گئے بہت سے سندھی قیدی بھی گرفتار کر کے عرب لے جائے گئے۔ اور اس زمانے کے دستور جنگ کے مطابق غلام بنائے گئے۔ لیکن عرب، یونانیوں، اور رومیوں کے برخلاف غلاموں کے ساتھ غیر معمولی حسن سلوک سے پیش آتے تھے، وہ آزاد ہو کر ان کے قبیلہ کے افراد بن جاتے تھے اور انھیں اپنی ہر قسم کی شخصی ترقی حاصل کرنے کا کامل اختیار حاصل تھا۔ چنانچہ ان سندھی قیدیوں نے آزاد ہو کر ملک عرب میں توطن چننا کر لیا اور وہ علمی و سیاسی و ملکی مرتبہ حاصل کئے جو خود فاتح قوم کو حاصل تھے۔ بلکہ وہ انھوں نے یا ان کی اولاد نے علوم و فنون میں ایسا کام کیا کہ بڑے بڑے علماء و ائمہ ان کی سند درس سے بغیر یاب ہو کر اٹھے، ذیل میں چند ایسے ہی سندھی غلاموں اور ان کی اولاد کا تذکرہ کرنا ہے، جو سندھ کے اسلامی حیلوں میں گرفتار کر کے عرب لے جائے گئے تھے۔

السندی اعراب میں سندھ کو ہندہ کہتے ہیں، سمعانی لکھتا ہے کہ ہندہ النسبة الى السند و هي من بلاد الهند یہ نسبت سندھ کی طرف ہے جو ہندوستان کے شہروں میں سے ہے۔

غزالیہ کو یہ انتساب دینا بھایا کہ انھوں نے اپنے بچوں کے نام بھی السندی رکھے، جیسے السندی بن شاہب یا شیخ ابو بکر ہفرائی کے جدِ اعلیٰ کا نام ہندی تھا۔ اسی طرح بعض لوگوں کا لقب "السندی" قرار پایا، جیسے ابن عبد وہید رازی السندی کے لقب سے مشہور ہوئے پھر بعد میں ان کی اولاد اپنے جدِ اعلیٰ کی نسبت

سے بھی اسندی کہلائی۔

اس لیے عربی تاریخوں اور رجال کی کتابوں میں جن لوگوں کے نام اسندی کے ہتھ سے نظر آئیں، ان کے لیے ضروری نہیں کہ وہ سندھ ہی کے رہنے والے ہوں۔ اس لیے ذیل میں صرف ان ہی چند اشخاص کا تذکرہ کیا جاتا ہے جن کے سندھ کی نظر منسوب ہونے کی تصریح مل چکی ہو اور جن کے کچھ نہ کچھ علمی ادبی تعلیمی کارنامے ہیں۔

— ابو معشر سندھی —

ابو معشر نجیح بن عبد الرحمن دوسری صدی ہجری میں حدیث کے مشہور راویوں میں ہیں، اپنے وطن سندھ کے انتساب سے اسندی اور عباسی قیام کے لحاظ سے مدنی کہے گئے۔

یہ کسی جنگ میں گرفتار کر کے حجاز لے جائے گئے۔ اور وہاں فروخت کئے گئے یہاں تک کہ ام موسیٰ بنت منصور نے انھیں خرید لیا، پھر بنو ہاشم کی میراث میں آئے کچھ دنوں کے بعد نسیم آزاد ہوئے، اور بنو مخزوم کی ایک عورت کے مکان میں بنے اور پھر مقرر زعم ادا کرنے کے بعد آزاد ہو گئے۔

یہ جس خاندان میں رہی، اس میں علوم و فنون کی تحصیل کرتے رہی، ان کے آثاروں نے ان کی تحصیل علم میں مدد دی، یہاں تک کہ ممتاز علماء میں گنے گئے، اور ایسا علمی مرتبہ حاصل کیا کہ لوگوں کو ان کے عرب ہونے کا دھوکا ہوا اور خود ان کی حیات میں لوگوں میں ان کے عرب و غیر عرب ہونے کی بحث چھیڑ گئی، چنانچہ بعض لوگوں نے انھیں یمنی بتایا، لیکن جب انھوں نے سنا تو فوراً اس کی تردید کی اور کہا۔

”بنو ہاشم کے غلاموں میں ہونا میرے نزدیک زیادہ محبوب (اور لائق فخر) ہے“

اس سے کہ میرا نسب بنو خضطلہ میں ہو۔“

اس کے بعد خطیب بغدادی نے ان کے صاحبزادے محمد بن ابی معشر کا یہ قول

نقل کیا ہے۔

”ابونعیم نے کہا کہ ہم سے فضل بن ہارون بن داؤد بیان کرتے تھے، کہ میں نے محمد بن ابومعشر سے سنا وہ کہتے تھے کہ میرے والد سندھی تھے؟

ابومعشر سندھی نے علم حدیث، مخازی اور فقہ میں کمال حاصل کیا خود صاف من مخازی میں استاد شمار کئے گئے،

ان کے شیوخ حدیث میں محمد بن کعب بن قریظ، سعید بن ابی سعید، مقبری، ابوبکر بن ابی موسیٰ، ہشام بن عروہ، موسیٰ بن بشیر، نافع بن منکدر اور محمد بن قیس وغیرہ ہیں جامع ترمذی میں ان کی روایت موجود ہے۔ ان روایتوں میں ان کے شیخ کا نام سعید آیا ہے۔ گمان تھا کہ وہ سعید بن مسیب ہیں، چنانچہ ابن حجر نے تہذیب التہذیب میں اسی بناد پر سعید بن مسیب کو بھی ان کے شیوخ حدیث میں شمار کیا ہے، لیکن علامہ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کے سعید بن مسیب سے روایت کرنے کی تردید کی ہے اور جامع ترمذی میں ان کے شیخ کا بنو نام سعید آیا ہے اسے سعید مقبری قرار دیا ہے۔

ان کے تلامذہ میں بھی حلیل القدر علماء و امامہ کے نام آتے ہیں، چنانچہ محمد بن ابی معشر، عبدالرزاق، ابونعیم، محمد بن یحکار، منصور بن ابی مزاحم، لیث بن سعد، عبداللہ بن اویس، ہشیم، ابن ہدی، ابوصخر، ہاشم بن قاسم، وکیع، ہوزہ بن خلیفہ، عثمان بن عمرو، محمد بن سوا، محمد بن عکرم، قتادی، ابوصخر، سعید بن منصور، عیسیٰ بن علی، ابوریح زہرا، ابی اورثن حدیث و فقہ کے مشہور امام سفیان ثوری ان کے تلامذہ میں ہیں۔

اممہ فن نے ان کے علمی مرتبہ کا جہت ادا کیا ہے۔ اگرچہ یہ اظہر کسی قدر کمزور ہو گیا تھا، اس لیے محتاط محدثین نے ان کی روایتیں قبول کرنے میں احتیاط کی بلکہ کہا گیا ہے کہ یہ صورت حلیٰ آخر عمر میں پیدا ہوئی تھی۔ علامہ ذہبی ان کے متعلق کہتے ہیں۔

”وہ اپنے حافظہ کی کم زوری کے باوجود علم کے عزت تھے۔“

امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں :-
 ”من نمازی میں بصیرت رکھتے تھے، سچے تھے لیکن سلسلہ پہنچا دینے
 رکھتے تھے۔“

خطیب بغدادی کا بیان ہے،

”من نمازی کے بڑے واقف کاروں میں سے تھے۔“

ابومشیر سندھی کے اس عالم و فہم کے باوجود ان کا تلفظ درست نہیں
 ہوا تھا اور ان کے تلفظ سے ان کے قدیم وطن کی یاد تازہ ہو جاتی تھی۔
 ابو نعیم کہتے ہیں :-

”ابومشیر سندھی تھے، اور ان کے عربی الفاظ کا تلفظ صحیح نہ تھا وہ شہنا

محمد بن قعب کہتے اور قعب سے مراد کعب ہوتی تھی؟

یہ جلیل القدر سندھی عالم اپنے حافظہ کی کم زوری کی وجہ سے جرح کا
 نشانہ بھی بنے۔ امام بخاری و مسلم نے اپنی صحیحین میں اسی باعث ان کی روایت نہیں لی۔
 ابو داؤد اور نسائی نے بھی ان کی تضعیف کی، لیکن بقول علامہ ذہبی امام نسائی
 اپنی سنن میں ان کی روایت سے حجت لائے ہیں اور امام ترمذی نے ان کی روایت
 درج کی ہیں، مگر تصریح کر دی ہے کہ بعض اہل علم نے ان کے حافظہ پر کلام کیا ہے، امام
 احمد بن حنبل ان کی حدیثیں لکھ لیتے تھے مگر ضعف اسناد کی وجہ سے ان کی روایت
 نہ کرتے تھے، اسی طرح یحییٰ بن معین اور دوسرے ائمہ فہم میں سے بعض نے ان
 کے اسناد ہی کے لحاظ سے ان کی حدیثوں کو ضعیف کہا ہے۔

ان کی تکذیب میں بجز ایک غیر معروف روایت کے اور کسی کا قول موجود نہیں
 وہ روایت ابو حنیفہ بن علی بن عوف کی ہے۔ مگر دوسرے اہل علم نے یہ روایت بیان کر کے
 اس کی تردید کر دی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ ائمہ و فضلاء نے ان کی روایت کو ضعیف نہ کیا، بلکہ باوجود

ان کی روایتیں قبول کر لیتے تھے۔ کیوں کہ انھیں یقین تھا کہ ان کا حافظہ متن حدیث کی یادداشت میں کمزور نہیں، صرف سلسلہ سناد میں غلطیاں ہو جاتی تھیں، مگر اس میں بھی وہ جان بوجھ کر غلط بیانی نہ فرماتے تھے، جو سند روایت کرتے، اسے صحیح اور حق جان کر بیان کرتے چنانچہ ابن عدی کہتا ہے:-

”ان سے ثقافت نے روایت کی ہو اور ان کے ضعیف ہونے کے باوجود ان کی حدیثیں لکھ لی جاتی تھیں“

خلیلی کا بیان ہے:-

”ابو معشر کو علمِ روایت اور تاریخ میں ایک مقام حاصل تھا، انہ ان کی تاریخی روایتیں قبول کر کے ان سے حجت لائے ہیں اور حدیث کی روایتوں میں ان کی تصحیف کی ہو“

علم حدیث کے علاوہ فنِ معازی کے امام مانے گئے ہیں، ان کی تصنیفات میں ان کی کتاب المسماة فی شہرت رکھتی ہو ابن ندیم نے الفہرست میں اس کا تذکرہ کیا ہے اور کہتا ہے:-

”وہ تاریخ و سیرے عارف اور محدثین میں سے ایک تھے، ان کی کچھ کتابیں ہیں، جن میں سے ایک کتاب المعازی ہو“

مولانا شبلی مرحوم نے ”تہذیب سیرت“ میں ان کا ان الفاظ میں تذکرہ کیا ہے:-

”ابو معشر کچھ امدنی (سنہ ۱۸۰) شام بن عروہ کے شاگرد تھے

ثوری اور اقدی نے ان سے روایت کی ہو، گو محدثین نے روایت

حدیث میں ان کی تصحیف کی ہو، لیکن سیرت و معازی میں ان کی

جدلت شان کا ہر اثر پایا ہو۔ امام احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ وہ اس

فن میں صاحبِ نظر تھا، ابن ندیم نے ان کی کتاب المعازی کا ذکر کیا ہے

کتب سیرت میں ان کا نام کثرت سے آتا ہے (جلد ۱ ص ۲۲)

ابو معشر کا رنگ گندم گوں اور جسم فربہ تھا۔ خلیفہ مہدی ان کے علم و فضل

کا قدردان تھا، اس سے اس کی انیسیت کی ایک خاص وجہ یہ بھی تھی کہ اس کی ماں کے جو ام موسیٰ بنت منصور کے نام سے مشہور ہو، غلام رہ چکے تھے ایک مرتبہ حج کے موقع پر ان دونوں کا ساتھ ہو گیا مہدی نے ان کی قدر افزائی کا حکم دیا کہ یہ شاہی خیمہ میں بلائے جائیں اور اس قافلہ کے لوگ ان سے فقہ کا فیض حاصل کریں پھر مہدی نے ان کی خدمت میں ایک ہزار دینار کا تحفہ پیش کیا۔ اس کے بعد مہدی ۱۷۱ھ میں انہیں اپنے ساتھ مدینہ سے عراق لایا اور ۱۷۱ھ میں بغداد میں لاکر ٹھہرایا اور علم و تعلیم کی خدمت ان کے سپرد کی اور یہیں تھقل قیام اختیار کیا۔ وفات سے دو سال پیشتر جو اس میں کچھ فرق آ گیا تھا، رمضان ۱۷۱ھ میں وفات پائی، خلیفہ ہارون الرشید نے جنازہ کی ساز پڑھائی اور بغداد کے مقبرہ کبیر میں یہ فخر سندھ مدفون ہوا۔

جعفر ابو عبد الملک محمد بن ابو معشر سندھی

ابو عبد الملک محمد ابو معشر سندھی کے لائق صاحبزادے تھے اور اپنے عہد کے ممتاز اہل علم میں تھے۔ خلیفہ مہدی انہیں بھی مدینہ منورہ سے بغداد لے آیا تھا۔ علم حدیث سے انہیں ہی سنا سبت تھی۔ یہاں ابن ابی ذئب اور ابو بکر بدلی سے ماثنا ثابت ہو، اپنے والد کے کتاب المغازی ان سے روایت کی ہو ان کے تلامذہ میں ان کے صاحبزادے داؤد اور حسن ان سے روایت کرتے ہیں، ان کے علاوہ ابو حاتم محمد بن ادبیس رازمی، محمد بن ایشہ ہمدانی، اور ابو یعلیٰ موصلی نے ان کی روایت کی ہوئی حدیثیں بیان کی ہیں۔ ابو حاتم نے ان کی توثیق کی ہے انھوں نے ۹۹ سال کی عمر میں ۱۷۱ھ میں وفات پائی۔

لغة تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۴۱۲، تہذیب التہذیب ج ۱ ص ۱۰۱ و ۱۰۹ کتاب الاصاب سنی فرق ۱۳۳، تاریخ خلیفہ بغداد ج ۱ ص ۴۲، مشذرات الذہب ج ۱ ص ۲۷۸، الفہرست ابن ندیم ص ۱۳۶، طبیب مصر ۲، کتاب الامام ج ۱ ص ۳۳، تاریخ الخلفاء ج ۱ ص ۳۳ و ۳۴۔

بیہ (امام اوزاعی) —

شیخ الاسلام عبدالرحمن بن عمر و امام اوزاعی ان ائمہ اسلام میں ہیں جو فقہ کے ایک مذہب کے بانی بنے اور شام اور اندلس میں زمانہ دراز تک ان کے پیروں کی کثیر تعداد موجود رہی اور فقہ کی تاریخ و خلاقیات میں آج تک یہ مذہب معلوم و مشہور ہے۔
امام اوزاعی ششہ میں پیدا ہوئے اور ۱۵۷ھ میں وفات پائی یہ نسلاً سندھی تھے، علامہ ذہبی اور ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں۔

دکان اہلہ من سباء السند ان کا خاندان سندھ کے قیدیوں میں سے تھا
امام اوزاعی دمشق کے کسی گائوں میں پیدا ہوئے، اور اس عمر میں بیروت میں قیام فرمایا، ان کے شیوخ و تلامذہ کی لمبی فہرست ہے، جن میں چند مشہور اکابر حسب ذیل ہیں۔
شیوخ میں عطار بن ابی رباح، قتادہ، خدا دنانغ، مولیٰ عمر زہری، اور محمد بن سیرین وغیرہ ہیں اور تلامذہ میں مالک شیبہ، ثوری، ابن مبارک، اور یحییٰ بن سعید قطان وغیرہ ہیں۔
پھر ان کے شیوخ میں سے امام زہری، یحییٰ بن کثیر، اور قتادہ وغیرہ نے بھی ان سے روایتیں کیں۔

ان کے علم و فضل کے بیان میں ائمہ فن کی بڑی روایتیں ہیں۔ ابن ہدی لکھتے ہیں

”حدیث کے چار امام ہیں اورخ، مالک، ثوری، اور حماد بن زید اور شام میں سنت کا جوتہ: لا اوزاعی، نہ بڑھو کر کوئی نہ تھا“
امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں:۔

”ایک مرتبہ سفیان ثوری اور اوزاعی امام مالک کے پاس پہنچے جب وہ دس بجے تھے تو انہوں نے فرمایا۔ ان دونوں میں سے ہر ایک اپنے صاحبی سے علم میں زیادہ ہے لیکن ان میں کا پہلا یعنی ثوری منہم۔ مذہب کی امامت کی اہلیت نہیں رکھتا۔ اور دوسرا یعنی اوزاعی (امام تھے) کا صلاحیت رکھتا ہے“

امام ابو اسحق خزارى كہتے ہيں :-

”میں نے ان دونوں شخصوں اور انہوں كے مشكلى كو ہنيں پایا، ان
میں سے اندازى شخصيت عامہ كے مالك ہيں اور فدى شخصيت خاص ركھتے ہيں؟
اگر ہيں اس اہم كے ليے كى كو چننا قودہ اندازى ہوتے؟
اسمئيل بن عباس كہتے ہيں :-

”میں نے ستر گھنٹوں كو كہتے سنا كہ اندازى اس زمانہ ميں اہم
كے عالم ہيں؟

اسى طرح عبد اللہ بن مبارك كا ارشاد ہيں :-

”اگر مجھ سے كہا جاتا كہ اس اہم كے ليے كى كو منتخب كر دى تو ميں فدى
اندازى كو منتخب كرنا اور ہر ان دونوں ميں سے اندازى كو چن لیتا؟

”اور خود امام ابو سفیان ثورى كا یہ واقعہ ذكر كرنے كے لائق ہيں كہ ايك مرتبہ حج كے
موتح پر اٹھوں نے مقام ذى طوى ميں امام اندازى كو اونٹ پر گزرتے ديكھا تو
فرد محبت و عقيدت سے دوڑ پڑے اور ان كے اونٹ كى نكيل ہاتھ ميں پكڑ كر يہ صدا
دیتے ہوئے پرايہ پا - چلے كر شيخ كے ليے رستہ دو - شيخ كے ليے رستہ دو -
امام اندازى كا اسارى زندگى علم و دين كى خدمت ميں گذرى دنياوى جاہ و شرم
سے لغو و ربا و فساد سے پريہ كى گئى مگر قبول كرنے سے انكار كر ديا -

خلیفہ بنو امیہ كے قتل عام پر ان كى رائے پوچھي انھوں نے بياكى سے
حق بات مسند پر كہى منہ دے بھٹ كى - امام اندازى نے اسے اپنے دلائل سے قلعى
لاچار كر ديا، تو خلیفہ غصب سے اس كى آنكھيں انكاروں كى طرح سُرخ ہو گئیں اور غصہ
ميں مجلس سے نكل اچا - كا حكم ديا - وہ دربار خلافت سے نكل كر كچہ در پہنچے تھر كچے
سے ايك سوار قوا قبارتا ہ اس تا دكھائى ديا يہ سمجھے كہ سر لينے آ رہا ہ - وہ ميں كھڑے
ہو كر دكانہ كى بريت با برھلى كے اندر دم سجدہ شكر ادا كر لے - جب - امام پھر ارشاد كى
سوار نے دنيا روں كى تھلى اندر كى انھوں نے اسے قبول كر لیا مگر گھر پہنچنے سے پہلے

رہتے ہی میں سب کو خیرات کر دیا۔
 امام اور اعلیٰ اور امام اعظم ابو حنیفہ رحمہما اللہ دونوں ہم عصر تھے، امام اعظم
 بھی ان کی قدر فرماتے تھے اور ان کے علم کے معترف تھے۔
 امام اور اعلیٰ کی وفات حمام میں ناہیستہ آگ سے جل کر ہوئی، سال دہائی
 میں اختلاف ہو، مورخین عموماً ۱۵۶ھ کی روایت زیادہ لکھتے ہیں۔ مذہب ذریعہ
 دو تین صدیوں تک شام و اندلس میں باقی رہا اور اس مذہب کے ماننے والے ہزاروں
 کی تعداد میں موجود رہے۔

— (حافظ ابو محمد خلف بن سالم سندھی) —

ابو محمد خلف بن سالم مخاطب بہ محمود سندھی حدیث کے مشہور حافظوں میں
 تھے، یہ سندھ سے عرب لے جائے گئے اور آل مہلب کے غلام بنے، پھر علوم کی
 تحصیل کی، اور علم حدیث میں نام پیدا کیا۔ بغداد کے محلہ خرم میں قیام تھا۔ اس نسبت
 سے مخرمی بھی کہلائے۔

خطیب لکھتا ہے۔

”خلف بن سالم ابو محمد مخرمی مہلبہ کے مولیٰ میں تھے، اور یہ سندھی تھے؟“

ذہبی کا بیان ہے۔

”خلف بن سالم حافظ محمود ابو محمد سندھی مولیٰ آل مہلب بغداد کے اعیان

حفاظ حدیث میں تھے؟“

ابن حجر نے بھی انھیں السندی البغدادی الحافظ لکھا ہے

ان کے شیوخ حدیث میں حسب ذیل محدثین ہیں جن سے انھوں نے روایتیں
 کیں، شیم، ابن بشر، یحییٰ بن سعید قطان، عبد الرحمن بن مہدی، سفیان بن علیہ
 سعد بن ابراہیم بن سعد، یعقوب بن ابراہیم، من بن علی، ابو نعیم فضل بن کون

محمد بن جعفر غندرازی، یزید بن ہارون، وہب بن جریہ، عبدالرزاق بن ہمام، اور ابن نمیر وغیرہ،

تلامذہ میں اسماعیل بن ابی حارث، حاتم بن لیث، یعقوب بن شیبہ، احمد بن ابی خلیفہ، جعفر طرابلسی، عباس دوری، یعقوب بن یوسف مطوعی، حسن بن علی نعمری، احمد بن حسن بن عبد الجبار صوفی، ابو القاسم ہمدانی، احمد بن علی آبار، اور عثمان دارمی وغیرہ ہیں، امام احمد بن حنبل، یحییٰ بن معین، مسدد، حمیدی، یعقوب بن شیبہ، اور حمزہ کفانی نے ان کی توثیق کی ہے، امام نسائی نے بھی انھیں ثقات میں جگہ دی ہے۔

وہ طبقات نہایت سادہ و دل تھے اور مختلف علوم میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔ یوم دوشنبہ ۲۲ رمضان ۲۳۱ھ میں ۶۹ سال کی عمر میں بغداد میں وفات پائی

— ابو العباس فضل بن سکین بن سحیت سندھی —

ابو العباس فضل بن سکین بن سحیت سندھی قطیفی معروف بہ سندھی بھی حدیث کے مشہور راویوں میں ہیں، صالح بن بیان ساحلی اور احمد بن محمد علی سے حدیث روایت کی، اور ان سے محمد بن موسیٰ بن حماد بربری، ابو یعلیٰ موصلی، ابو اسیم بن شیبہ مخزومی اور محمد بن محمد یا غندی روایت کرتے ہیں،

یحییٰ بن معین نے ان پر جرح کی ہے، ان کے سلسلہ سند سے عبدالرزاق راوی سے بھی بعض سندیں بیان کی جاتی ہیں، لیکن یحییٰ بن معین نے اس کی تردید کی ہے۔

— ابو نصر فتح بن عبداللہ سندھی —

ابو نصر فتح بن عبداللہ سندھی اسی حکم کے موالی ہیں تھے، جنھوں نے انھیں آزاد کر دیا انھوں نے مختلف علوم فقہ و کلام وغیرہ میں مہارت حاصل کی، فقہ کی تفصیل، ابو یعلیٰ موصلی

لے تاریخ قطیف بغدادی ج ۸ ص ۳۶۹، تذکرۃ الحفاظ ج ۴ ص ۶۵، تہذیب المذہب ج ۱ ص ۱۵۲

لے تاریخ قطیف بغدادی ج ۸ ص ۳۶۲، دسان الاثران ج ۲ ص ۱۵۱

سے کی تھی، اور حدیث کی روایت حسن بن سفیان وغیرہ سے کی اور فقیہ و تکلم کا لقب پایا اور دینی و علمی مرتبہ ایسا حاصل کیا کہ تلامذہ و متعقدین کا گروہ ان کا حلقہ بگوش رہتا تھا۔ وہ اپنے ہندوستانی ہونے کا برملا ذکر کرتے تھے، حافظ عبد اللہ نے ان کا ایک اتمہ بیان کیا ہے جسے سمعانی اور مقدسی نے بہ روایت مسلسل نقل کیا ہے، وہ کہتے ہیں :-
 ایک مرتبہ ابو نصر سندھی کے ساتھ جابرا تھا ان کے متعقدین و تلامذہ کا ایک مجمع ان کے پیچھے تھا۔ راہ میں ایک عرب نشہ میں چور زمین پر پڑا دکھائی دیا۔ ابو نصر کو اس شان سے جاتے دیکھ کر اس نے بدستی میں بعض ناملائم الفاظ کہہ کر کہا :-

”اے غلام ذرا مجھے دیکھ میں زمین پر پڑا ہوں، اور تو متعقدین کا ایک گروہ ساتھ لیے شان سے جا رہا ہے؟“

شیخ ابو نصر نے برجستہ جواب دیا :-

”اے شریف زادے! جانتے ہو یہ ایسا کیوں ہوا، بات یہ ہے کہ ہم تمہارے اجداد کے نقش قدم پر چل رہے ہیں اور تم میرے باپ داداؤں کے پیچھے ہو چلے!“

— (ابو العطاء سندھی) —

ابو العطاء سندھی کا نام ہر عربی خوان نے سنا ہوگا۔ اس نے عربی ادب میں ایسا کمالی پیدا کیا، کہ قادر الکلام عرب شعرا کے پہلو میں جگہ پائی، ابو تمام نے اپنی مشہور کتاب حماسہ میں اسے بھی جگہ دی ہے۔

ابو عطاء سندھی کا نام افصح اور اس کے باپ کا نام یسار تھا، یسار نے اپنے لڑکے کے غلام بنا کر سندھ سے عرب لے جایا گیا اور بنو ہمد کا غلام بنا، کونہ میں قیام تھا، افصح کی ابتدائی نشوونما کونہ میں ہوئی، اس کے بعد وہ عنترہ بن سہاک بن حصین اسدی کا غلام بنا،

جب افصح کی جودت طبع کے جوہر کھلے اور شعر و شاعری کرنے لگا، تو اس کے

آقا عشرہ بن سماک نے اس کے ذوق ادب کی قدر کر کے اسے آزاد کر دیا۔ لیکن جب رفتہ رفتہ ملک میں اس کی قدردانی ہوئی اور صاحب ثروت ارباب ذوق اس کی شاعری کا اسے صلہ دینے لگے اور معاشی حیثیت سے اس نے غامی ترقی کر لی تو اس کے آقا عشرہ بن سماک کو لالچ پیدا ہوئی، اس نے نئے سرے سے اس کے غلام ہونے کا دعویٰ کیا اب دشواری یہ تھی کہ اس کا کوئی ثبوت نہ تھا، کہ وہ واقعی آزاد ہو چکا ہو، یہ قہم اہل ادب و شعر کو ناگوار گزرا، ان لوگوں نے انفع کی حمایت کی اور اس پر معاملہ طے کر دیا، کہ وہ چار ہزار کے معاوضہ پر مکاتب بنالیا جائے۔ یعنی جب وہ چار ہزار ادا کرے تو وہ آزاد ہو جائے عشرہ نے یہ شرط منظور کر لی۔

اس کے بعد انفع ایک ممتاز رئیس حرمین عبداللہ قرشی کے پاس پہنچا، اور قیصر میں یہ صورت حال بیان کی اس نے ادب نوازی کا ثبوت دیا اور اسی وقت چار ہزار نقد دے دیئے، کہ جا کر اپنی گلو خلاصی کر کے چنانچہ وہ رقم ادا کر کے آزاد ہو گیا، آزاد ہونے کے بعد اس نے عشرہ کی شان میں بڑی سخت ہجو لکھی اور اس کے حرم کا اسے پورا فخر دکھایا۔ انفع کا باپ یار تو آخر عمر تک عربی زبان صحیح طور پر نہ سیکھ سکا۔ مرثیہ لکھنے بھولی زبان میں اپنا مفہوم ادا کر لیتا تھا، لیکن جیسا گزرا انفع کو بچپن سے زبان سیکھنے کا موقع ملا اور آگے چل کر ایسا قاور الکلام شاعر بنا کہ اس کے آگے زبان دان عرب شرمانے لگے، لیکن اس کے باوجود اس کے لب و لہجہ اور لفظ میں ہندیت کا اثر باقی رہ گیا تھا۔ مورخین لکھتے ہیں کہ وہ جمیم کوڑے اور شین کو سین کرتا تھا۔ مثلاً اس نے ایک مرتبہ ایک موقع پر کہا، و ملک فتمنا نہ دحتہ اذ ہیا ہنز و تہ

یعنی

و ملک، ماہیہ تہ ہر افواہ ہنز و تہ

اس لیے شہر چڑھنے اور قہار ہونے میں اس نے بی حد تہمتیں پیش آتی تھیں۔ اس زمانہ میں یہ دستور تھا کہ متاع ہر سال ہر ایک کے لئے کھینچے جاتے تھے، ان کا کلام سنایا کرتے تھے، اس غرض سے اس نے سلیلا و ہنز و تہ ہر بار کار

کریا اور اس کی شان میں ایک طویل قصیدہ سنایا اور اس میں اپنے عجی ہونے اور لفظ کے صحیح نہ ہونے کا عذر کیا، اور اپنے ملکہ شعری کا ذکر کر کے ایک راوی کے عطا کیے جانے کی ضرورت بتائی۔

سلیمان بن سلیم نے اس کی درخواست منظور کی اور ایک زبان دان بربری غلام عطا کیا جو، پندرہین طریقہ سے صحیح لب و لہجہ میں قصائے پڑھتا تھا، افعی نے اس کا نام عطا رکھا۔ اور اس کے نام پر اپنی کنیت ابو عطا اختیار کی اور اسے اپنا بیٹا بنا لیا۔ اور اس کے بعد ابو عطا والدہ کی بیوی کے نام سے مشہور ہوا۔

اب جب مجلس میں قصیدہ پڑھنے کی ضرورت پڑتی، عطا بڑے جوش و خروش سے پڑھتا اور ساری مجلس، وجد میں آجاتی،

ابو عطا مخفی شعرا میں گنا گیا۔ اگرچہ اس نے عشقیہ قصائد بھی لکھے، تاہم اس کو نہایت ہی مہذب و محاسبہ تھا، بنو امیہ کا شہوان تھا، ان کے مغاور اور جنگی کارنامے لکھ کر بیان کرتا، اس لیے بنو امیہ کے عباس شعرا میں شمار کیا جاتا، بلکہ بنو عباس اور بنو امیہ کا، نزدیکی میں بھی شریک ہوا، اور اس کا راوی عطا اس جنگ میں مارا گیا۔ بنو امیہ کے خاتمہ پر اس نے بڑے پردرد مرثیے لکھے۔

اس کی وجہ سے خایفہ ابو جعفر منصور اس سے خاک کھاتا تھا لیکن اس کے لیے فرما دئے وقت گزارا طاعت ضروری تھی، اس لیے دربار میں حاضر ہوا کہ قصیدہ سنائے، ابو جعفر منصور اس سے دیکھ کر سخت برہم ہوا اور سخت الفاظ میں خطاب کر کے اس سے کہا،

”تو دشمن خدا کا جو ناصت نصیب کیا، روی کا یہ رشتہ کہا ہو“

اور مرثیہ لکھنا تو اپڑھے اور پھر کہا:

”جو ایک قسم میں اس کے بعد تیرے ساتھ کوئی سنو نہیں کر سکتا“

ابو عطا دربار سے نکل آیا، اور پھر حنیفہ قصائد کہے جن میں بنو امیہ کے محامد بیان کئے، ان کے مصائب پر خون کے آنسو بہائے، اور پھر ان میں بھی بھر کے

ابو جعفر منصور کی سچو کی اور وہ قصائد وار انجمن کے بچے بچے کی زبان پر آگئے ،
نصر بن یسار اموی جس کی محبت کے جرم میں وہ منصور کے دربار سے نکالا گیا
تھا ، اس کا بڑا قد روان تھا ، ان دونوں کے دلچسپ شاعرانہ لطائف کتابوں میں
مذکور ہیں اس نے اس کے قصائد پر بڑے حوصلہ سے انعامات دیئے ۔ کسی قصیدہ پر دس ہزار
کسی پر چالیس ہزار ، اسی طرح ایک موقع پر ایک خوبصورت قندھاریہ کینز ہبہ کی ۔

دوسرے امر ابھی اپنی ادب نوازی کا ثبوت دیتے رہتے تھے ، ایک مرتبہ ابو لوطا
مکہ کے راستہ میں ٹھہرا ہوا تھا اور اس کا خیمہ راستے کے کنارے پر سٹا سٹایا پڑا تھا ، اوھر کو
نہیک بن معبد عطاردی کا گزر ہوا ۔ اس نے پوچھا یہ کس کا خیمہ ہے ، لوگوں نے بتایا ،
" ابو لوطا رہ رہی کا " اس نے غلاموں کو کچھ ساز و سامان اور کپڑے دے کر بھیجا کہ اس
کا خیمہ قرینہ سے کھڑا کر کے اسے مرتب کر دیں ، ابو لوطا نے جب یہ ساز و سامان دیکھا
تو اس کی شان میں ایک مدحیہ شعر بلند آواز سے پڑھا ، اور وہ شعر قافلہ والوں میں
مشہور ہو گیا ،

اس کے بعد ان دونوں کی ملاقات ہوئی ، نہیک نے کہا " ابو لوطا اس شعر پر کچھ

اصناف کرو ۔ اس نے پرستہ جواب دیا ۔

میں نے تجھے اتنا علی کیا جتنا تم نے مجھے ملایا تھا ، اگر تم اپنے عطیہ کو بڑھاؤ گے

تو میں بھی اپنے عطیہ میں اضافہ کروں گا "۔

محاصر شعراء سے اس کی محاصرانہ چٹکیں بھی رہتی تھیں ، اس عہد میں ابو ولید مشہور
عرب شاعر تھا ۔ ان دونوں میں خاصی نوک جھڑک رہتی ابو لوطا نے ابو ولید کے ایک ہفتے
کی سبھو مزاح لکھی ، اس نے اپنا ہتھ پتھر فوراً فروخت کر ڈالا اور پھر ابو لوطا کی شان میں ایک
ظریف سچو نظم لکھ ڈالی ۔ اہل ادب نے دونوں قصیدوں سے خوب لطف اٹھایا ۔
ابو لوطا نے خلیفہ منصور کے زمانہ میں وفات پائی

دمی ۱۹۳۵ء

دور ولایت | پہلی صدی ہجری میں مکمل ہو گئی تھی، اس کے بعد تقریباً
سوا سو برس یہ ملک دمشق پھر بغداد کی حکومت کا جزو رہا، سندھ پر حملہ آمدی کی اہم
عراق کے دانی کی سرکردگی میں انجام پائی تھی۔ اس لیے سندھ کی حکومت والی عراق ہی
کے ماتحت رہی اور وہیں سے خلیفۃ المسلمین کی رسمی منظوری کے بعد وقتاً فوقتاً ولایت نامزد
ہو کر آتے رہے، چنانچہ جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے فاسم کے بعد نیرید بن کعبہ کی تقرری اور اس
کی وفات کے بعد حبیب بن مہلب کے تقرر سے سندھ کے داخلی امن و امان کو نقصان پہنچا
خلیفہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے ۹۹ھ میں مہلب کو معزول کر کے عمرو بن مسلم باہلی کو
امارت پر بھیجا اور سندھ کے نامسلمانوں میں سے ارباب اقتدار کو تبلیغی دعوت نامے
براہ رہست بھیجے جس سے متاثر ہو کر بہت سے لوگوں نے اسلام قبول کیا۔ جن میں راجہ
داہر کا بیٹا جے سنگھ بھی تھا۔ اس کے بعد جب آل مہلب نے خلافت سے ہجرت
کی تو اپنے سابق اثرات سے فائدہ اٹھا کر سندھ کو اپنا مرکز قرار دیا، ودا ع ابن حمید
یہاں ان کا سرغنہ بنا، مگر ہلال بن ابو ذبیحی کی سرکردگی میں لشکر آیا جس نے آل مہلب
کا خاتمہ کیا۔ ۱۰۱ھ میں عمرو بن مسلم باہلی کے بجائے جنید بن عبدالرحمن الری یہاں کا
گورنر بنا کر بھیجا گیا۔ راجہ داہر کا بیٹا جے سنگھ اسلام قبول کرنے کے بعد حضرت عمر
بن عبدالعزیزؓ سے امان طلب کر کے برہن آباد کو اپنا پایہ تخت بنا کر حکومت کرتا
رہا جنید سے اس کے تعلقات خوش گوار نہ رہ سکے، دونوں میں جنگ آزمائی ہوئی
جے سنگھ مارا گیا۔ اس کے بعد اس نے اپنی فتوحات کا دائرہ وسیع کیا اور وہ ٹہرہ

ماڑو اردو گجرات گیا، پھر آگے بڑھ کر کشمیر کی مسجد تک پہنچا، ^{۱۱۱۱ھ} میں حنفیہ صوبہ
 خراسان کا والی بنا کر بھیج دیا گیا، اور یہاں کی حکومت کی باگ تہم بن زید عتبی کے
 ہاتھ میں آئی، مشہور شاعر فرزدق نے اسی کے نام اپنا مشہور قصیدہ لکھ کر بھیجا تھا۔
 تہم کا میاب حکمران ثابت نہ ہو سکا، اور جلد ہی اس نے وفات پائی، اور ملک میں عام
 ابتری پیدا ہو گئی، تو سندھ کی حکومت کی باگ عارضی طور پر دوبارہ حنفیہ کے ہاتھ میں دی
 گئی، وہ خراسان میں رہ کر یہاں کی دیکھ بھال کرتا رہا مگر حالت روز بروز ابتر ہوتی
 گئی، یہاں تک کہ والی عراق کی طرف سے حکم بن عوانہ کلبی امیر سندھ بنا کر بھیجا گیا اور
 اس نے ایک قلعہ بند شہر کی بنا ڈال کر محفوظہ سے اس کو موسوم کیا اور ہی کو پایہ تخت
 بنا کر سندھ میں اسلامی حکومت کا پایہ تخت اور مسلمانوں کا مرکز قرار دیا، پھر اس نے
 امن و امان قائم کرنے کے لیے مہین بھیجیں، اور ملک میں نئے سرے سے امن و امان قائم
 کیا فتوحات سے واپسی میں اس نے دوسرے شہر منصورہ کی بنا ڈالی۔ اور آخر
 میں یہی شہر اسلامی حکومت کا پایہ تخت بنا، ^{۱۱۲۱ھ} یا ^{۱۱۲۲ھ} میں حکم ایک لڑائی
 میں مارا گیا، اب عراق کی حکومت یوسف بن عمر ثقفی کے ہاتھ میں بھی، چنانچہ
 اسلامی حکومت سندھ کی باگ ڈور محمد بن قاسم کے بیٹے عمر دیکے ہاتھ میں دی گئی،
 جو یہاں اپنی شجاعت کے کارنامے انجام دے رہا تھا، عمر ثقفی کے دور میں بنو ہاشم
 کو فروغ حاصل ہوا، مگر وہ پامردی سے مقابلہ کرتا رہا، یہاں تک کہ دشمنوں کو شکست
 دی، اسی اثنا میں آل ہلب نے مروان بن یزید بن ہلب کی سرکردگی میں پھر سر
 اٹھایا، مروان قتل کیا گیا، اور یہ فتنہ بھی رشح ہوا، اس اثنا میں مسند خلافت
 پر ہشام کی جگہ ولید آیا۔ اس نے ہشام کے واپیوں کو معزول کیا، اور ^{۱۱۴۵ھ}
 میں عمرو بن محمد ثقفی بھی معزول کیا گیا اور سندھ کی ولایت کی باگ یزید بن عمار کے
 ہاتھ میں آ گئی، یہ سندھ میں اموی سلطنت کا آخری والی تھا اس دور میں
 دار الخلافہ حوادث و انقلابات کا شکار رہا۔ یہاں تک کہ خلافت کا خاتمہ ہوا

اور ۱۲۲ھ سے عباسیوں کے دور حکومت کا چہم لہرانے لگا عباسیوں کے
 ۱۴۰ھ اور اموی سلطنت کے مخالفین دور دور کے صوبوں میں پہنچ چکے تھے چنانچہ
 سندھ میں اموی سلطنت کا چراغ پہلے گل ہوا، منصور بن جہور کلبی نے جو دار الخلافہ
 سے فتنہ برپا کرتا ہوا سندھ تک آ پہنچا تھا، ۱۳۳ھ میں ابن اسرار سے مقابلہ کر کے
 اس کو قتل کیا، اور اپنی آزاد حکومت قائم کر لی۔

منصور بن جہور کلبی سے سندھ کی اسلامی حکومت کا دوسرا دور شروع
 ہوتا ہے، منصور نے اپنے بھائی منظور کو مغربی سندھ کے علاقہ قند اہل اور دیبل
 وغیرہ کا حاکم بنایا اور خود حکومت سندھ کے انصرام میں مصروف ہو گیا، اس زمانہ
 میں خلافت عباسیہ کی طرف سے ابوسلم خراسانی مشرقی ممالک کا انچارج تھا، اس
 نے سندھ کی ولایت کے لیے ابوسلم عبدالرحمن بن مسلم غلس عبدی کو مامور کیا، وہ
 فوج لے کر دیبل پہنچا، یہاں منظور کلبی نے مقابلہ کیا، اور مارا گیا، یہ سن کر منصور
 خود آگے بڑھا، منصورہ کے قریب دونوں فوجوں میں مقابلہ ہوا، غلس عبدی
 کو شکست ہوئی وہ گرفتار ہو کر ۱۳۳ھ میں قتل کیا گیا، ابوسلم خراسانی نے یہ روداد
 سن کر موسیٰ بن کعب قمی کو بارہ ہزار فوج کے ساتھ سندھ پر حملہ آمدی کے لیے روانہ
 کیا، اس نے منصور کو شکست دی، وہ فرار ہوا، اور صحرا میں پیاس کی شدت سے
 جان دی، اس طرح ۱۳۴ھ میں سندھ کی حکومت خلافت عباسیہ کے زیر اقتدار آئی
 موسیٰ پہلا عباسی امیر سندھ تھا، کچھ دنوں یہاں مقیم رہا، اور فتوحات انجام دیے
 پھر اپنے بیٹے عبیدہ کو اپنا قائم مقام بنا کر عراق واپس گیا، عبیدہ کامیاب حکمران ثابت
 نہیں ہوا، ملک کے مقیم عرب باشندوں میں قبائلی جنگ شروع ہو گئی، قوطانی و ذری
 قبیلے اس کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے، اس نے سب کو قتل کر لیا، پھر اس کے خلاف بعض
 سارشین بھی ہوئیں، بالآخر خلیفہ منصور نے ۱۴۶ھ میں عمر بن حفص تنکی کو سندھ

۱۔ ابن اثیر ج ۵ ص ۲۱۷، یقوتی ج ۱ ص ۴۰۰، ذریعہ انوار ص ۴۰ ص ۱۷ ابن اثیر ج ۵ ص ۱۷
 یقوتی ج ۵ ص ۲۶۹، ذریعہ انوار ج ۱ ص ۴۰ ص ۱۷، ذریعہ انوار ج ۱ ص ۴۰ ص ۱۷، ذریعہ انوار ج ۱ ص ۴۰ ص ۱۷

کا دانی بنا کر بھیجا، عینہ لجاوت پر آمادہ ہوا، عمر بن حفص نے کامیاب پیش قدمی کی اور امان دے کر منصورہ پر قبضہ کیا، اور عینہ کو گرفتار کر کے دارا خلائہ بھیج دیا۔ لیکن وہ وہاں پہنچنے سے پہلے ہی راہ میں قتل کر دیا گیا۔

عمر بن حفص کا دور حکومت کئی حیثیتوں سے اہم ہو، اسی کے عہد حکومت میں شیعی اور خارجی دونوں فرقوں کے مبلغین سندھ میں وارد ہوئے، چنانچہ پہلے اہل حق خارجی فرقہ کا مبلغ حسان بن مجاہد ہمدانی سندھ میں داخل ہوا مگر عمر بن حفص سلطنت کا طرفدار تھا، خارجیوں کو اس کی حمایت حاصل نہ ہو سکی، اس لیے یہ مبلغین حوصلہ واپس چلے گئے، دوسری طرف حضرت عبداللہ بن محمد معروف بہ عبداللہ الاشتر بن محمد بن محمد بن عبداللہ بن محمد بن دارود ہوئے، عمر بن حفص نے اپنے فطری رجحانات سے ان سے چشم پوشی کی اس طرح وہ خود سندھ میں شیعیت کی تحریک کے فروغ پانے میں مامون بنا، حضرت عبداللہ بن محمد معروف بہ عبداللہ الاشتر بن محمد بن محمد بن عبداللہ بن محمد بن دارود بن علی کی، اور رازداروں کے ساتھ ان کو ایک راجہ کے حدود و حکومت میں بٹھرایا اور یہ اپنے مشن کی تبلیغ میں مصروف رہی، اور شیعیت کی اشاعت ہوتی رہی، اتفاق سے سلاطین میں خلیفہ المنصور کو حضرت عبداللہ الاشتر کے حالات معلوم ہو گئے، اس نے ان کی گرفتاری کا حکم بھیجا اس حکم کی تعمیل میں ایک دوسرے فدائی کو الاشتر کا نام لے کر یہاں سے دارا خلائہ بھیجا گیا جو باں قتل کیا گیا، المنصور کو اس واقعہ کی بھی آگاہی ہو گئی۔ مگر صورت حال ایسی تھی کہ وہ عمر بن حفص کے خلاف کسی جرم کا کوئی ثبوت نہ رکھتا تھا، اس کے ساتھ وہ اس کے تدبیر و دانائی کا قائل تھا۔ اس لیے اس نے اس کو سندھ کی ولایت سے ہٹا کر افریقہ جیسے بڑے صوبہ کی ولایت پر مامور کر دیا، اور سندھ کی ولایت کا پرہیز ہشام بن عمر تغلبی کو دیا، جس نے سلاطین میں یہاں آ کر زمام حکومت سنبھال لی، المنصور نے ہشام کو بھی عبداللہ الاشتر کی گرفتاری کا حکم بھیجا، مگر درپردہ یہ بھی سلطنت کا ہنر تھا، اس نے ان کی گرفتاری سے اعراض کیا، مگر اس کے بھائی سفیع بن عمرو تغلبی نے اچانک

ان کے دستہ کو دیکھ لیا اور حملہ آور ہو کر قتل کر ڈالا، ہشام نے ان کے اہل و عیال اور محمد بن عبد اللہ معروف بہ ابن اشتر کو المنصور کے پاس بھیج دیا جس نے اس لڑکے کو مدینہ منورہ کے عامل کے سپرد کر دیا، اگرچہ حضرت عبد اللہ الاشتر نے سندھ ہی میں جام شہادت نوش کیا مگر شیعیت کے اثرات قناتہ ہو سکے اور آگے چل کر شیعوں کی مستحکم حکومت سندھ میں قائم ہوئی، اس کے بعد ہشام تغلبی نے توسیع مملکت کا فکر کیا اور بھر دج، ملتان اور گندھار کو زیر اقتدار لایا، پھر وہ ۱۵۸ھ میں رخصت کے کوطن گیا، اور وہیں اس نے وفات پائی، سندھ کی ولایت پر نصیب بن خلیل تمیمی بامور کیا گیا، اس نے ۱۵۹ھ میں وفات پائی تو روح بن حاتم مقرر کیا گیا۔ اس زمانہ میں ہندوستان کے خلاف بحری ہم بھی جاری رہی، چنانچہ عربوں کے جنگی بیڑے ساحل گجرات سے آکر ٹکرائے، خلیفہ ہندی کا بھیجا ہوا ایک عربی بیڑا گجرات کے ساحل پر عرب تاجروں کے کسی نزاع کے سبب سے آیا تھا اس بیڑے میں حضرت ربیع بن صبیح سندی تابعی بھی تھے اور جزائر ہند میں سے کوئی جزیرہ ان کا ابدی خواب گاہ بنا۔

اور سندھ کی ولایت میں جلد از جلد تغیر و تبدل ہوتا رہا، چنانچہ ۱۵۹ھ میں روح بن حاتم جو والی ہو کر آیا تھا۔ اسی سال واپس بلا لیا گیا اس کی جگہ بسطام بن عمر کو دی گئی، مگر ۱۶۰ھ یا ۱۶۱ھ میں وہ بھی طلب کر لیا گیا، اور روح بن حاتم کو دوبارہ بھیجا گیا، مگر چند ہی مہینوں میں اس کی ناکامی پھر آشکارا ہوئی تو نصر بن مخیر بن اشعث خزاعی والی سندھ ہو کر آیا۔ مگر وہ بھی اسی سال واپس بلا لیا گیا، اور سندھ کی زمام سلطنت ایک باشمی محمد بن سلیمان بن علی کے ہاتھ میں دے دی گئی، جس نے عبد الملک بن شہاب مسیحی کو اپنا نائب بنا کر بھیجا، جو اس سے پہلے بھی بحری حملہ میں آچکا تھا مگر اس کی نیابت بھی قائم نہ رہ سکی، اور نصر دوبارہ مقرر ہو کر آیا، پھر نصر بن عباس

۱۵۵ھ تا ۱۶۵ھ ۶۶۴ھ تا ۶۷۴ھ (نصر بن مخیر) ۱۶۵ھ تا ۱۷۵ھ (ہشام تغلبی)

۱۷۵ھ تا ۱۸۵ھ (عبد اللہ الاشتر) ۱۸۵ھ تا ۱۹۵ھ (ابن الاشتر)

اس عہدہ پر بھیجا گیا، اس کے بعد صبح بن عمر ثعلبی کے ہاتھوں میں اس کی ولایت کی جاگ آئی، اس دور میں یہاں مثنیٰ و حجازی نزع شباب پر پہنچ گئی تو نصر بن محمد بن اشعث تیسری مرتبہ یہاں ولی ہو کر آیا، اور ۶۲۷ھ سے ۶۲۸ھ تک کامیاب حکمرانی کر کے وفات پائی۔

اس کے بعد خلیفہ مہدی نے اپنے غلام لیث بن طریف کو اس عہدہ پر مامور کر کے بھیجا مگر سندھ میں داخلی برائی کا دور دورہ ہو چکا تھا۔ اس نے اس کو فرو کیا تو جاٹوں نے منظم بغاوت کی، خلیفہ مہدی نے لشکر بھیج کر لیث کی مدد کی، ۶۲۵ھ میں یہ بغاوت فرو ہوئی اس کے بعد ہارون رشید کی خلافت کا دور آیا۔ اس نے ۶۲۵ھ میں سالم یونانی کو دالی بنا کر بھیجا اس نے چار سال حکمرانی کی، اس کے بعد ۶۲۷ھ میں اسحاق بن سلیمان ہاشمی آیا، وہ اسی سال وفات پا گیا تو اس کا لڑکا یوسف بن اسحاق اس کا قائم مقام بنا،

اس کے بعد خلیفہ ہارون رشید نے طیفور بن عبد اللہ بن منصور کو دالی بنا کر بھیج دیا، اور ملک میں قبائلی لڑائی پھر شروع ہو گئی تو جابر بن اشعث طائی آیا، اس کی ناکامی پر سعید بن مسلم بن قتیقہ مقرر کیا گیا، اس نے اپنے بھائی کثیر بن مسلم کو اپنا نائب بنا کر بھیج دیا، تو مزید برائی پیدا ہوئی اس لیے عینی بن جعفر بن منصور عباسی کو اس ولایت کی مہم سپرد ہوئی۔ اس نے محمد بن عدلی ثعلبی کو اپنا قائم مقام بنایا، اس نے سندھ میں ناکامی کے بعد ملتان کا رخ کیا، وہاں بھی ناکام رہا تو عبد الرحمن بن کا دالی بنا کر بھیجا گیا، پھر انبب بن جعفر بن سلیمان آیا۔ ان پے درپے ناکامیوں کے بعد ہارون رشید کی نگاہ انتخاب آل عباس پر اٹھی اور اس نے سید بن داؤد بن یزید بن یزید بن حاتم مہلبی کو سندھ کی عثمان حکومت دی،

داؤد مہلبی نے پہلے مغیرہ کو اپنا نائب بنا کر بھیجا، سندھ میں ان دونوں عربوں کی قبائلی خانہ جنگی برپا تھی، مغیرہ زاریوں کو مہلبی نے مارا، ان کا کام رہا اور وفات کی اطلاع داؤد کے پاس بھیجی، تو وہ خود سندھ آیا اور اپنی سخت گیر لوگوں سے سندھ

۱۔ ابن اثیر، ج ۱، ص ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳

سے نزاریوں کی طاقت کا خاتمہ کیا، اور تقریباً ۲۰ سال تک امن و امان سے حکومت کرتا رہا، ۲۱۲ھ میں اس کی وفات کے بعد مامون نے اس کے بیٹے بشر کو یہاں کی سندھ ولایت بھیجی، اور دس لاکھ درہم (۲ لاکھ روپیہ) سالانہ خراج مقرر کیا بشر خیر سال حکمرانی کرتا رہا، مگر پھر خراج کا بھیجا بند کر دیا، اور اطاعت سے انحراف کیا، تو مامون نے پہلے ۲۱۴ھ میں حاجب بن صلح کو بھیجا بشر نے اس کو شکست دی تو ۲۱۳ھ میں عثمان بن عباد مہلبی اور اس کے بھائی محمد بن عباد کو سندھ کے معاملات درست کرنے کے لیے بھیجا، انھوں نے آکر ۲۱۳ھ میں سندھ کو اپنے اقتدار میں لے لیا، پھر یہاں کے معاملات کو مکمل کر کے ۲۱۶ھ میں بغداد واپس آگیا، اور مامون کے حکم کے مطابق سندھ کی حکومت کی عثمان بارون رشید کے مشہور وزیر خالد برکی کے پوتے موسیٰ بن یحییٰ برکی کے سپرد کر دی، اور وہ حسن انتظام سے خدمت انجام دیتا رہا، ۲۲۱ھ میں اس نے وفات پائی، تو اس کے بیٹے عمران کو یہاں کی حکومت تفویض ہوئی، اس نے مغربی علاقوں کے جاٹوں کی قوت توڑ دی، اسی طرح مید قوم کی طاقت کا خاتمہ کیا۔ نیز خند و دوسری بغاوتوں کو سر کیا، اور بعض نئے شہروں پر قابض ہوا، سندھ کے مشہور شہر البلیضاء کی تعمیر اس کے ہاتھوں انجام پائی پھر سندھ میں مینی و زاری قنہ اٹھا تو عمران کیانیوں کی طرف مائل ہو گیا، عمر بن عبد العزیز ہجری نے جو رفتہ رفتہ حجاز میں قیام کیا، اور قریشیوں کو غصہ و صدا اپنے گرد اکٹھا کر لیا تھا عمران کو ۲۲۶ھ میں قتل کر دیا، اس کے بعد عتبہ بن اسحق ضبی سندھ کی ولایت پر بھیجا گیا۔

سندھ اس زمانہ میں مین کے دالی کی نگرانی میں سمجھا جاتا تھا، خلیفہ متوکل نے یہاں کے ترکی دلی ایتاخ کو گرفتار کر لیا۔ تو عتبہ کو اپنا مستقبل تاریک نظر آیا، وہ سندھ میں ایتاخ ہی کا فرستادہ تھا، وہ بلا طلب دربار خلافت میں حاضر ہو گیا، خلیفہ نے ۲۲۲ھ میں بارون بن خالد مروزی کو سندھ کا دالی بنایا۔

اس اثنا میں سبندہ میں حجازی طاقت و رہ چکے تھے ان کے سردار عمر بن عبد العزیز

ہباری نے نمایاں اقتدار حاصل کر لیا تھا، اس نے مورتی پاکر سندھ کے والی ہارون بن خالد کو بھی قتل کر دیا اور خلیفہ المتوکل کی خدمت میں عرضداشت بھیجی کہ ہارون میں انتظام سلطنت کی صلاحیت نہیں تھی، اگر سندھ کی سند ولایت اس کو عطا کی جائے، تو وہ یہیں کا رہنے والا ہو، کامل وفاداری سے امور مملکت کو سنبھال لے گا، اس زمانہ میں المتوکل حاکم ہارون کی بنیادوں سے پریشان تھا، اس نے ہباری کی درخواست کو غنیمت جانا، اور اس کے نام سند ولایت لکھ کے بھیج دی، اس نے خلیفہ کی برائے نام اطاعت قائم رکھ کر اپنی خود مختار حکومت قائم کر لی، اور وہی سندھ میں ہباری سلطنت کا بانی بنا جس میں اس کے اخلاف یکے بعد دیگرے سر پر سلطنت پر آئے گئے۔ اس طرح تیسری صدی کے بیچ میں مرکز کی کمزوری سے یہاں عرب گورنروں نے خود مختاری اختیار کر لی، اس کے بعد کہیں ہندو راجاؤں نے کسی حصہ پر قبضہ کر لیا، کہیں مسلمانوں نے اپنی ریاستیں کھڑی کر لیں، سندھ میں متاز عرب قبائل قریش، کلب، تیمم، اسد اور یمن و حجاز کے بہت سے قبیلے مختلف شہروں میں آکر آباد ہو گئے تھے، دراصل انہی کی حکومتیں حاکم قائم تھیں اور سندھ کی مرکزی عربی سلطنت انہیں اپنا باجگزار بناتی۔ پھر یہاں بھی دوسرے ملکوں سسلی، اسپین، اور افریقہ کی طرح جو قبائلی جھگڑے دور ولایت ہی سے اٹھ کھڑے ہوئے تھے، خصوصاً یمنی و حجاز قبیلوں کی خانہ جنگی سے یہاں کے عربوں میں غیر معمولی کمزوری آگئی، بہت سے علاقے ہاتھ سے نکل گئے۔ صرف دو بڑی حکومتیں ایسی تھیں، جو کچھ دنوں تک قائم رہیں، ایک سندھ کے سرے پر منصورہ میں، دوسری سندھ کے خاتمہ پر بلتان میں۔

ماسران فن و عیان | سندھ میں گورنروں کی حکومت کا زمانہ سوا سو برس سے زیادہ رہا اس زمانہ میں ہندوستان سے مرکزی حکومت ہندو کے گونا گون

۱۔ تاریخ یقیناً ۲۴۴ھ، ۲۴۵ھ، ۲۴۶ھ، ۲۴۷ھ، ۲۴۸ھ، ۲۴۹ھ، ۲۵۰ھ، ۲۵۱ھ، ۲۵۲ھ، ۲۵۳ھ، ۲۵۴ھ، ۲۵۵ھ، ۲۵۶ھ، ۲۵۷ھ، ۲۵۸ھ، ۲۵۹ھ، ۲۶۰ھ، ۲۶۱ھ، ۲۶۲ھ، ۲۶۳ھ، ۲۶۴ھ، ۲۶۵ھ، ۲۶۶ھ، ۲۶۷ھ، ۲۶۸ھ، ۲۶۹ھ، ۲۷۰ھ، ۲۷۱ھ، ۲۷۲ھ، ۲۷۳ھ، ۲۷۴ھ، ۲۷۵ھ، ۲۷۶ھ، ۲۷۷ھ، ۲۷۸ھ، ۲۷۹ھ، ۲۸۰ھ، ۲۸۱ھ، ۲۸۲ھ، ۲۸۳ھ، ۲۸۴ھ، ۲۸۵ھ، ۲۸۶ھ، ۲۸۷ھ، ۲۸۸ھ، ۲۸۹ھ، ۲۹۰ھ، ۲۹۱ھ، ۲۹۲ھ، ۲۹۳ھ، ۲۹۴ھ، ۲۹۵ھ، ۲۹۶ھ، ۲۹۷ھ، ۲۹۸ھ، ۲۹۹ھ، ۳۰۰ھ، ۳۰۱ھ، ۳۰۲ھ، ۳۰۳ھ، ۳۰۴ھ، ۳۰۵ھ، ۳۰۶ھ، ۳۰۷ھ، ۳۰۸ھ، ۳۰۹ھ، ۳۱۰ھ، ۳۱۱ھ، ۳۱۲ھ، ۳۱۳ھ، ۳۱۴ھ، ۳۱۵ھ، ۳۱۶ھ، ۳۱۷ھ، ۳۱۸ھ، ۳۱۹ھ، ۳۲۰ھ، ۳۲۱ھ، ۳۲۲ھ، ۳۲۳ھ، ۳۲۴ھ، ۳۲۵ھ، ۳۲۶ھ، ۳۲۷ھ، ۳۲۸ھ، ۳۲۹ھ، ۳۳۰ھ، ۳۳۱ھ، ۳۳۲ھ، ۳۳۳ھ، ۳۳۴ھ، ۳۳۵ھ، ۳۳۶ھ، ۳۳۷ھ، ۳۳۸ھ، ۳۳۹ھ، ۳۴۰ھ، ۳۴۱ھ، ۳۴۲ھ، ۳۴۳ھ، ۳۴۴ھ، ۳۴۵ھ، ۳۴۶ھ، ۳۴۷ھ، ۳۴۸ھ، ۳۴۹ھ، ۳۵۰ھ، ۳۵۱ھ، ۳۵۲ھ، ۳۵۳ھ، ۳۵۴ھ، ۳۵۵ھ، ۳۵۶ھ، ۳۵۷ھ، ۳۵۸ھ، ۳۵۹ھ، ۳۶۰ھ، ۳۶۱ھ، ۳۶۲ھ، ۳۶۳ھ، ۳۶۴ھ، ۳۶۵ھ، ۳۶۶ھ، ۳۶۷ھ، ۳۶۸ھ، ۳۶۹ھ، ۳۷۰ھ، ۳۷۱ھ، ۳۷۲ھ، ۳۷۳ھ، ۳۷۴ھ، ۳۷۵ھ، ۳۷۶ھ، ۳۷۷ھ، ۳۷۸ھ، ۳۷۹ھ، ۳۸۰ھ، ۳۸۱ھ، ۳۸۲ھ، ۳۸۳ھ، ۳۸۴ھ، ۳۸۵ھ، ۳۸۶ھ، ۳۸۷ھ، ۳۸۸ھ، ۳۸۹ھ، ۳۹۰ھ، ۳۹۱ھ، ۳۹۲ھ، ۳۹۳ھ، ۳۹۴ھ، ۳۹۵ھ، ۳۹۶ھ، ۳۹۷ھ، ۳۹۸ھ، ۳۹۹ھ، ۴۰۰ھ، ۴۰۱ھ، ۴۰۲ھ، ۴۰۳ھ، ۴۰۴ھ، ۴۰۵ھ، ۴۰۶ھ، ۴۰۷ھ، ۴۰۸ھ، ۴۰۹ھ، ۴۱۰ھ، ۴۱۱ھ، ۴۱۲ھ، ۴۱۳ھ، ۴۱۴ھ، ۴۱۵ھ، ۴۱۶ھ، ۴۱۷ھ، ۴۱۸ھ، ۴۱۹ھ، ۴۲۰ھ، ۴۲۱ھ، ۴۲۲ھ، ۴۲۳ھ، ۴۲۴ھ، ۴۲۵ھ، ۴۲۶ھ، ۴۲۷ھ، ۴۲۸ھ، ۴۲۹ھ، ۴۳۰ھ، ۴۳۱ھ، ۴۳۲ھ، ۴۳۳ھ، ۴۳۴ھ، ۴۳۵ھ، ۴۳۶ھ، ۴۳۷ھ، ۴۳۸ھ، ۴۳۹ھ، ۴۴۰ھ، ۴۴۱ھ، ۴۴۲ھ، ۴۴۳ھ، ۴۴۴ھ، ۴۴۵ھ، ۴۴۶ھ، ۴۴۷ھ، ۴۴۸ھ، ۴۴۹ھ، ۴۵۰ھ، ۴۵۱ھ، ۴۵۲ھ، ۴۵۳ھ، ۴۵۴ھ، ۴۵۵ھ، ۴۵۶ھ، ۴۵۷ھ، ۴۵۸ھ، ۴۵۹ھ، ۴۶۰ھ، ۴۶۱ھ، ۴۶۲ھ، ۴۶۳ھ، ۴۶۴ھ، ۴۶۵ھ، ۴۶۶ھ، ۴۶۷ھ، ۴۶۸ھ، ۴۶۹ھ، ۴۷۰ھ، ۴۷۱ھ، ۴۷۲ھ، ۴۷۳ھ، ۴۷۴ھ، ۴۷۵ھ، ۴۷۶ھ، ۴۷۷ھ، ۴۷۸ھ، ۴۷۹ھ، ۴۸۰ھ، ۴۸۱ھ، ۴۸۲ھ، ۴۸۳ھ، ۴۸۴ھ، ۴۸۵ھ، ۴۸۶ھ، ۴۸۷ھ، ۴۸۸ھ، ۴۸۹ھ، ۴۹۰ھ، ۴۹۱ھ، ۴۹۲ھ، ۴۹۳ھ، ۴۹۴ھ، ۴۹۵ھ، ۴۹۶ھ، ۴۹۷ھ، ۴۹۸ھ، ۴۹۹ھ، ۵۰۰ھ، ۵۰۱ھ، ۵۰۲ھ، ۵۰۳ھ، ۵۰۴ھ، ۵۰۵ھ، ۵۰۶ھ، ۵۰۷ھ، ۵۰۸ھ، ۵۰۹ھ، ۵۱۰ھ، ۵۱۱ھ، ۵۱۲ھ، ۵۱۳ھ، ۵۱۴ھ، ۵۱۵ھ، ۵۱۶ھ، ۵۱۷ھ، ۵۱۸ھ، ۵۱۹ھ، ۵۲۰ھ، ۵۲۱ھ، ۵۲۲ھ، ۵۲۳ھ، ۵۲۴ھ، ۵۲۵ھ، ۵۲۶ھ، ۵۲۷ھ، ۵۲۸ھ، ۵۲۹ھ، ۵۳۰ھ، ۵۳۱ھ، ۵۳۲ھ، ۵۳۳ھ، ۵۳۴ھ، ۵۳۵ھ، ۵۳۶ھ، ۵۳۷ھ، ۵۳۸ھ، ۵۳۹ھ، ۵۴۰ھ، ۵۴۱ھ، ۵۴۲ھ، ۵۴۳ھ، ۵۴۴ھ، ۵۴۵ھ، ۵۴۶ھ، ۵۴۷ھ، ۵۴۸ھ، ۵۴۹ھ، ۵۵۰ھ، ۵۵۱ھ، ۵۵۲ھ، ۵۵۳ھ، ۵۵۴ھ، ۵۵۵ھ، ۵۵۶ھ، ۵۵۷ھ، ۵۵۸ھ، ۵۵۹ھ، ۵۶۰ھ، ۵۶۱ھ، ۵۶۲ھ، ۵۶۳ھ، ۵۶۴ھ، ۵۶۵ھ، ۵۶۶ھ، ۵۶۷ھ، ۵۶۸ھ، ۵۶۹ھ، ۵۷۰ھ، ۵۷۱ھ، ۵۷۲ھ، ۵۷۳ھ، ۵۷۴ھ، ۵۷۵ھ، ۵۷۶ھ، ۵۷۷ھ، ۵۷۸ھ، ۵۷۹ھ، ۵۸۰ھ، ۵۸۱ھ، ۵۸۲ھ، ۵۸۳ھ، ۵۸۴ھ، ۵۸۵ھ، ۵۸۶ھ، ۵۸۷ھ، ۵۸۸ھ، ۵۸۹ھ، ۵۹۰ھ، ۵۹۱ھ، ۵۹۲ھ، ۵۹۳ھ، ۵۹۴ھ، ۵۹۵ھ، ۵۹۶ھ، ۵۹۷ھ، ۵۹۸ھ، ۵۹۹ھ، ۶۰۰ھ، ۶۰۱ھ، ۶۰۲ھ، ۶۰۳ھ، ۶۰۴ھ، ۶۰۵ھ، ۶۰۶ھ، ۶۰۷ھ، ۶۰۸ھ، ۶۰۹ھ، ۶۱۰ھ، ۶۱۱ھ، ۶۱۲ھ، ۶۱۳ھ، ۶۱۴ھ، ۶۱۵ھ، ۶۱۶ھ، ۶۱۷ھ، ۶۱۸ھ، ۶۱۹ھ، ۶۲۰ھ، ۶۲۱ھ، ۶۲۲ھ، ۶۲۳ھ، ۶۲۴ھ، ۶۲۵ھ، ۶۲۶ھ، ۶۲۷ھ، ۶۲۸ھ، ۶۲۹ھ، ۶۳۰ھ، ۶۳۱ھ، ۶۳۲ھ، ۶۳۳ھ، ۶۳۴ھ، ۶۳۵ھ، ۶۳۶ھ، ۶۳۷ھ، ۶۳۸ھ، ۶۳۹ھ، ۶۴۰ھ، ۶۴۱ھ، ۶۴۲ھ، ۶۴۳ھ، ۶۴۴ھ، ۶۴۵ھ، ۶۴۶ھ، ۶۴۷ھ، ۶۴۸ھ، ۶۴۹ھ، ۶۵۰ھ، ۶۵۱ھ، ۶۵۲ھ، ۶۵۳ھ، ۶۵۴ھ، ۶۵۵ھ، ۶۵۶ھ، ۶۵۷ھ، ۶۵۸ھ، ۶۵۹ھ، ۶۶۰ھ، ۶۶۱ھ، ۶۶۲ھ، ۶۶۳ھ، ۶۶۴ھ، ۶۶۵ھ، ۶۶۶ھ، ۶۶۷ھ، ۶۶۸ھ، ۶۶۹ھ، ۶۷۰ھ، ۶۷۱ھ، ۶۷۲ھ، ۶۷۳ھ، ۶۷۴ھ، ۶۷۵ھ، ۶۷۶ھ، ۶۷۷ھ، ۶۷۸ھ، ۶۷۹ھ، ۶۸۰ھ، ۶۸۱ھ، ۶۸۲ھ، ۶۸۳ھ، ۶۸۴ھ، ۶۸۵ھ، ۶۸۶ھ، ۶۸۷ھ، ۶۸۸ھ، ۶۸۹ھ، ۶۹۰ھ، ۶۹۱ھ، ۶۹۲ھ، ۶۹۳ھ، ۶۹۴ھ، ۶۹۵ھ، ۶۹۶ھ، ۶۹۷ھ، ۶۹۸ھ، ۶۹۹ھ، ۷۰۰ھ، ۷۰۱ھ، ۷۰۲ھ، ۷۰۳ھ، ۷۰۴ھ، ۷۰۵ھ، ۷۰۶ھ، ۷۰۷ھ، ۷۰۸ھ، ۷۰۹ھ، ۷۱۰ھ، ۷۱۱ھ، ۷۱۲ھ، ۷۱۳ھ، ۷۱۴ھ، ۷۱۵ھ، ۷۱۶ھ، ۷۱۷ھ، ۷۱۸ھ، ۷۱۹ھ، ۷۲۰ھ، ۷۲۱ھ، ۷۲۲ھ، ۷۲۳ھ، ۷۲۴ھ، ۷۲۵ھ، ۷۲۶ھ، ۷۲۷ھ، ۷۲۸ھ، ۷۲۹ھ، ۷۳۰ھ، ۷۳۱ھ، ۷۳۲ھ، ۷۳۳ھ، ۷۳۴ھ، ۷۳۵ھ، ۷۳۶ھ، ۷۳۷ھ، ۷۳۸ھ، ۷۳۹ھ، ۷۴۰ھ، ۷۴۱ھ، ۷۴۲ھ، ۷۴۳ھ، ۷۴۴ھ، ۷۴۵ھ، ۷۴۶ھ، ۷۴۷ھ، ۷۴۸ھ، ۷۴۹ھ، ۷۵۰ھ، ۷۵۱ھ، ۷۵۲ھ، ۷۵۳ھ، ۷۵۴ھ، ۷۵۵ھ، ۷۵۶ھ، ۷۵۷ھ، ۷۵۸ھ، ۷۵۹ھ، ۷۶۰ھ، ۷۶۱ھ، ۷۶۲ھ، ۷۶۳ھ، ۷۶۴ھ، ۷۶۵ھ، ۷۶۶ھ، ۷۶۷ھ، ۷۶۸ھ، ۷۶۹ھ، ۷۷۰ھ، ۷۷۱ھ، ۷۷۲ھ، ۷۷۳ھ، ۷۷۴ھ، ۷۷۵ھ، ۷۷۶ھ، ۷۷۷ھ، ۷۷۸ھ، ۷۷۹ھ، ۷۸۰ھ، ۷۸۱ھ، ۷۸۲ھ، ۷۸۳ھ، ۷۸۴ھ، ۷۸۵ھ، ۷۸۶ھ، ۷۸۷ھ، ۷۸۸ھ، ۷۸۹ھ، ۷۹۰ھ، ۷۹۱ھ، ۷۹۲ھ، ۷۹۳ھ، ۷۹۴ھ، ۷۹۵ھ، ۷۹۶ھ، ۷۹۷ھ، ۷۹۸ھ، ۷۹۹ھ، ۸۰۰ھ، ۸۰۱ھ، ۸۰۲ھ، ۸۰۳ھ، ۸۰۴ھ، ۸۰۵ھ، ۸۰۶ھ، ۸۰۷ھ، ۸۰۸ھ، ۸۰۹ھ، ۸۱۰ھ، ۸۱۱ھ، ۸۱۲ھ، ۸۱۳ھ، ۸۱۴ھ، ۸۱۵ھ، ۸۱۶ھ، ۸۱۷ھ، ۸۱۸ھ، ۸۱۹ھ، ۸۲۰ھ، ۸۲۱ھ، ۸۲۲ھ، ۸۲۳ھ، ۸۲۴ھ، ۸۲۵ھ، ۸۲۶ھ، ۸۲۷ھ، ۸۲۸ھ، ۸۲۹ھ، ۸۳۰ھ، ۸۳۱ھ، ۸۳۲ھ، ۸۳۳ھ، ۸۳۴ھ، ۸۳۵ھ، ۸۳۶ھ، ۸۳۷ھ، ۸۳۸ھ، ۸۳۹ھ، ۸۴۰ھ، ۸۴۱ھ، ۸۴۲ھ، ۸۴۳ھ، ۸۴۴ھ، ۸۴۵ھ، ۸۴۶ھ، ۸۴۷ھ، ۸۴۸ھ، ۸۴۹ھ، ۸۵۰ھ، ۸۵۱ھ، ۸۵۲ھ، ۸۵۳ھ، ۸۵۴ھ، ۸۵۵ھ، ۸۵۶ھ، ۸۵۷ھ، ۸۵۸ھ، ۸۵۹ھ، ۸۶۰ھ، ۸۶۱ھ، ۸۶۲ھ، ۸۶۳ھ، ۸۶۴ھ، ۸۶۵ھ، ۸۶۶ھ، ۸۶۷ھ، ۸۶۸ھ، ۸۶۹ھ، ۸۷۰ھ، ۸۷۱ھ، ۸۷۲ھ، ۸۷۳ھ، ۸۷۴ھ، ۸۷۵ھ، ۸۷۶ھ، ۸۷۷ھ، ۸۷۸ھ، ۸۷۹ھ، ۸۸۰ھ، ۸۸۱ھ، ۸۸۲ھ، ۸۸۳ھ، ۸۸۴ھ، ۸۸۵ھ، ۸۸۶ھ، ۸۸۷ھ، ۸۸۸ھ، ۸۸۹ھ، ۸۹۰ھ، ۸۹۱ھ، ۸۹۲ھ، ۸۹۳ھ، ۸۹۴ھ، ۸۹۵ھ، ۸۹۶ھ، ۸۹۷ھ، ۸۹۸ھ، ۸۹۹ھ، ۹۰۰ھ، ۹۰۱ھ، ۹۰۲ھ، ۹۰۳ھ، ۹۰۴ھ، ۹۰۵ھ، ۹۰۶ھ، ۹۰۷ھ، ۹۰۸ھ، ۹۰۹ھ، ۹۱۰ھ، ۹۱۱ھ، ۹۱۲ھ، ۹۱۳ھ، ۹۱۴ھ، ۹۱۵ھ، ۹۱۶ھ، ۹۱۷ھ، ۹۱۸ھ، ۹۱۹ھ، ۹۲۰ھ، ۹۲۱ھ، ۹۲۲ھ، ۹۲۳ھ، ۹۲۴ھ، ۹۲۵ھ، ۹۲۶ھ، ۹۲۷ھ، ۹۲۸ھ، ۹۲۹ھ، ۹۳۰ھ، ۹۳۱ھ، ۹۳۲ھ، ۹۳۳ھ، ۹۳۴ھ، ۹۳۵ھ، ۹۳۶ھ، ۹۳۷ھ، ۹۳۸ھ، ۹۳۹ھ، ۹۴۰ھ، ۹۴۱ھ، ۹۴۲ھ، ۹۴۳ھ، ۹۴۴ھ، ۹۴۵ھ، ۹۴۶ھ، ۹۴۷ھ، ۹۴۸ھ، ۹۴۹ھ، ۹۵۰ھ، ۹۵۱ھ، ۹۵۲ھ، ۹۵۳ھ، ۹۵۴ھ، ۹۵۵ھ، ۹۵۶ھ، ۹۵۷ھ، ۹۵۸ھ، ۹۵۹ھ، ۹۶۰ھ، ۹۶۱ھ، ۹۶۲ھ، ۹۶۳ھ، ۹۶۴ھ، ۹۶۵ھ، ۹۶۶ھ، ۹۶۷ھ، ۹۶۸ھ، ۹۶۹ھ، ۹۷۰ھ، ۹۷۱ھ، ۹۷۲ھ، ۹۷۳ھ، ۹۷۴ھ، ۹۷۵ھ، ۹۷۶ھ، ۹۷۷ھ، ۹۷۸ھ، ۹۷۹ھ، ۹۸۰ھ، ۹۸۱ھ، ۹۸۲ھ، ۹۸۳ھ، ۹۸۴ھ، ۹۸۵ھ، ۹۸۶ھ، ۹۸۷ھ، ۹۸۸ھ، ۹۸۹ھ، ۹۹۰ھ، ۹۹۱ھ، ۹۹۲ھ، ۹۹۳ھ، ۹۹۴ھ، ۹۹۵ھ، ۹۹۶ھ، ۹۹۷ھ، ۹۹۸ھ، ۹۹۹ھ، ۱۰۰۰ھ، ۱۰۰۱ھ، ۱۰۰۲ھ، ۱۰۰۳ھ، ۱۰۰۴ھ، ۱۰۰۵ھ، ۱۰۰۶ھ، ۱۰۰۷ھ، ۱۰۰۸ھ، ۱۰۰۹ھ، ۱۰۱۰ھ، ۱۰۱۱ھ، ۱۰۱۲ھ، ۱۰۱۳ھ، ۱۰۱۴ھ، ۱۰۱۵ھ، ۱۰۱۶ھ، ۱۰۱۷ھ، ۱۰۱۸ھ، ۱۰۱۹ھ، ۱۰۲۰ھ، ۱۰۲۱ھ، ۱۰۲۲ھ، ۱۰۲۳ھ، ۱۰۲۴ھ، ۱۰۲۵ھ، ۱۰۲۶ھ، ۱۰۲۷ھ، ۱۰۲۸ھ، ۱۰۲۹ھ، ۱۰۳۰ھ، ۱۰۳۱ھ، ۱۰۳۲ھ، ۱۰۳۳ھ، ۱۰۳۴ھ، ۱۰۳۵ھ، ۱۰۳۶ھ، ۱۰۳۷ھ، ۱۰۳۸ھ، ۱۰۳۹ھ، ۱۰۴۰ھ، ۱۰۴۱ھ، ۱۰۴۲ھ، ۱۰۴۳ھ، ۱۰۴۴ھ، ۱۰۴۵ھ، ۱۰۴۶ھ، ۱۰۴۷ھ، ۱۰۴۸ھ، ۱۰۴۹ھ، ۱۰۵۰ھ، ۱۰۵۱ھ، ۱۰۵۲ھ، ۱۰۵۳ھ، ۱۰۵۴ھ، ۱۰۵۵ھ، ۱۰۵۶ھ، ۱۰۵۷ھ، ۱۰۵۸ھ، ۱۰۵۹ھ، ۱۰۶۰ھ، ۱۰۶۱ھ، ۱۰۶۲ھ، ۱۰۶۳ھ، ۱۰۶۴ھ، ۱۰۶۵ھ، ۱۰۶۶ھ، ۱۰۶۷ھ، ۱۰۶۸ھ، ۱۰۶۹ھ، ۱۰۷۰ھ، ۱۰۷۱ھ، ۱۰۷۲ھ، ۱۰۷۳ھ، ۱۰۷۴ھ، ۱۰۷۵ھ، ۱۰۷۶ھ، ۱۰۷۷ھ، ۱۰۷۸ھ، ۱۰۷۹ھ، ۱۰۸۰ھ، ۱۰۸۱ھ، ۱۰۸۲ھ، ۱۰۸۳ھ، ۱۰۸۴ھ، ۱۰۸۵ھ، ۱۰۸۶ھ، ۱۰۸۷ھ، ۱۰۸۸ھ، ۱۰۸۹ھ، ۱۰۹۰ھ، ۱۰۹۱ھ، ۱۰۹۲ھ، ۱۰۹۳ھ، ۱۰۹۴ھ، ۱۰۹۵ھ، ۱۰۹۶ھ، ۱۰۹۷ھ، ۱۰۹۸ھ، ۱۰۹۹ھ، ۱۱۰۰ھ، ۱۱۰۱ھ، ۱۱۰۲ھ، ۱۱۰۳ھ، ۱۱۰۴ھ، ۱۱۰۵ھ، ۱۱۰۶ھ، ۱۱۰۷ھ، ۱۱۰۸ھ، ۱۱۰۹ھ، ۱۱۱۰ھ، ۱۱۱۱ھ، ۱۱۱۲ھ، ۱۱۱۳ھ، ۱۱۱۴ھ، ۱۱۱۵ھ، ۱۱۱۶ھ، ۱۱۱۷ھ، ۱۱۱۸ھ، ۱۱۱۹ھ، ۱۱۲۰ھ، ۱۱۲۱ھ، ۱۱۲۲ھ، ۱۱۲۳ھ، ۱۱۲۴ھ، ۱۱۲۵ھ، ۱۱۲۶ھ، ۱۱۲۷ھ، ۱۱۲۸ھ، ۱۱۲۹ھ، ۱۱۳۰ھ، ۱۱۳۱ھ، ۱۱۳۲ھ، ۱۱۳۳ھ، ۱۱۳۴ھ، ۱۱۳۵ھ، ۱۱۳۶ھ، ۱۱۳۷ھ، ۱۱۳۸ھ، ۱۱۳۹ھ، ۱۱۴۰ھ، ۱۱۴۱ھ، ۱۱۴۲ھ، ۱۱۴۳ھ، ۱۱۴۴ھ، ۱۱۴۵ھ، ۱۱۴۶ھ، ۱۱۴۷ھ، ۱۱۴۸ھ، ۱۱۴۹ھ، ۱۱۵۰ھ، ۱۱۵۱ھ، ۱۱۵۲ھ، ۱۱۵۳ھ، ۱۱۵۴ھ، ۱۱۵۵ھ، ۱۱۵۶ھ، ۱۱۵۷ھ، ۱۱۵۸ھ، ۱۱۵۹ھ، ۱۱۶۰ھ، ۱۱۶۱ھ، ۱۱۶۲ھ، ۱۱۶۳ھ، ۱۱۶۴ھ، ۱۱۶۵ھ، ۱۱۶۶ھ، ۱۱۶۷ھ، ۱۱۶۸ھ، ۱۱۶۹ھ، ۱۱۷۰ھ، ۱۱۷۱ھ، ۱۱۷۲ھ، ۱۱۷۳ھ، ۱۱۷۴ھ، ۱۱۷۵ھ، ۱۱۷۶ھ، ۱۱۷۷ھ، ۱۱۷۸ھ، ۱۱۷۹ھ، ۱۱۸۰ھ، ۱۱۸۱ھ، ۱۱۸۲ھ، ۱۱۸۳ھ، ۱۱۸۴ھ، ۱۱۸۵ھ، ۱۱۸۶ھ، ۱۱۸۷ھ، ۱۱۸۸ھ، ۱۱۸۹ھ، ۱۱۹۰ھ، ۱۱۹۱ھ، ۱۱۹۲ھ، ۱۱۹۳ھ، ۱۱۹۴ھ، ۱۱۹۵ھ، ۱۱۹۶ھ، ۱۱۹۷ھ، ۱۱۹۸ھ، ۱۱۹۹ھ، ۱۲۰۰ھ، ۱۲۰۱ھ، ۱۲۰۲ھ، ۱۲۰۳ھ، ۱۲۰۴ھ، ۱۲۰۵ھ، ۱۲۰۶ھ، ۱۲۰۷ھ، ۱۲۰۸ھ، ۱۲۰۹ھ، ۱۲۱۰ھ، ۱۲۱۱ھ، ۱۲۱۲ھ، ۱۲۱۳ھ، ۱۲۱۴ھ، ۱۲۱۵ھ، ۱۲۱۶ھ، ۱۲۱۷ھ، ۱۲۱۸ھ، ۱۲۱۹ھ، ۱۲۲۰ھ، ۱۲۲۱ھ، ۱۲۲۲ھ، ۱۲۲۳ھ، ۱۲۲۴ھ، ۱۲۲۵ھ، ۱۲۲۶ھ، ۱۲۲۷ھ، ۱۲۲۸ھ، ۱۲۲۹ھ، ۱۲۳۰ھ، ۱۲۳۱ھ، ۱۲۳۲ھ، ۱۲۳۳ھ، ۱۲۳۴ھ، ۱۲۳۵ھ، ۱۲۳۶ھ، ۱۲۳۷ھ، ۱۲۳۸ھ، ۱۲۳۹ھ، ۱۲۴۰ھ، ۱۲۴۱ھ، ۱۲۴۲ھ، ۱۲۴۳ھ، ۱۲۴۴ھ، ۱۲۴۵ھ، ۱۲۴۶ھ، ۱۲۴۷ھ، ۱۲۴۸ھ، ۱۲۴۹ھ، ۱۲۵۰ھ، ۱۲۵۱ھ، ۱۲۵۲ھ، ۱۲۵۳ھ، ۱۲۵۴ھ، ۱۲۵۵ھ، ۱۲۵۶ھ، ۱۲۵۷ھ، ۱۲۵۸ھ، ۱۲۵۹ھ، ۱۲۶۰ھ، ۱۲۶۱ھ، ۱۲۶۲ھ، ۱۲۶۳ھ، ۱۲۶۴ھ، ۱۲۶۵ھ، ۱۲۶۶ھ، ۱۲۶۷ھ، ۱۲۶۸ھ، ۱۲۶۹ھ، ۱۲۷۰ھ، ۱۲۷۱ھ، ۱۲۷۲ھ، ۱۲۷۳ھ، ۱۲۷۴ھ، ۱۲۷۵ھ، ۱۲۷۶ھ، ۱۲۷۷ھ، ۱۲۷۸ھ، ۱۲۷۹ھ، ۱۲۸۰ھ، ۱۲۸۱ھ، ۱۲۸۲ھ، ۱۲۸۳ھ، ۱۲۸۴ھ، ۱۲۸۵ھ، ۱۲۸۶ھ، ۱۲۸۷ھ، ۱۲۸۸ھ، ۱۲۸۹ھ، ۱۲۹۰ھ، ۱۲۹۱ھ، ۱۲۹۲ھ، ۱۲۹۳ھ، ۱۲۹۴ھ، ۱۲۹۵ھ، ۱۲۹۶ھ، ۱۲۹۷ھ، ۱۲۹۸ھ، ۱۲۹۹ھ، ۱۳۰۰ھ، ۱۳۰۱ھ، ۱۳۰۲ھ، ۱۳۰۳ھ، ۱۳۰۴ھ، ۱۳۰۵ھ، ۱۳۰۶ھ، ۱۳۰۷ھ، ۱۳۰۸ھ، ۱۳۰۹ھ، ۱۳۱۰ھ، ۱۳۱۱ھ، ۱۳۱۲ھ، ۱۳۱۳ھ، ۱۳۱۴ھ، ۱۳۱۵ھ، ۱۳۱۶ھ، ۱۳۱۷ھ، ۱۳۱۸ھ، ۱۳۱۹ھ، ۱۳۲۰ھ، ۱۳۲۱ھ، ۱۳۲۲ھ، ۱۳۲۳ھ، ۱۳۲۴ھ، ۱۳۲۵ھ، ۱۳۲۶ھ، ۱۳۲۷ھ، ۱۳۲۸ھ، ۱۳۲۹ھ، ۱۳۳۰ھ، ۱۳۳۱ھ، ۱۳۳۲ھ، ۱۳۳۳ھ، ۱۳۳۴ھ، ۱۳۳۵ھ، ۱۳۳۶ھ، ۱۳۳۷ھ، ۱۳۳۸ھ، ۱۳۳۹ھ، ۱۳۴۰ھ، ۱۳۴۱ھ، ۱۳۴۲ھ، ۱۳۴۳ھ، ۱۳۴۴ھ، ۱۳۴۵ھ، ۱۳۴۶ھ، ۱۳۴۷ھ، ۱۳۴۸ھ، ۱۳۴۹ھ، ۱۳۵۰ھ، ۱۳۵۱ھ، ۱۳۵۲ھ، ۱۳۵۳ھ، ۱۳۵۴ھ، ۱۳۵۵ھ، ۱۳۵۶ھ، ۱۳۵۷ھ، ۱۳۵۸ھ، ۱۳۵۹ھ، ۱۳۶۰ھ، ۱۳۶۱ھ، ۱۳۶۲ھ، ۱۳۶۳ھ، ۱۳۶۴ھ، ۱۳۶۵ھ، ۱۳۶۶ھ، ۱۳۶۷ھ، ۱۳۶۸ھ، ۱۳۶۹ھ، ۱۳۷۰ھ، ۱۳۷۱ھ، ۱۳۷۲ھ، ۱۳۷۳ھ، ۱۳۷۴ھ، ۱۳۷۵ھ، ۱۳۷۶ھ، ۱۳۷۷ھ، ۱۳۷۸ھ، ۱۳۷۹ھ، ۱۳۸۰ھ، ۱۳۸۱ھ، ۱۳۸۲ھ، ۱۳۸۳ھ، ۱۳۸۴ھ، ۱۳۸۵ھ، ۱۳۸۶ھ، ۱۳۸۷ھ، ۱۳۸۸ھ، ۱۳۸۹ھ، ۱۳۹۰ھ، ۱۳۹۱ھ، ۱۳۹۲ھ، ۱۳۹۳ھ، ۱۳۹۴ھ، ۱۳۹۵ھ، ۱۳۹۶ھ، ۱۳۹۷ھ، ۱۳۹۸ھ، ۱۳۹۹ھ، ۱۴۰۰ھ، ۱۴۰۱ھ، ۱۴۰۲ھ، ۱۴۰۳ھ، ۱۴۰۴ھ، ۱۴۰۵ھ، ۱۴۰۶ھ، ۱۴۰۷ھ، ۱۴۰۸ھ، ۱۴۰۹ھ، ۱۴۱۰ھ، ۱۴۱۱ھ، ۱۴۱۲ھ، ۱۴۱۳ھ، ۱۴۱۴ھ، ۱۴۱۵ھ، ۱۴۱۶ھ، ۱۴۱۷ھ، ۱۴۱۸ھ، ۱۴۱۹ھ، ۱۴۲۰ھ، ۱۴۲۱ھ، ۱۴۲۲ھ، ۱۴۲۳ھ، ۱۴۲۴ھ، ۱۴۲۵ھ، ۱۴۲۶ھ، ۱۴۲۷ھ، ۱۴۲۸ھ، ۱۴۲۹ھ، ۱۴۳۰ھ، ۱۴۳۱ھ، ۱۴۳۲ھ، ۱۴۳۳ھ، ۱۴۳۴ھ، ۱۴۳۵ھ، ۱۴۳۶ھ، ۱۴۳۷ھ، ۱۴۳۸ھ،

تعلقات استوار ہوئے، خصوصاً یہاں کے اطباء اور وید بھاد میں بلائے گئے اور ممتاز
 امدوں پر سرفراز کئے گئے، خلیفہ ہارون رشید نے اپنی علالت کے زمانہ میں یہیں کے
 اطباء سے اپنا خاص طور پر علاج کرایا اور ہندستان کے مختلف علوم و فنون سنسکرت
 سے عربی و فارسی زبان میں منتقل کئے۔

غریب مورخین نے ابن دہن ہندی کے نام سے ہندستان کے ایک ماہر طبیب کا
 ذکر کیا ہے۔ وہ بھادو کے بیمارستان برائے کما افسر تھا اس نے عربی زبان کی بھی
 تحصیل کی، طب کی کئی کتابوں کا سنسکرت سے عربی میں ترجمہ کیا، ابن ندیم نے
 اپنی فہرست میں ان کا تذکرہ کیا ہے،

ایک دوسرے ماہر فن صانع بن ہبلہ ہندی کا ذکر اختیار سے آیا ہے، ابن
 ابی اسبیہ نے اپنی طبقات الاطباء میں اور قفلی نے اخبار الکمار میں اس کا تذکرہ کیا ہے
 اس کی مہارت فن کا ایک عجیب واقعہ بیان کیا جاتا ہے، ہارون رشید کا چچا ابراہیم
 بن صالح بیمار تھا، اطباء اس کے علاج سے مایوس ہوئے، آخری ساتھیں آگئیں
 اس موقع پر ابن ہبلہ نے اس کا مائتہ کیا اور یقین کے ساتھ اس کے صحت یاب ہونے
 کی پیشین گوئی کی، ہارون رشید نے کہا کہ وہ غیب کے علم کا دعویٰ کرتا ہے۔ اس
 نے جواب دیا، غیب کا علم تو وہ ہے جو بلا دلیل یقین کے ساتھ کہا جائے میں ان کے
 صحت یاب ہونے کے دلائل رکھتا ہوں، ہارون رشید مطمئن ہو گیا، کچھ دیر کے
 بعد قاصد ابراہیم کے گھر سے اس کی وفات کی خبر لے کر آیا، ہارون رشید سخت
 برہم ہوا، چچا کے گھر پر پہنچا اس کو غسل دے کر کفنا یا جا چکا تھا، ابن ہبلہ خاموش
 رہا پھر حجرات کر کے اس نے کہا، میں اب بھی کہتا ہوں اس کی موت نہیں آئی ہے۔
 مجھے صرف اندر جانے کی اجازت دی جائے۔ لاش کے پاس پہنچ کر دہلیز کے
 انگوٹھے میں اس نے سوتلی چھبھائی۔ اس میں حرکت پیدا ہوئی اور ہارون رشید کو
 ہلا کر دکھایا، پھر غسل دلایا کہ کفن اور حنوط میں اپنے کو دیکھ کر اس کے قلب کی
 حرکت بند نہ ہو جائے، پھر فوری علاج کیا، اور وہ صحت یاب ہو کر پستہ سے اٹھ گیا

ابراہیم اس کے بعد مدتوں زندہ رہا، عباسہ بنت مہدی سے اس کی شادی ہوئی اور نصر و طسین کی ولایت پر مامور ہوا، اور وہیں وفات پائی، ہارون رشید خصوصاً اس واقعہ کے بعد ہندوستانی اطباء اور ویدوں کی خداقت و مہارت فن کا غیر معمولی طور پر اعتراف کرنے لگا۔

اسی طرح منکہ ہندی کے نام سے ایک مشہور ماہر فن ہندوستانی طبیب تھا، خلیفہ ہارون رشید نے اس کی مہارت فن کی شہرت سُن کر اس کو اعزاز و اکرام سے بغداد میں خود اپنے علاج کے لیے بلوایا اور مایوس ہونے کے بعد صوبائی حاصل ہوئی، منکہ ہندستان کے ممتاز ذی علم فلاسفہ میں سے تھا، عربی و فارسی زبانوں پر بھی عبور حاصل کیا، اور بہ کثرت کتابیں سنسکرت سے عربی و فارسی زبانوں میں منتقل کیں، ابن ابی حلیبہ اور ابن ندیم وغیرہ نے اس کا تذکرہ کیا ہے، اور اس کی تصنیفات اور ترجموں کی فہرست نقل کی ہے،

اس عہد میں سندھ کے ممتاز اعیان و علماء میں منصور بن حاتم سخومی کا ذکر آیا ہے، وہ آل خالد بن اسید کے موالی میں سے تھا اور ہندستان میں مقیم تھا بلاؤنگا نے اپنی فتوح البلدان میں ہندستان کے متعلق معلومات اس کی روایت سے نقل کئے ہیں۔

شیخ ابو علی سندھی اس دور کے ممتاز شائخ میں سے تھے، مشہور شیخ طریقت ابو زید طیفور بن علی بٹامی متوفی ۳۶۱ھ کے شیوخ میں سے تھے، حضرت بٹامی فرماتے ہیں ”مجھے توحید و حقائق کی تعلیم ان ہی نے دی“ شیخ ابو نصر عبد اللہ بن علی سراج طوسی نے بھی ان کا تذکرہ اپنی مشہور تصنیف کتاب الملح میں کیا ہے۔
فرما نروایان ہمارے : ہمارے بن اسود قبیلہ قریش کا ایک شائخ بنوہند میں سے تھا اس کی اولاد میں سے منذر بن زبیر، سندھ کے والی حکم بن عون کے ساتھ سندھ آیا۔ عمر بن عبد العزیز رح اس کا پوتا تھا جس نے قبائلی نزاع

لغات و خطوط (ص ۱۵۱) ابن دہن (ص ۵۳۱) ابن ہبل (ص ۹۰۱) دکنک، و صفورا نوحی (ص ۵۰) ابو علی سندھی۔

میں تشریش کی سرداری اختیار کی اور ۲۴ھ میں خلیفہ المتوکل سے سندھ کی سند
 ولایت حاصل کی، سندھ میں اس کا آبائی وطن شہر منصورہ کے قریب مقام بانیہ
 تھا اور وہیں سے سندھ پر حکمرانی کرتا رہا، اس کے بعد اس کا بیٹا عبداللہ بن عمر
 ہباری ۲۵ھ میں اس کا جانشین ہوا۔

سندھ کا قدیم پایہ تخت برہن آباد (بہمنوا) تھا، یہ ہباری اور فوجی ضرورتوں
 سے جیسا کہ اوپر گذرا چند نئے شہر محفوظ، بیضا اور منصورہ آباد کئے گئے تھے ۲۹ھ
 میں بنو کندہ کے موالی میں سے ایک سردار صمد بن بعات کر کے منصورہ پر قبضہ کر لیا۔
 عبداللہ ہباری نے اس کو شکست دی اور منصورہ واپس لیا، اور غالباً اسی زمانہ
 میں عبداللہ نے بانیہ کے بجائے منصورہ کو اپنا مستقر بنایا، اور اس وقت سے
 مستقل طور پر یہی شہر سندھ میں اسلامی سلطنت کا پایہ تخت رہا۔ یہ وہی شہر ہی
 جو آج کل بکھر کے نام سے مشہور ہے۔

عبداللہ کے بعد اس کا بیٹا ابوالمزدر عمر ۳۰ھ میں تخت نشین ہوا، اس
 نے اپنی فتوحات سے حکومت کا دائرہ کچھ وسیع کیا، اس کے بعد اسی طرح سیکھے
 بعد ویکھے اس خاندان کے حکمران ہوتے گئے یہاں تک کہ ۳۵ھ کے بعد
 سومری قرامطہ نے ان کا خاتمہ کیا۔

ہباریوں کا عہد حکومت | ہباریوں نے تقریباً ڈھائی سو برس حکمرانی کی،
 اس سلطنت کے شہروں میں دیبل، زند، کد، ارمال، بانیہ، مسند و س، الز،
 اور، سوبارہ اور حمیور وغیرہ تھے، یہاں کہ زبان سندھی، عربی، ہندی
 عوام سندھی اور خواہن عربی و سندھی دونوں جانتے تھے،

تجارت کو فروغ حاصل تھا، بحری و برآمد و دفنی کے ذریعہ تجارت کا
 وسیع سلسلہ قائم تھا، لین دین کے لیے سونے کا سکہ جاری تھا، لباس سراقی و

ہندستانی طرز کا ملا جلا تھا۔

خلافت بغداد سے تعلق | ہزاروں کے دور حکومت میں سندھ میں خلیفہ بغداد کا خطبہ پڑھا جاتا تھا، خلفائے عباسیہ اس کو اپنی ولایت میں تصور کرتے تھے، چنانچہ ۲۵۱ھ میں خلیفہ معتز نے یعقوب صفاری کی سند ولایت میں سندھ کے علاقہ کو بھی داخل کیا ہی جس کے معنی یہ تھے، کہ اب سندھ کا تعلق حاکم یمن سے علیحدہ ہو کر حاکم کرمان و سجستان سے قائم کیا گیا، مگر یہ محض رسمی تعلق تھا، عرب و ہند کے تعلقات میں اضافہ | اب اس زمانہ میں سندھ و عرب کے تعلقات میں اضافہ ہوا، بہ کثرت عرب ستیج ہندستان آئے۔ اور یہاں کے معلومات کو اپنی تصنیفات میں قلم بند کیا اور آج تہاوی ماخذ میں جن سے اس عہد کے حالات معلوم کئے جاسکتے ہیں۔

قضاۃ | سندھ کے عہدہ قضاۃ کے لیے ۲۸۳ھ میں شیخ محمد بن ابوالشوارب کا انتخاب عمل میں آیا۔ اس منصب کے لیے وہ خلیفہ بغداد کی طرف سے منتخب کئے گئے تھے، مگر چند مہینوں سے زیادہ اس خدمت کو انجام نہ دے سکے اور سندھ ہی میں وفات پائی۔ اس کے بعد یہ منصب بھی ان کے خاندان میں موثری ہو گیا، اور آل ابی الشوارب ہی کے ذی علم افراد اس منصب پر مامور ہوتے رہے۔

منصورہ کے قضاۃ میں شیخ ابوالعباس احمد بن محمد صراح منصوروی سندھی کی جلیل القدر شخصیت بھی گذری ہو، یہ مذہب داؤد ظاہری کے پیغمبر تھے، حافظ ابو عبد اللہ حاکم صاحب المستدرک کے شیوخ میں سے تھے، حاکم نے اپنی المعجم میں

طہ مروج الذہب ج ۱ ص ۳۷۸، ۳۷۹، حسن التقابیم ص ۲۸۱، ۲۸۲، بخاری ص ۴۴۵، ۴۴۶

ابن اثیر ج ۹ ص ۲۴۳، ابن خلدون ج ۲ ص ۲۷۷، ابن خلدون ج ۳ ص ۳۴۳، ۳۴۴

ابن بطوطہ صاحب ندری نے اپنی تاریخ سندھ میں ان کو لکھا ہے، یہ کتاب سندھ کے ان حالات کے

اختصاراً قلم بند کرنے میں راقم سطور کے سامنے بھی رہی ہو۔ ۳۲۲ ابن اثیر ج ۲ ص ۳۲۲

ان کا تذکرہ کیا ہے، مقدسی ان سے منصورہ میں ملا تھا، وہ اپنی تصنیف حسن التقسیم میں لکھتا ہے۔

”میں قاضی ابوالعباس منصورہ سے ملا، وہ داؤدی اور اپنے

مذہب میں امام ہیں، درس و تدریس کا شوق ہے اور صاحب

تصانیف ہیں۔ کئی اچھی کتابیں انھوں نے تصنیف کی ہیں“

ابن ندیم نے ان کی تصنیفات کی ستائش کر کے ان کی تین کتابوں، کتاب البصاح، کتاب الہادی و کتاب النیر کا تذکرہ کیا ہے، سماعی کی کتاب الانساب میں بھی ان کا ذکر آیا ہے۔

شیخ موسیٰ بن یعقوب ثقفی سندھی اردور کے قاضی تھے، پھر سندھ کے قاضی القضاۃ ہوئے، کنش کے زمانہ تک ان کا خاندان اردور میں عہدہ قضا پر مامور رہا، کمال الدین اسماعیل بن علی محمد محمد ثقفی ۶۱۳ھ میں اردور کی قضا پر مامور تھے، مشہور تاریخ پچ نامہ انہی کے بزرگوں نے لکھی تھی، جس کو ابن علی کوفی نے فارسی میں ترجمہ کیا۔

سندھ کے چند دوسرے حکمران خاندان | سلطنت ہباریہ منصورہ نے گویا سندھ اور ان سے سلطنت ہباریہ کے قلعے کی مرکزی حکومت کی حیثیت اختیار کر لی تھی اس کے ساتھ، سندھ کے مختلف علاقوں میں جا بجا دوسرے مسلمان اور نامسلمان حکمران بھی اپنی حکومت سنبھالے تھے ان کا ذکر ابن حوقل نے اپنے سفر نامہ میں کیا ہے، یہ حکمران گویا سلطنت ہباریہ کے باج گزار تھے، ان میں سے بیشتر سے اس کے تعلقات خوش گوار تھے، اور غیر مسلم حکمران اسلام کے متعلق بھی استغفار کرتے رہتے، اور دعاۃ ان کے پاس جاتے اور وہ اسلام کی تعلیم ان کے سامنے پیش کرتے، یہ سیکھ میں ایک غیر مسلم راجہ نے جس کا نام عوب مورخین نے ”مہراک بن راکم“ لکھا ہے، سندھی

لہ زیستہ الخواطر ص ۶۵ بحوالہ مقدسی، ابن ندیم و سماعی، صفحہ ۶۰، ۶۱، ۶۲ در تاریخ

زبان میں اسلام کی تعلیمات لکھ کر طلب کیں، وہ اسلام کی تعلیمات سے متاثر ہوا
پھر سندھی زبان میں قرآن مجید کی تفسیر لکھوا کر پڑھتا رہا، اور دل سے اسلام
لے آیا۔ اس نے سلطنت کے زوال کے خطرہ سے اگرچہ اپنے اسلام کا اعلان نہیں
کیا، مگر عبادت کے لیے ایک علیحدہ عمارت بنوائی اور اس میں عبادت و ریاضت میں
مشغول رہنے لگا۔

خاندان سومرہ | سومرہ سندھ کی مخلوط نسل قبیلہ سے تھے، جنھوں نے جوفی
صدی کے آخر اور پانچویں صدی کے اوائل میں عروج حاصل کیا، اور سندھ کے بعض علاقوں
پر ایک زمانہ دراز تک حکمرانی کرتے رہے، یہ ابتداً سلاطین ہباریہ کے ماتحت تھے
آہمے چل کر شیعہ عقیدے قبول کئے، پھر ہباریہ سلطنت کو ان کے ہاتھوں زوال آیا
لیکن منصورہ زیادہ دنوں تک ان کے قبضہ میں نہ رہ سکا، سلسلہ میں محمود غزنوی
نے ان کے ہاتھوں سے اس کو چھین لیا۔

بایں ہمہ ان کی حکمرانی کا زمانہ پانچ سو پانچ برس تک جاری رہا، تختہ لکھم
ج ۳ ص ۲۴، ملتان بھی ان کے زیر اقتدار آگیا تھا، شہاب الدین غوری نے
اس کو ان سے چھینا

بنو سامرہ | ملتان کی یہ حکومت سندھ کی مذکورہ بالا حکومت کے حدود
ہی سے کٹ کر قائم ہوئی تھی، اس کے حدود کی وسعت کچھ طرف نکراں اور کھن
میں منصورہ کے حدود تک تھی، جس میں ایک لاکھ بیس گاؤں آباد تھے، یہاں
تیسری صدی ہجری کے آخر میں (سنہ ۲۹۶ھ) بنو سامرہ نے اقتدار حاصل کیا، وہ
امون کے زمانہ سے معتصم (سنہ ۳۱۷ھ) کے دور تک سندھ کے شہر سنداں
کے حکمران تھے، اور وہی ملتان پر قابض ہوئے، سنہ ۳۱۶ھ میں یہاں کا حکمران

طہ عجائب الهند بزرگ بن شہریار ص ۳ طہ مروج الذهب ج ۱ ص ۳۸۱، ۳۸۲، ابن اثیر ج ۱ ص ۲۴۳، ابن خلدون
ص ۹، ۱۰، ۱۱، بلاذری ص ۲۴۵، ۲۴۶، ابن اثیر ج ۱ ص ۲۴۳، ابن خلدون
ص ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵، ۱۴۶۶، ۱۴۶۷، ۱۴۶۸، ۱۴۶۹، ۱۴۷۰، ۱۴۷۱، ۱۴۷۲، ۱۴۷۳، ۱۴۷۴، ۱۴۷۵، ۱۴۷۶، ۱۴۷۷، ۱۴۷۸، ۱۴۷۹، ۱۴۸۰، ۱۴۸۱، ۱۴۸۲، ۱۴۸۳، ۱۴۸۴، ۱۴۸۵، ۱۴۸۶، ۱۴۸۷، ۱۴۸۸، ۱۴۸۹، ۱۴۹۰، ۱۴۹۱، ۱۴۹۲، ۱۴۹۳، ۱۴۹۴، ۱۴۹۵، ۱۴۹۶، ۱۴۹۷، ۱۴۹۸، ۱۴۹۹، ۱۵۰۰، ۱۵۰۱، ۱۵۰۲، ۱۵۰۳، ۱۵۰۴، ۱۵۰۵، ۱۵۰۶، ۱۵۰۷، ۱۵۰۸، ۱۵۰۹، ۱۵۱۰، ۱۵۱۱، ۱۵۱۲، ۱۵۱۳، ۱۵۱۴، ۱۵۱۵، ۱۵۱۶، ۱۵۱۷، ۱۵۱۸، ۱۵۱۹، ۱۵۲۰، ۱۵۲۱، ۱۵۲۲، ۱۵۲۳، ۱۵۲۴، ۱۵۲۵، ۱۵۲۶، ۱۵۲۷، ۱۵۲۸، ۱۵۲۹، ۱۵۳۰، ۱۵۳۱، ۱۵۳۲، ۱۵۳۳، ۱۵۳۴، ۱۵۳۵، ۱۵۳۶، ۱۵۳۷، ۱۵۳۸، ۱۵۳

ابوالباب منبہ بن اسد قریشی تھا اس کی نسبت سے ان کو بنو منبہ بھی کہا جاتا
ہو، ۳۰۰ھ میں اسماعیلیوں نے اس سلطنت کا خاتمہ کیا،

اسماعیلی قرامطہ | سندھ میں منبر کے فاطمی اسماعیلیوں کا پہلا داعی ۳۱۰ھ
میں آیا، اور مخفی طور پر کام انجام دے کر حبیب یہاں زمین تیار ہو گئی، تو فاطمی خلیفہ
عبد العزیز باللہ نے ۳۱۰ھ میں علم بن شعیان کی سرکردگی میں فوج بھیجی جس
نے اچانک حمایہ کے ۳۱۰ھ میں بنو سامہ کی حکومت ختم کر کے اپنی حکومت
قائم کر لی،

اس اسماعیلی سلطنت کا رشتہ مصر کے فاطمی خاندان سے قائم ہو گیا، ۳۱۰ھ میں
شیخ حمید ۳۱۰ھ میں شیخ نصر پھر اس کا لڑکا ابو الفتوح داؤد تخت نشین ہوا، داؤد
۳۱۰ھ میں محمود کے خلاف بجے رائے کی مدد میں صف آرا ہوا، اس لیے
محمود دوسرے سال ۳۱۰ھ میں اس کی گود شالی کے لیے آیا، اس نے اس کی طاعت
قبول کر لی مگر چند ہی سال بعد جب راجہ لاہور کی سرکردگی میں ۳۱۰ھ میں
محمود کا مقابلہ کیا گیا، تو ابو الفتوح داؤد نے پھر فوجی کمک کے ساتھ اس لڑائی
میں محمود کے خلاف شرکت کی اس لیے محمود نے ۳۱۰ھ میں ملتان پر حملہ کیا، داؤد
کو بچ کر غزنی لے گیا، اس کے بعد اسماعیلیوں نے منصورہ پر قبضہ کر لیا، جس کا
خاتمہ محمود غزنوی نے ۳۱۰ھ میں کیا، اور سندھ و ملتان و دکن کی حکومتیں
غزنوی سلطنت کا حصہ بن گئیں، لیکن آگے چل کر غزنوی سلطنت میں کمزوری آنے
کے بعد قرامطہ نے سندھ میں پھر سراٹھایا، بالآخر شہاب الدین غوری نے ان کا
خاتمہ کیا۔

— (نظام حکومت اور تمدن و تہذیب) —

ہندوستان میں سندھ و ملتان کی ان عربی حکومتوں کے مستقل
اثرات یہاں قائم ہوئے، ان کا طرز عمل خیبر کے دروں سے آنے والے
مسلمانوں سے مختلف تھا، ————— (۱) یہ مستقل نظام

بانیِ حِلْم بن شیبان نے مَٹان کے قدیم مندر کو ڈھا کر جامع مسجد بنالیا، اور محمد بن قاسمؒ نے جامع مسجد کو بند کر دیا، لیکن رفتہ رفتہ اس پاس کے ہندو راجاؤں سے ان کا ربط و ضبط بھی قائم ہو گیا، جو اتنا آگے بڑھا، کہ جب محمود غزنوی نے پنجاب پر حملہ کیا تو راجہ جے پال کی مدد کے لیے جو فوجیں آئیں ان میں حِلْم کے جانشین دادو کی فوجیں بھی تھیں،

اس دور میں نامور علماء و محدثین بھی پیدا ہوئے، صنعت، و حرفت، تجارت، زرعت، میں ہندو مسلمان برابر کے شریک تھے، مقدسی دادوسی کے بقول وہ نہایت شایستہ شہری تھے، ہندو مسلمانوں کے میل جول سے اسی زمانہ میں ”ہندی اسلامی تمدن“ کی آمیزش سے ایک نیا تمدن اور ”سندھی عربی“ کے ملنے سے ایک نئی زبان کی داغ بیل پڑی جو آگے چل کر ہندوستانی تمدن اور ہندوستانی زبان سے موسوم ہوئی، اصطخری (۳۴۳ھ) نے لکھا ہے کہ مَٹان کا امیر ہاتھی پر سوار ہو کر حجہ کی نماز کے لیے جامع مسجد جاتا ہے، یہ ہندو راجاؤں کے پریشان شکوہ جلوس کی ایک نقل تھی، پھر کہتا ہے کہ مَٹان کے لوگ پا جامہ پہنتے ہیں، اور اکثر لوگ فارسی اور سندھی بھی بولتے ہیں، اس طرح ہندو مسلمانوں میں زبان اور لباس کی یکسانی پیدا ہونے لگی تھی، ابن حوقل (۳۶۷ھ) یہاں کے طرز زبان اور لباس کے متعلق لکھتا ہے۔

”میان مسلمانوں اور ہندوؤں کا لباس ایک ہی طرح کا ہے، اور بالوں کے چھوڑنے کا بھی وہی ایک طریقہ ہے، اور اسی طرح مَٹان والوں کی وضع ہے... عربی و سندھی بولی جاتی ہے... کرتوں

کا لباس نمایاں ہے مگر تاج و قمیص اور چادر ہستمال کرتے ہیں“

بشاری ۵۷۳ھ میں آیا تھا، اس نے جو کچھ لکھا ہے، اس سے یہاں کے اخلاق و معاشیات کا اندازہ ہوتا ہے، لکھتا ہے:-

”... غلبہ کنی منزل کے مکانات ہیں۔ یہاں بدکاری اور شراب اڑا

نہیں..... سرسبزی اور دولت ہو۔ بیوپار کی حالت بھی اچھی ہو
 مختلف و متنوع نمایاں ہو، حکومت منصفانہ ہو، بازار میں کوئی عورت
 بناؤ سنگار کئے ہوئے نہیں ملے گی اور نہ کوئی اس سے علاقہ دہندہ
 میں بات کرتا ہو، زندگی عیش و سرور اور خوش دلی اور عروت کی ہو
 جسم میں تندرستی ہو، لیکن شہر گندہ ہو، مکانات تنگ ہیں،
 ہوا خشک اور گرم ہو، رنگ گندم گوں اور سیاہ ہو،

اہل علم و اعیان اسندھ اور ملتان کی ان حکومتوں کے دور میں ممتاز اہل علم
 پیدا ہوئے، جنہوں نے مختلف علوم حدیث، تفسیر، فقہ، نحو ادب اور شعر و شاعری
 میں تبحر حاصل کیا اور ہندستان کے اس بالائی حصہ میں علم کی روشنی پھیلائی، یہ
 دور عالم اسلام میں علم حدیث کی اشاعت و فروغ کا تھا اس لیے ہندستان میں
 بھی ممتاز محدثین پیدا ہوئے اور اپنے علم کے سرچشموں سے ہندستان کو سیراب
 کیا اور ہندستان کے مختلف علمی مرکزوں کی روایتیں ہندستان میں لائے اور
 ہندستان سے روایتوں کو عالم اسلام میں لے گئے۔

چنانچہ اس دور کے محدثین میں سے شیخ ابراہیم بن محمد بن ابراہیم بن عبد شہر
 دیلمی سندھی کا تذکرہ صہبانی نے کتاب الانساب میں اور یاقوت حموی نے معجم البلدان
 میں کیا ہے۔ ان کے شیوخ حدیث میں موسیٰ بن ہارون اور محمد بن علی صانع وغیرہ تھے
 شیخ علی بن موسیٰ دیلمی ممتاز محدثین میں سے تھے۔ ان کے ارشد تلامذہ
 میں شیخ خلف بن محمد موازی بنی دیلمی تھے شیخ خلف بن محمد موصوف نے
 بغداد میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ وہاں اپنے شیخ کی
 روایتیں بیان کرتے تھے، شیخ ابو الحسن احمد بن محمد بن عمران ابن جندی ان کے تلامذہ

۱۔ ابن حوقل ص ۲۲۲، حسن التفسیر مقدسی ص ۲۸۰ عرب و ہند کے تعلقات۔

پانچواں باب، تاریخ ہند کوشیخ اسیر ص ۱۱

میں تھے، سمعانی نے کتاب الانساب میں ان کا تذکرہ کیا ہے۔

شیخ ابوالقاسم شعیب بن محمد معروف بہ ابن ابی قلعان دیلمی چوتھی صدی کے محدثین میں سے تھے، مصر میں وارد ہوئے، وہاں کے محدثین نے ان کی روایتیں میں شیخ ابوسعید بن یونس ان کے تلامذہ میں سے تھے، سمعانی نے تذکرہ کیا ہے۔

اس زمانے میں ہندستان میں علم حدیث کا ایسا چرچا پھیل گیا کہ سرباتک ہندی کے افسانہ نے شہرت حاصل کی، عرب مورخین نے سرباتک کو تنزیح کا حکمران لکھا ہے شیخ سرباتک کا دعویٰ تھا کہ وہ عمریات میں موجود تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حذیفہ و حضرت اسامہ رضی اللہ عنہما کو ان کے پاس اسلام کی دعوت لے کر بھیجا اور انھوں نے اسلام قبول کیا۔ اس روایت کی عالم اسلامی میں شہرت ہوئی اور فن رجال کی کتابوں میں ان کا ذکر آیا، چنانچہ علامہ ابن اثیر نے اسد الغابہ میں حافظ نے اصحاب میں ان کا تذکرہ کیا ہے، شیخ اسحق بن ابراہیم طوسی ہندستان آئے، اور سرباتک ہندی سے مل کر صورت حال کی تحقیق کی سرباتک نے ان سے اپنی عمر ۷۲ سال بیان کی، حضرت حذیفہ و اسامہ کے پاس آئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوت نامہ پر اسلام قبول کرنے کا تذکرہ کیا، اسی طرح شیخ ابوجاتم طوسی نے بسلمہ روایت ابوسعید مظفر بن اسد حنفی کی یہ روایت نقل کی کہ سرباتک نے ان سے بیان کیا کہ وہ دو مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مل چکے ہیں۔ ایک مرتبہ مکہ معظمہ میں اور دوسری مرتبہ مدینہ منورہ میں، علامہ ذہبی نے تجرید میں ان پر جرح کی ہے، سرباتک نے ۳۳۰ھ میں وفات پائی۔

شیخ ابوجعفر محمد بن ابراہیم دیلمی مکہ معظمہ میں سکونت پذیر تھے، یا قوت حموی اور سمعانی نے ان کا تذکرہ کیا ہے، انھوں نے ابن عیینہ کی کتاب التفسیر شیخ عبد اللہ سعید بن عبد الرحمن مخزومی سے روایت کی، اسی طرح ابن مبارک کی مشہور کتاب البر والصلاء ابو عبد اللہ حسین بن حسن مروزی سے روایت کی ہے، ان کے تلامذہ میں عبد الحمید بن صالح ابوالحسن احمد بن ابراہیم بن فراس مکی اور ابوبکر محمد بن ابراہیم بن علی بن مغیرہ وغیرہ

ابو محمد عبد اللہ بن جعفر منصوری کو علوم قرآن میں ہمارت حاصل تھی۔ مقری کے لقب سے یاد کئے جاتے تھے حسن بن محوم وغیرہ سے حدیثیں سنیں، حاکم نے ان کی روایتیں مستدرک میں لی ہیں۔

زیاد | اس عہد کے مشائخ طریقت میں جن کا دستاروں میں علم حدیث و دیگر علوم دین میں ہمارت کا بھی طغرائے امتیاز موجود تھا، شیخ ابوالعباس احمد بن عبد اللہ دیلمی کا اسم گرامی سرفہرست آسکتا ہے۔ انھوں نے نشوونما و ابتدائی تعلیم کے بعد عالم اسلام کے علمی مرکزوں کا سفر کیا، اور دہاں کے ممتاز اساتذہ و شیوخ وقت سے حدیث کی روایتیں لیں، چنانچہ ان کے شیوخ حدیث میں قاضی ابوالخلیفہ بصرہ، جعفر بن محمد فریابی، بغداد، مفضل بن محمد جندی و محمد بن ابراہیم دیلمی، یحییٰ بن عبد الرحمن و محمد بن زیان، یحییٰ بن مضر، ابوالحسن احمد بن عمیر دمشق، ابوعبد الرحمن بن کحول بیروت ابوعبد جبرین بن ابوموشیر، محمد بن احمد بن زہیر، تشر، مکرم عبد ان بن احمد حافظ عسکر اور ابوجبر محمد بن اسحق بن خزیمہ نیا پور وغیرہ تھے، اور تلامذہ کی صف میں امام حافظ ابوعبد اللہ حاکم صاحب المستدرک کا جلیل القدر اسم گرامی بھی ہے، نیشاپور میں قیام اختیار کیا، یہیں خانقاہ میں مقیم رہ کر رشد و ہدایت اور علم و فن کی خدمت انجام دیتے رہے، لباس صوف اختیار کر لیا تھا، کبھی ننگے پاؤں بھی چلا کرتے تھے، نیشاپور ہی میں ۳۴۳ھ میں وفات پائی، اور مقبرہ اکبرہ میں دفن کئے گئے، سماعی نے اپنی کتاب التلخیص میں ان کا تذکرہ کیا ہے۔

اسی طرح اس عہد کے زیادہ صاحبین میں شیخ ابوالعباس محمد بن محمد عبد اللہ وراق دیلمی کا اسم گرامی ہے، ان کے شیوخ حدیث میں ابوالخلیفہ مفضل بن حباب جمعی، جعفر بن محمد فریابی، عبدان بن احمد عسکری، محمد بن عثمان بن ابی سواد بصری، وغیرہ ہیں۔ اور تلامذہ میں شیخ حافظ ابوعبد اللہ حاکم، صاحب المستدرک کا اسم گرامی ہے اس عہد میں زہد و ورع سے متصف تھے اور "زائد" کے لقب سے یاد کئے جاتے تھے، پچیس زمانہ میں صوفیہ کے لیے استعمالی ہوتا تھا، ۳۵۴ھ میں وصال فرمایا، شیخ

غزنوی سلاطین ہند

۳۲۲ھ ————— ۵۸۲ھ

ہندستان اور درہ خیبر کے پار ملکوں کے درمیان ہمیشہ سے صلح و جنگ کے تعلقات قائم رہی۔ اسلام کے پچھلے بھی جب کبھی کابل کے حکمران کو موقع ملا، اس نے پشاور تک قبضہ کر لیا، اور جب رائے ہمارو (لاہور) کو موقع ملا، کابل و قندھار تک قبضہ خیال کیا، جب ساتویں صدی عیسوی میں اسلامی فتوحات کا دائرہ بڑھا، اور مختلف نئی قوموں اور نسلوں نے اسلام قبول کر لیا، اور مرکزی سلطنت ہندو میں کمزوری آگئی تو ماوراء النہر میں بخارا و ازبکستان بنا، اور صفاریہ اور سامانیہ حکومتوں نے کابل و قندھار تک قدم بڑھائے، امیر الپ تگین ایک ترک افسر بخارا سے نکل کر غزنین چلا آیا، اور یہاں اپنی حکومت قائم کی۔ یہ شہر کابل سے پچھتر میل جنوب میں کوہستان بابا کی شاخ گل کوہ واقع ہے۔

سبکتگین | **سبکتگین** (۳۶۶ھ - ۴۱۹ھ) جو الپ تگین کا داماد تھا، اس کی وفات کے بعد اس نے سلطنت کا امیر بنا، پنجاب کے راجہ جے پال اور امیر سبکتگین میں دہلی پرانی سرحدی نزاع تازہ ہوئی کہ پشاور سے جلال آباد تک کا علاقہ جو لغات کہا جاتا ہے، پنجاب و غزنین کی حکومتوں میں سے کس حکومت کے زیر اثر رہی۔

راجہ جے پال کا جبار حاکم حملہ اور غزنین کا فیصلہ کرنے کے لیے سلطنت مغربی درہ ہندستان غزنین کی پہلی لڑائی

طوفانی لشکر لے کر ہاتھیوں پر سوار چلا اور وادی لغمان میں اتر گیا، اور سبکتگین اور اس کا نو عمر بیٹا محمود تازہ دم ترکوں کے ساتھ میدان میں آیا۔ دونوں ادب و شجاعت سے رہے تھے، کہ اچانک برق و باران کا طوفان اٹھ آیا اور راجہ جے پال کا منصوبہ ہمیشہ کے لیے ٹھنڈا پڑ گیا۔ آخر کار صلح کی بات چیت شروع ہوئی، اور

راجہ جے پال دس لاکھ دریم اور پچاس ہاتھی دینے پر آمادہ ہو گیا، یہ بھی وہ پہلی لڑائی جس نے ہند کی قسمت کا فیصلہ سیکڑوں برس تک کے لیے کر دیا تھا۔ راجہ جے پال کی وعدہ خلافی اس کے بعد راجہ جے پال نے واپس آ کر اسکیتگین کا حملہ ہندوستان رقم ادا کرنے کے بجائے ان سفیروں کو جو رقم ساتھ لے جانے کے لیے آئے تھے، گرفتار کر کے جلی خانہ میں بند کر دیا، اسکیتگین یہ سنتے ہی کبلی کے مانند تیزی سے ہندوستان کی سمت چل کھڑا ہوا، ادھر راجہ جے پال نے دہلی، قنوج اور کالنجر کی فوجی مدد لی، اور مقابلہ کے لیے نکل پڑا، درہنہ اور پشاور کے درمیان لڑائی ہوئی، ہندی فوجوں نے شکست کھائی اور پشاور تک ایک بار کے ملک پر غزنی سلطنت کا قبضہ ہو گیا۔

غزنی کو دہلی کالنجر اور قنوج اب غزنیوں کے نو مسلم ترکوں کے لیے ہندستان تک ترکتازی کا حق کا راستہ کھل گیا تھا، اور دہلی، کالنجر اور قنوج تک انھیں اپنی ترکتازیوں کا حق تھا، کہ یہ ممالک دشمن کے ساتھ صف آرا ہو کر ان پر حملہ آور ہو چکے تھے۔

محمود محمود (۳۹۶ھ - ۴۱۳ھ) اپنے باپ اسکیتگین کی وفات کے بعد تخت نشین ہوا، اس کو نو زائیدہ سلطنت غزین کو وصت و استحکام دینا تھا وہ اپنی ۳۳ سال کی حکمرانی میں اسی خدمت کو انجام دیتا رہا،

محمود کی ترکتازیاں اس نے اپنے چاروں طرف کی سلطنتوں کو چاہی وہ مسلمانوں کی ہوں، یا ناسلمانوں کی ہلا ڈالا اور اپنی حکومت کے حدود آگے بڑھاتا گیا، اس نے غزنی کی ایک طرف کاشغر کی اسلامی الیمانی حکومت کو، دوسری طرف خود اپنے آقا سانیوں کی سلطنت، تیسری طرف دلیلیوں اور طبرستان کی حکومت آل زیاد کو، مشرق کی سمت میں غوریوں کی سرزمین کو جن میں سے کچھ مسلمان ہو چکے تھے اور کچھ اپنے پرانے دین پر قائم تھے، پھر اسی مشرقی سمت میں ملتان اور سندھ کی عرب حکومتوں کو اور ادھر لاہور اور ہندوستان کے بعض دوسرے راجاؤں

کی سلطنتوں کے کھنڈر پر اپنی غزنی کی عظیم الشان سلطنت کی بنیاد رکھی یہ تھیں اس بدنام "بت شکن" کی ترک تازیاں جس نے بجز ہندوستان کے ساری اسلامی سلطنتوں کا قلع قمع کیا تھا، اس سے اندازہ ہو گا کہ غزنی کے سلاطین کی یہ لڑائی ہندوستان سے کسی مذہبی جذبہ کے ماتحت تھیں، یا محض جغرافیائی ماحول اور نئی حکومتوں کے شکست و تعمیر کے زیر اثر پیش آئیں۔

محمود کے حملے ہندوستان پر محمود کو دوسری سمت کی مخالف حکومتوں سے

جب فرصت ملتی، ہندوستان پر چڑھ آتا، وہ اپنے دور میں سب سے پہلے ۳۹۱ء میں ہندوستان میں داخل ہوا، جنوبی ہند کے جاٹوں کی سرکوبی کی اور چند سرحدی ضلعوں پر قبضہ کیا، دوسرے سال پھر آیا۔ پشاور کے آگے خیمہ زن ہوا، زور کاران پڑا، راجہ جے پال نے شکست کھائی، اور گرفتار کر لیا گیا، محمود نے بڑھ کر دوسرے شہر دیہند پر قبضہ کر لیا، جے پال نے خراج دے کر رہائی حاصل کی، اور سلطنت انند پال کے سپرد کر کے چٹائی بیٹھ کر جل مرا، ۳۹۵ء میں بجائے والی بھیرہ سے جنگ آزادی کی اس نے بھی فرار کی حالت میں خودکشی کر لی، اور بھیرہ اور اس کے مضافات سلطنت غزنی میں ملا لیے گئے، اسی طرح جیسا کہ گزرا ملتان کے والی ابو الفتوح نے بھی رائے کی مدد کی ناکام کوشش کی تھی، ۳۹۶ء میں محمود اس کو سزا دینے آیا، رائے اتند پال ابو الفتوح کی مدد کے لیے آیا مگر ناکام ہو کر فرار ہوا، ابو الفتوح نے محمود کی اطاعت قبول کی، محمود نے اتند پال کے بیٹے سکھ پال کو بھیرہ کا گورنر بنادیا تھا، وہ اسلام لے آیا تھا، پھر وہ منحرف ہو گیا، محمود ۳۹۷ء میں اس کی سرگوشی کے لیے آیا۔ اور جلسہ دوام کی سزا دی۔

پھر ۳۹۸ء میں معرکہ آرائی ہوئی، اس مرتبہ اتند پال کی مدد پر حسین و گوالیار کالنج، قنوج، دہلی اور اجمیر کے راجہ اور ملتان کے والی داؤد و فوجیں لے کر آئے حب الوطنی کا عام جذبہ پیدا ہوا، اور عورتوں نے اپنے زلیخہ بیچ بیچ کر، چپختے کات کر اور محنت خیز دوری کر کے لڑائی میں، ۳۹۹ء میں سکھ پال کو شکست ہوئی، محمود

ہندوستانی راجاؤں کی پچھلی نفاست جنگیوں کا غبار دل سے دور نہیں ہوا تھا، وہ کسی ایک کی کمان میں فوجوں کو نہ دے سکے، محمود نے راج پوتوں کے اس ٹڈی دل فوج کا مقابلہ کیا، ہندوستانیوں کے قدم اکھڑ گئے، محمود کے خلاف یہ آخری مشترکہ قومی مظاہرہ تھا، جس میں نہ صرف ہندو بلکہ ہندوستان میں عربوں کی واحد حکومت کا حکمران بھی شریک تھا مگر ہندوستان کو شکست ہوئی اس کے بعد راجاؤں ہند کیے بعد پورے مغلوب ہوئے گئے اور پیش ہا خزانے خصوصاً مندروں کے جواہرات فاتح کے ہاتھ آتے گئے۔

اس حملہ میں محمود نے نگر کوٹ (کاٹنگڑہ) کے قلعہ پر قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد ۱۱۱۲ھ میں وہ ابو الفتح داؤد کا خاتمہ کر کے ملتان آیا۔ اور اس کو گرفتار کر کے ساتھ لے گیا۔ اس کے بعد اس نے ۱۱۱۳ھ میں راجہ بھیم پال سے قلعہ سندو نالیا، ۱۱۱۴ھ میں قلعہ پربھنہ کیا، پھر ۱۱۱۵ھ میں کشمیر کی ناکام مہم پیش آئی، اس کے بعد ۱۱۱۶ھ میں تونج اور متھرا پر قبضہ کیا، پھر ۱۱۱۷ھ میں کشمیر پر دوبارہ حملہ آور ہوا، ۱۱۱۸ھ میں وہ پورے پنجاب کو غزنین کا صوبہ بنانے کی نیت سے انتظامات کے ساتھ آیا اور پنجاب کا اسحاق غزنی سے کر لیا، انند پال کے لڑکے ترلوکن پال کا انتقال ہو چکا تھا راجہ بھیم اس کا جانشین تھا، وہ پنجاب کو چھوڑ کر رائے اجیر کے پاس چلا گیا۔ جہاں ۱۱۱۹ھ میں اس نے وفات پائی، محمود نے لاہور کا پہلا حاکم ایاز کو بنایا۔

اس کے بعد ۱۱۲۰ھ میں گوالیار اور کالنجر کو قبضہ میں لیا، پھر ۱۱۲۱ھ میں سونا کا مشہور واقعہ پیش آیا۔ اور اس مہم میں گجرات کی فتح کی تکمیل ۱۱۲۲ھ میں کی، پھر اسی سال ۱۱۲۳ھ میں ملتان کے قزاقوں کی سرکوبی کی، اور ۱۱۲۴ھ میں جاٹوں کی پھیل چھاڑ کا بدلہ لینے کے لیے آیا، اور کامیاب رہا، اس طرح محمود کے براہِ رست قبضہ میں پنجاب، سندھ اور ملتان کے صوبے آئے، اور کشمیر، تونج کالنجر، گوالیار، اور گجرات اس کے باج گزار بنے،

مندروں پر حملہ آوری کا حقیقی سبب - محمود نے ہندوستان کے ان حملوں میں

بے شمار دولت حاصل کی، یہاں کے مندروں میں پشت ہا پشت کے چڑھائے ہوئے زرو جو اہر کا انبار لگا تھا، اس نے اپنے ان حملوں میں مندروں کو خاص طور پر نشانہ بنایا، تاکہ صدیوں کی جمع کی ہوئی دولت اس کے ہاتھ آ سکے، سو مناتھ میں دوسو من ذری سونے کی زنجیر لگتی تھی، جس میں گھٹیاں آویزاں تھیں جس حجرے میں بت تھا اس کی قدیوں کو روشن کرنے کی ضرورت نہ تھی۔ روشنی کے لیے اس میں جو اہر دالاسا حجرے ہوئے تھے، جن کی جگہ گھاٹ سے ہم دم روشنی رہتی تھی، محمود کے یہ حملے، "بت شکنی کے لیے نہیں، حصول زر کے لیے تھے اور اس مقصد میں وہ اپنی توقعات سے زیادہ کامیاب۔

صوبہ پنجاب کا نیا نظم | بہر حال محمود نے پنجاب کو سلطنت غزنین کا ایک

صوبہ قرار دیا، اس نے اس صوبہ کے مرکز سے دور دراز ہونے کی وجہ سے یہاں ایک نیا نظم قائم کیا۔ ایاز کے بعد فوجی اور انتظامی اختیارات علیحدہ علیحدہ حکام کے سپرد کئے، انتظامی امور ابو الحسن علی المعروف بہ قاضی شیرازی کے سپرد کئے اور سپہ سالاری کے عہدہ پر علی اری یارک کو مامور کیا، لیکن گورنر اور سپہ سالار دونوں کا ایک دوسرے سے سروکار نہ رکھا، یہ دونوں براہ رست غزنین کے ماتحت تھے، اور پرچہ نویسی پر ابو الحکم نام کے ایک افسر کو مقرر کیا۔

محمود کو ہندستان سے ایک رابطہ | اگرچہ محمود نے ہندستان کو اپنا وطن نہیں سمجھا۔ اس کو غزنین پیارا تھا، اور اسی کو اس نے آباد کیا، تاہم ہندستان سے اس کو ایک رابطہ پیدا ہو چکا تھا، ہندستان کے جنگی ہاتھیوں پر اس کو ایسا ناز تھا، کہ وہ خلیفہ بغداد کو بھی اسی اعتماد پر دھکی دینے سے باز نہ آیا۔ اور افضل الافیل کا عبرت آموز جواب پایا۔

محمود کی رواداری | اس نے اپنی ساری عمر میں کبھی کسی ایک ہندو کو بھی جبر سے مسلمان نہیں بنایا، اور نہ امن کی حالت میں کسی ایک مندر کو توڑنے اور بت شکنی کرنے کا کوئی واقعہ پیش آیا، اس نے ہندوستانی مقبوضات کے لیے اپنا سکہ ہندی زبان میں جاری کیا، اور اپنی فوج میں ہندوؤں کو معزز عہدوں پر بھی سرفراز کیا،

سو بند رائے اس کی فوج میں علی کمان دار تھا، ہندوستانیوں کا ایک بڑا لشکر اس کے ماتحت تھا۔

سلطان محمد | سلطان محمد (۱۶۱۱ء) محمود کی وفات کے بعد تخت پر بیٹھا، اس کے بھائی مسعود نے جب اس پر فوج کشی کی تو اس نے اسی ہندوستانی سپہ سالار سو بند رائے کو اس کے مقابلے کے لیے بھیجا۔ مگر وہ اس جنگ میں کام آیا، تاہم معلوم ہوا کہ اس لشکر کو اتنی اہمیت حاصل تھی کہ وہ تاریخ و تخت کا فیصلہ کر سکتے تھے۔ سو بند رائے کے مارے جانے کے بعد سلطان محمد خود فوج لے کر گیا اور میدان جنگ میں گرفتار کر لیا گیا۔

سلطان مسعود | سلطان مسعود (۱۶۱۱ء - ۱۶۲۲ء) کو ہندوستان کے نظم و ضبط میں محمود کے قائم کئے ہوئے دو عملی نظام سے سابقہ پڑا، یہ دو عملی نظام پنجاب میں نہ چل سکا، قاضی شیرازی اور علی اری یارک میں اختلاف پیدا ہوا، وزیر غزنی نے یارک کو شیریں گھٹاری سے پایہ تخت بلوایا اور ۱۶۲۳ء میں بلخ میں اس کو قید کر دیا، پھر پنجاب کی سپہ سالاری پر احمد نیا تلگین بھیجا گیا۔ اس کے بعد سلطان مسعود نے ۱۶۲۲ء میں کشمیر کے قریب قلعہ سرستی پر فوج کشی کی اور اس کو فتح کر لیا۔

احمد نیا تلگین | مسعود کے واپس جاتے ہی لاہور میں انتظامی و فوجی حکام کی جنگ پھر شروع ہو گئی مگر وزیر اعظم عربی نے اس مرتبہ نیا تلگین کی حمایت کی اس نے قاضی شیرازی سے بے پردہ ہو کر ہندوستان پر فوجی حملہ کر دیا اور سرعت سے بڑھتا ہوا بنارس تک پہنچ گیا اور اس شہر کو بھی لوٹا۔ قاضی شیرازی نے غزنین اطلاع دی کہ نیا تلگین نے بے شمار دولت حاصل کی ہو، خود مختاری کی طرف مائل ہے، اپنے کو محمود کا بیٹا کہتا ہو، نیا تلگین نے واپس آ کر قاضی کو قلعہ میں قید کر دیا، گویا اس طرح دربار غزنین میں قاضی شیرازی کی بھیجی ہوئی خبر کا تصدیق ہو گئی۔

سپہ سالار ناتھ | سلطان مسعود نے ۱۶۲۲ء میں احمد نیا تلگین کی سرکوبی کے لیے ایک ہندو سپہ سالار ناتھ کو بھیجا مگر وہ ناکام رہا، اس

کے بعد اس کی سرکوبی کے لیے ایک دوسری فوج بھیجی جا ہی، مگر مہم کی دشواریوں کو دیکھ کر کوئی آمادہ نہیں ہوا، اور آخر ایک دوسرا ہندو سپہ سالار تنک اسے بڑھا اس نے اس مہم کو انجام دینے کا بیڑا اٹھالیا۔

سالار تنک | سالار تنک سو بندرائے کی جگہ غزنی کی ہندو فوج کا سپہ سالار

تھا، اور اس کے عزیز میں ہندو سرداروں کے دستور کے مطابق اس کے مکان پر نو مت سجتی تھی اور غزنین کے سپہ سالار کی طرح اس کو بھی علم، خیمہ اور پتھر عطا ہوا تھا۔ تنک لاہور آیا تو نیا انگین فرار ہو چکا تھا اس نے اس کی سرکوبی کا بیڑا لاکھ درہم مقرر کی، پھر جن جن کو اس کے سپاہیوں کو اس وقت تک مارا جب تک انہوں نے نیا انگین کا ساتھ چھوڑنے کا وعدہ نہیں کر لیا، پھر جاٹوں نے جبر سندھ عبور کرتے ہوئے نیا انگین کو بھی پکڑ لیا اور اس طرح اس کی زندگی کا خاتمہ ہو گیا۔ اس طرح گویا غزنوی سلطنت کے استحکام میں ہندوؤں اور جاٹوں نے رضا کارانہ حصہ نہیں لیا۔

ہندوستان کا خزانہ | اس کے بعد سلطان معود نے ۴۲۹ھ میں ہندوستان

ہندوستان کو واپس | کا رخ کیا اور قلعہ بانسی اور رسون پت پر قبضہ کیا،

اور اپنے لڑکے مجدود کو پنجاب کا گورنر بنا کر غزنین واپس گیا اور ایاز کو اس کا اتالیق مقرر کیا، اسی زمانہ میں دوسری طرف سلجوتیوں کو عروج حاصل ہو رہا تھا، اور ان کا سیلاب بڑھتا ہوا غزنین تک آ رہا تھا۔ معود نے اس ابھرنے والی نئی طاقت کا مقابلہ کیا، اور سلجوتیوں میں مردے میدان میں اس کو فاسس شکست ہوئی، مستقبل کا نقشہ اس کی نگاہ میں آیا، اس نے غزنین سے اپنے پایہ تخت کو پنجاب میں لے آئے کا فیصلہ کیا، تین سو اونٹوں پر زور و جواہر اور مال و دولت کا انبار لاد کر چلا۔ ہندوستان کی دولت ہندوستان میں واپس آ رہی تھی، کہ اٹنا سے راہ میں اس کے ترک اور بیشتر ہندو سپاہیوں نے اس سے بے وفائی کی، خزانہ لوٹ لیا سلطان کو حراست میں لے لیا، اور اس کے نائبین بھائی سابق سلطان محمد کو قید سے نکال کر تخت نشین کر دیا، اور چند دنوں کے بعد معود قتل کر دیا گیا،

غزنی و ہندستان کے امراء سلطان مسعود کے قتل ہونے کے بعد اس کے
 کی پالیسی میں اختلاف بیٹے مودود نے غزنین میں تخت نشینی اختیار کی
 اور سلطان محمد کا خاتمہ کیا، ہندستان کے امراء مودود اور محمد کا کشمکش
 میں محمد کے طرفدار تھے، اس طرح پایہ تخت غزنین اور ہندستان کے امراء غزنین
 کی پالیسی میں اختلاف پیدا ہو گیا۔

سلطان مودود | سلطان مودود (۳۳۴ھ - ۳۴۱ھ) اس کے باوجود ہندستان کے امرا نے غزنین سے مرعوب نہیں ہوا اس نے ابو نصر محمد بن احمد کو لاہور کا حاکم مقرر کیا اور خود ملتان سے لاہور آیا اور باغی اور تھا نیس ترک کا دورہ کر کے واپس گیا، اس اثنا میں مغرب میں سلجوقیوں کا زور بڑھتا گیا اور مودود کو ادھر متوجہ ہونا پڑا۔ یہ دیکھ کر اس کے بھائی مجدود نے مودود سے ناراض ہو کر امرا کی مدد سے پنجاب پر قبضہ کر لیا، مودود نے ۳۳۵ھ میں پنجاب پر فوج کشی کی، مگر مجدود نے لاہور کو بچا لیا۔ لیکن اسی اثنا میں مجدود اپنے خیمہ میں مردہ پایا گیا، اس کا دست راست ایاز بھی مر گیا۔ اور مودود کے قبضہ میں پنجاب آ گیا

ہندستان میں وطن اور | دوسری طرف غزنویوں کی خانہ جنگی اور سلجوقیوں سے ان دھرم کو بچانے کا نیا جذبہ کی معرکہ آرائی سے ہندستان کے راجپوتوں نے پورا فائدہ اٹھایا، ان میں وطن اور دھرم کو بچانے کا نیا جذبہ پیدا ہوا، جو لوگ ترکوں کے خوف سے جنگلوں میں پناہ گزین تھے۔ خود اعتمادی کے ساتھ نکل پڑے، تقدیر نے یادری کی، راجہ دہلی کی سرکردگی میں ۳۳۵ھ ہی میں باغی اور تھا نیس پر قبضہ کر لیا۔

ننگر کوٹ کی بازیافت اور | محمود نے ہندوؤں کے مقدس مقامات میں
ہندوستان میں جذبہ مسرت سے جن کو فتح کیا تھا۔ ان میں سے صرف ننگر کوٹ
پر اپنا قبضہ رکھا تھا۔ انھوں نے اس کو بھی داغدار کر لیا جس سے ہندوستان میں
مسرت کی عام لہ دوڑ گئی۔ جاتری جوق جوق تیرتھ کے لئے آئے لگے، اب

راجپوتوں کے دل بڑھے ہوئے تھے، وہی اور مصنافات کے علاقے تو غزنویوں کے ہاتھ سے نکلی چکے تھے وہ لاہور کا فیصلہ کر لینے کے لیے آگے بڑھے، یہ دیکھ کر غزنوی امراء میں بھی نئی حرارت آئی، اختلافات کو بھلا دینے کا عزم کر کے اسٹے راجپوتوں کا لشکر بغیر لڑے واپس چلا گیا۔

مودود نے ۴۰۱ھ میں اپنے لڑکے ابو القاسم محمود کو لاہور کا حاکم بنا کر بھیجا اور ابو علی کو ہند کا سپہ سالار بنایا جس نے پشاور، کشمیر، اور ملتان کی بغاوتیں فرو کیں، لیکن بانسی، تھاغیسر اور نگر کوٹ کے قلعے قبضہ میں نہ آ سکے۔

سلطان عبدالرشید مودود کی وفات کے بعد علی بن ربیع ایک امیر نے اس کے تین چار برس کے بچے مسعود بنی کو تخت پر بٹھا دیا، مگر دوسرے امراء نے مودود کے بھائی علی بن مسعود کی اطاعت کی، اور علی بن ربیع ایک جماعت کے ساتھ ہندوستان چلا آیا، اور پشاور سے سندھ تک کے علاقہ کو قبضہ میں لے لیا، اس اثنا میں سلطان مودود کے چھوٹے بیٹے عبدالرشید (۴۰۲ھ - ۴۰۳ھ) نے غزنی کے تخت پر قبضہ کر لیا، اس نے ربیع کو غزنی واپس بلایا اور اس کی جگہ نوشنگین کرخی کو ہندوستان اور سندھ کا والی بنا کر بھیجا۔

نوشنگین حاکم پنجاب غزنوی حکمرانوں کی خانہ جنگی کے بعد نوشنگین گویا ہندوستان کا باضابطہ سرکاری حاکم تھا، اس کے ساتھ مستحکم فوج بھی آئی تھی اس نے قلعہ نگر کوٹ پر دوبارہ قبضہ کر لیا۔

سلطان فرخ زاد اس اثنا میں غزنی میں پھر انقلاب حکومت ہوا جس کے بعد فرخ زاد بن مسعود (۴۰۲ھ - ۴۰۹ھ) تخت نشین ہوا، اس نے کسی کو ہندوستان کا والی بنا کر نوشنگین کو اپنی وزارت کے منصب کے لئے طلب کر لیا۔ سلطان ابراہیم اس کے بعد سلطان ابراہیم بن مسعود (۴۰۹ھ - ۴۱۲ھ) تخت نشین ہوا۔ اس نے چالیس برس حکمرانی کی، لیکن اپنے پورے دور حکومت میں اس نے ہندوستان پر معروف دو مرتبہ چڑھائی کی، آخری مرتبہ ۴۱۲ھ میں آیا اور

اجودھن (پاک پٹن) پر قبضہ کیا پھر قلعہ روہڑی پر دھاوا کیا، اسی طرح روپل اور نیتی کال کو قبضہ میں لایا اور بڑھتا ہوا سہارن پور کے ضلع تک آیا اور کئی قلعوں پر قبضہ کر کے واپس گیا۔
سلطان مسعود بن ابراہیم | سلطان مسعود بن ابراہیم (۱۱۹۲ء - ۱۱۹۸ء)
 اپنے باپ کے بعد تخت نشین ہوا، اس زمانہ میں ہندستان کا والی طغلتگین بنایا گیا
طغلتگین حاکم پنجاب | گنگا کو عبور کر کے مختلف مقاموں کو قبضہ میں لایا، اور
 کثیر دولت کے ساتھ لاہور واپس گیا۔

سلطان ارسلان | مسعود بن ابراہیم کی وفات کے بعد سلطان ارسلان (۱۱۹۸ء - ۱۲۰۶ء) کا دور آیا۔ اس زمانہ میں غور و خوارزم میں دو نئی طاقتیں ابھر رہی تھیں۔ ایک نے سلجوقیوں کی جگہ
 لی اور دوسری نے غزنویوں کا خاتمہ کیا۔ ارسلان کے زمانہ میں خجھر سلجوقی نے غزنی پر قبضہ
 جمالیا، تو وہ ہندستان چلا آیا، اور یہاں سے ہندستانی لشکر فراہم کر کے غزنی پر
 چڑھائی کی اور اپنے پایہ تخت کو واپس لے لیا، لیکن سجنرے واپس آ کر پھر غزنی پر قبضہ
 جمالیا، ارسلان پہاڑوں میں چھپ رہا، جہاں سے پکڑ کر لایا گیا، اور قتل کیا گیا۔
محمد بابلیم والی پنجاب | اس زمانہ میں ہندستان کی ولایت کی زام محمد بابلیم
 کے ہاتھ میں تھی، وہ اپنی دانش مندی سے پنجاب کو بچائے رہا، اور پایہ تخت غزنی
 کے انقلابات کے اثر سے یہ صوبہ محفوظ رہا۔

بہرام شاہ | اس کے بعد بہرام شاہ بن مسعود (۱۲۰۶ء - ۱۲۱۲ء)
 سلطان سجنر کی بخشش کے طور پر جو بہرام کاموں بھی تھا، غزنی کے تخت
 پر بیٹھا، محمد بابلیم نے غالباً ارسلان کی پمدروی میں ہندستان میں اپنی خود مختاری
 کا اعلان کر دیا۔ مگر بہرام نے غفلت نہ برتی، فوراً کوچ کر کے (۱۲۱۲ء) میں ہندستان
 آیا، محمد بابلیم کو گرفتار کرنے میں کامیاب ہوا۔ مگر پھر خطا معاف کر کے ہندستان کی
 حکومت اس کے سپرد کر کے واپس چلا گیا۔

قلعہ ناگور پر قبضہ | اس کے بعد محمد بابلیم نے قلعہ ناگور فتح کیا، اس کو مستحکم کر کے
 اپنا امن بنایا، اور ایک عظیم الشان لشکر فراہم کر لیا اور مختلف راجاؤں سے معرکہ آرا رہا۔

محمد باہیم کی بغاوت اور زوال | اس آئنا میں اس کو اپنی طاقت پر پھر غرنا دھو گیا اور غزنی کی کمزور سلطنت کے ماتحت رہنا جو خود قوی دشمنوں کے زمرہ میں تھی، پسند نہیں کیا سلطان بہرام اس کو سزا دینے کے لیے پھر آیا، ملتان میں دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوا۔ محمد باہیم شکست کھا کر مارا گیا۔

حسین بن ابراہیم والی پنجاب | سلطان بہرام ہندستان میں حسین بن ابراہیم علوی کو حاکم بنا کر چلا گیا، جب غوریوں کا حملہ غزنی پر شروع ہوا تو بہرام مقابلہ کی طاقت نہ دیکھ کر ہندستان چلا آیا، پھر موقع پا کر واپس گیا، اور غزنی پر قبضہ کیا۔ غزنی کی بربادی | لیکن پھر ۱۱۱۱ھ میں علاء الدین حاکم غور نے غزنی پر قبضہ کر لیا، اور شہر میں آگ لگا دی، اسی سے ”جہاں سوز“ کا لقب پایا، سلطان بہرام غزنی کی بربادی کا صدمہ برداشت نہ کر سکا اور اسی غم میں ہندستان واپس آکر ۱۱۵۳ھ میں اس دنیا سے چل بسا۔

خسرو شاہ | اس کے لڑکے خسرو شاہ ۱۱۲۶ھ - ۱۱۳۵ھ میں غزنی ہی میں اپنا تخت بچھا ناجا بلکہ غوری آ موجود ہوئے، اس لیے وہ نامراد ہندستان واپس آیا۔ غزنی سلاطین کا مامن ہندستان | اب غزنویوں کا مامن یہی ہندستان تھا، جو بہت سی قوموں کو اپنے سینہ سے لگا چکا تھا اور ان کا پائے تخت غزنی کے بجائے لاہور تھا۔

ملک خسرو | خسرو شاہ نے ۱۱۵۵ھ میں لاہور میں وفات پائی ملک خسرو ۱۱۶۵ھ میں اس کا جانشین ہوا۔ اور اس نے میں بس امن و امان سے اپنے مقبوضات ہند پر حکمرانی کی۔

راجہ جموں کی دعوت | اس آئنا میں سلطان شہاب الدین غوری کا آفتاب شہاب الدین غوری | اقبال اللہ صاحب نے، غزنویوں کی سلطنت، لاہور کی سرحد مشرق میں سیالکوٹ تک تھی اور یہیں راجہ جموں کی سرحد آ، جسے ملتی تھی، یہاں کے راجہ چک دیو نے سلطان شہاب الدین کو پنجاب کا خاتمہ کرنے کی دعوت دی، مگر راجہ نے

کے حملہ ہندوستان پر شروع ہو گئے، اور پشاور، ملتان اور سندھ کو اس نے فتح کر لیا، پھر پٹنہ میں لاہور پر فوج کشی کی، خسر و ملک قلعہ بند ہو گیا اور تنہا رہ گیا۔ کوہیں جانا پڑا، پٹنہ میں وہ پھر ہندوستان آیا، اور سیالکوٹ کے قلعہ کو فتح کر کے اس کو مستحکم کیا۔

آل سبکتگین کا زوال | اس کے بعد پٹنہ میں وہ پھر لاہور آیا اور خسر و ملک اور اس کے پورے خاندان کو گرفتار کر کے غزنی لے گیا۔ اور وہاں سے زابلستان کے قلعہ میں قید کر دیا جہاں اس نے پٹنہ میں وفات پائی۔

غزنوی سلطنت کے خاتمہ میں | اس طرح ہندو مسلم دونوں حکمرانوں کی باہمی صلاح و ہندو مسلم حکمرانوں کا اشتراک | اشتراک عمل سے ہندوستان میں آل سبکتگین کی غزنوی سلطنت کا خاتمہ ہو گیا۔

غزنوی سلاطین کے دور میں | غزنوی سلاطین کی علم پروری شہرت عام تھی ہی، ہندوستان میں علوم و فنون کی ترقی ہزاروں شعراء اس سلطنت کے دور میں دربار سے وابستہ رہے، اور فارسی و عربی ادب میں ان کے نقوش تازہ ہیں۔ غزنوی سلاطین میں بیشتر خود صاحب علم و فضل تھے، سلطان محمود کی فتح مندلیوں اور کشکشاؤں کے ساتھ اس کے علم و فضل کا شہرہ بھی کچھ کم نہیں، کہا جاتا ہے کہ شاعری پر اس نے شاہانہ توجہ کی، ایک مستقل محکمہ قائم کیا، اس کے خزانہ کرم سے چار سو شاعر بہرہ یاب تھے فردوسی، ايسدطوسی، عجمی، غفاری، فرخی، حکیم سنائی، منوچہری، و اسماعیلی وغیرہ میں سے ہر ایک اعلیٰ علم و سخن کا تاجدار تھا۔ دوسری طرف جلیل القدر عربی گو شعراء اس کے دامن فیض سے وابستہ تھے مگر ان کے کلام کا عام جوہر نگاہوں کے سامنے نہ آ سکا۔ بلکہ غزنوی عہد کی تاریخ سے ان کے نام و نشان بھی رفتہ رفتہ محو ہو گئے مگر عرب تذکرہ نگاروں نے تہمتہ الیتمیہ، و مئیتہ القصور و رتذرات، الذہب و غیرہ میں ان کا تذکرہ محفوظ رکھا ہے، اگر محمود، صاحب تاج و تخت نہ ہوتا تو اس کا شمار پانچویں صدی کے ممتاز اہل علم میں ہوتا۔ یہ کتابیں کچھ دن گزرتے چھپ کر شایع ہوئی ہیں غزنوی اور بارہک چند عرب شعراء کے عنوان سے ایک مقالہ، تم سلو نہ لکھا۔

ابن شبیبہ کا بیان الحواہر النفسیہ میں منقول ہے کہ :-

سلطان محمود اعیان قہار میں سے تھا، اور فصاحت و بلاغت میں بیگانہ روزگار تھا، علم و فقہ و حدیث میں اس کی تصنیفات، خطبے، اور رسائل ہیں، وہ بہترین شعر بھی کہتا تھا، اس کی تصنیفات میں کتاب التفریع جو فقہ حنفی میں ہر مالک غزنی میں عام شہرت رکھتی تھی۔

”اس کی مجلسوں میں، سے معمور تھی..... دہم حدیث کا شائق

تیسرا۔ اعلیٰ درجہ کی موجودگی میں حدیث کا سچا کرہ ہے، اعلیٰ درجہ کی اہمیت

لینے والوں میں سے ہوتا اور احادیث کے متعلق ہستنازیر ہوتا

اسی طرح تاج الدین سبکی نے طبقات و اشعار میں یہ اس کے علم و فضل کا اعتراف کیا
ہو اور لکھا ہو کہ وہ خفیت کے بعد شراعی مذہب کی طرف متقل ہو گیا تھا، امام اسحاق
نے بھی اپنی تصنیف میں شراعت میں ذکر کیا ہو اور قاضی ابن خلدون نے بھی اس حیثیت
سے اس کے سوانح پر اپنی کتاب میں درج کئے ہیں۔

سلطان مسعود بھی تلمذ و علم کا سرور رہا تھا، مختلف مائے ناز کتابیں اس کے لیے تصنیف کی گئیں، فنون ریاضی میں سیرینی کی کتاب "القانون المسعودی" فقہ حنفی میں قاضی ابو محمد ہاشمی کی کتاب "المسعودی"، اس علم کی یادگار ہیں، شہزاد کا بھی تدریس دان تھا، اور غیر مسلموں کی کشتیوں میں نیا تھا۔

ملک ان کے ہاں بیچیم غلام و فرنگ سے نہ پانی رکھتا تھا، نہ تربیہ نہ شیطاط تھا، ہر سال ایک مصحف ایسی بات سے آئندہ کہ لکھو وہ اپنے کے ساتھ رکھتا تھا، یہ بھی کرتا تھا۔

ہر اہم شہابی غنیمت و عطا کردہ نفع و انعام کو کتاب میں جمع کرنا نہ کو شائق اور اپنے سامنے پڑھ کر سننے کا اور وہی کتاب، محکمہ کتابیں، اس لئے لکھی گئی ہیں، نظامی گنجوی

ملفوظات المفسر ج ۲ ص ۵۰۰، لفظ: الذم، ج ۱ ص ۲۳۲، ۲۳۱، من مآثر الخوارزمي ص ۹۴ (محمود)

7-11-60, 12-1-60, 12-1-60, 12-1-60

نے اپنی مخزن الاسرار اس کے لیے لکھی، کلیلہ و مننہ کا ترجمہ عربی سے فارسی میں اس کے لیے کیا گیا، اور ابو الجود مجرود بن آدم سنائی نے کتاب المحرقہ تصنیف کی۔
شعرا اختری صلی علیہ وسلم کی علم پروردی سے ہزاروں شعراء اس سلطنت کے دور میں دربار سے وابستہ رہے اور فارسی، عربی ادب میں ان کے نقوش تازہ ہیں جناب میر، ان کے پاس ساٹھ سال کا حکمرانی کے دور میں یہاں فارسی گوہرستانی شعرا بھی پیدا ہوئے، چنانچہ عوفی نے اپنے تذکرہ میں ان کے لیے ایک مستقل باب قائم کیا ہے۔ ان میں ابو الفرج بن محمود متوفی ۵۸۵ھ، روئنی، اور محمود سعد بن سلمان اور روز بہ بن عبد اللہ ابوری خاص اور لائق ذکر ہیں۔

روئنی کا فضل و کبار اسے یہ کہ عوفی کے افسانہ جیسا نقیبہ گوشتاخر اس کا قبیح تھا، روئنی کا انتخاب ابور کے ایک فقہیہ روئنی کی طرف تھا۔
 سعد بن سلمان اور سلمان بن محمد بن ہندستان جیسا اور متوفی ۵۸۵ھ کے عہد پر مامور کیا، اور وہ یہاں کے ممتاز امراء میں سے تھا۔

محمود بن سعد بن سلمان کی اس سلطنت اور شیعہ تھا، وہ لاہور میں پیدا ہوا اور یہی نشوونما پائی، سلطان ابی بکیم کے عہد میں امتیاز حاصل کیا، علوم میں دستگاہ حاصل کرنے کے بعد فن شعر کی طرف متوجہ ہوا، حکومت کی تباہی و خرابی پر مامور رہا۔ اور شعرا کی قدر و دانائی کرتا رہا، شیعہ میں شاہی عتاب کیا گیا، اور چاندی کے بعد جب مانی ملی تو ہندستان آ کر خانہ نشین ہو گیا۔ یہ سب سب ان کو یہ خاص امتیاز حاصل ہو کہ وہ ہندستان کا پہلا شاعر ہے جس نے عربی و فارسی کے ساتھ ہندی یا ہستناکی زبان میں بھی شاعری کی، اور ان زبانوں میں اپنا مستقل دیوان اپنی یادگار چھوڑا۔ جو عبد القادر ابی الیٰس کے زمانے تک نہ چھوڑا تھا۔

ابو جلال، عطاء بن یعقوب ترمذی، شیعہ اس عہد کے ممتاز شعراء میں سے تھا، وہ بھی شاہی عتاب میں آیا تھا۔ وہ بابا زکریا دہلوی زبانوں میں صاحب دیوان ہے

عربی و فارسی تذکرہوں میں عموماً اس کے حالات ملتے ہیں، نیز مقوف کا بھی ذوق تھا کشف المحجوب میں ذکر کیا ہے۔

علماء و محدثین | اسی طرح اس عہد میں ہندستان میں ممتاز علماء اسلام اور شاخِ صوفیہ **قصائد** کے فیوض و برکات کا سرچشمہ جاری ہوا۔ چنانچہ شیخ ابو منصور بن علی غزنوی کو جو ممتاز اہل علم میں سے تھا، سلطان مسعود غزنوی نے ۵۲۷ھ میں ہندستان بھیجا، لاہور میں قیام تھا یہاں ویدان الانشا کا ہنسر علی مقرر کیا گیا۔

ابو الریحان محمد بن احمد البیرونی جو علوم ہندسہ، ہنیت، نجوم، اور فلسفہ ہندو میں ہستادفن مانا گیا، اسی عہد میں گزر رہا، بیرون ہند ہجرت کا ایک گاؤں تھا، جس سے منسوب کیا گیا۔ وہ شیخ ابو علی سینا کے معاصرین میں سے تھا۔ اور ان دونوں میں مراسم قائم تھے، وہ سالہا سال ہندستان میں قیام پذیر رہا، اس کی تصنیفات کتاب الفہرست جو خاص ہندستان کے موضوع پر لکھی گئی۔ کتاب الآثار، باقیہ من القرون الخالیہ وغیرہ شہرت عام رکھتی ہیں۔

شیخ ابو الحسن علی بن عیسیٰ لاہوری تھ ۵۲۹ھ اس عہد کے نامور محدث، اویس و شاعر تھے، شیخ عبد بنی رجب بن عبد الرحمن لاہوری ان کے تلامذہ میں سے اور معالی صاحب کتاب الانساب کے شیخ حدیث تھے۔

اسی طرح شیخ ابو جعفر عمر بن اسحاق دہلی لاہوری اس عہد کے ممتاز عالم و شاعر تھے، عربی، فارسی، سنسکرت، کرہ کیا ہو اور کلام کا فنونہ درج کیا ہے۔

شیخ عمرو بن سعید لاہوری متوفی ۵۳۰ھ فقید و محدث تھے، حافظ ابو یوسف مدنی ان کے تلامذہ میں سے تھے۔

شیخ ابو اسم محمد بن محمد لاہوری اس عہد کے تلامذہ میں سے تھے فقہ میں بھی دستگاہ رکھتے تھے۔ ابو النضر سمائی سے حدیث و فقہ کی تحصیل کی، حموی نے نجم البلدان میں اور سمائی نے کتاب الانساب میں تذکرہ کیا ہے، ۵۳۵ھ کے قریب وفات پائی۔

اسی طرح شیخ ابوالحسن غفص بن عبد اللہ ہندی۔ ابو نصر ہتھہ اشرفی وغیرہ اس
عہد کے ممتاز علماء میں سے تھے۔
مشائخ | اس عہد کے ممتاز مشائخ میں حضرت فخر الدین حسین دہلوی لاہوری کا ہم
گراۓ سرفہرست آسکتا ہے وہ حضرت ہجویری کے خواجہ تاش تھے، فقیر و دیگر علوم دین
اور راہ سلوک میں شان ان تیار رکھتے تھے شیخ ابوالفضل محمد بن حسن خلی سے سلوک
کی منزلیں ملے ہیں پھر ہندستان تشریف لاکر لاہور میں آقا مت گزیں ہوئے، حسین بن
حضرت ہجویری لاہور تشریف لائے، اسی شب میں وصال فرمایا۔

حضرت ابو الحسن علی بن عثمان ہجویری لاہوری کو پھر علوم دین اور تصوف میں
شان و بیاد حاصل تھی شیخ ابوالفضل محمد بن حسن خلی سے راہ سلوک ملے کی، پھر مختلف
مالک اسلامی ساجت کی، اور ممتاز اکابر عصر جیسے شیخ ابوالقاسم شیری، شیخ ابوسعید
بن ابوالخیر، ابوعلی فضل بن محمد فارسی اور دیگر محدثین و صاحبین سے کسب کمال فرمایا
پھر ہندستان تشریف لائے۔ اور لاہور کو مستقر بنایا، گنج بخش دو تاج بخش کے لقب
سے مشہور رہے، شیخ ابوالحسن بن سید، مزار مرجع خلافت ہے۔ حضرت قاتل گنج
بخش صاحب تصنیفات ہیں، یہ پہلے شیخ طریقت ہیں، جن کی تصنیفات سے ہندستان
میں علم تصوف کی اشاعت ہوئی، کشف المحجوب ان کی مشہور آفاقی تصنیف ہے، یہ فن تصور
کی بنیادی کتاب ہندستان میں کبھی بھی اور مشائخ ہنرے اس کو اپنے سامنے رکھا، اور آج
بھی قدر و منزلت اولیاد میں لگاتار ہے، دیکھنا چاہیے کہ ان کی دوسری تصنیفات، مثلاً
مختلف رسائل منہاج الدین، کتاب الفوائد البقاء، اسرار الخلق والمواعظ، کتاب
البدایں لالہ اعیان، بکراتہ کوہ احمد الزاریہ کتب حق اللہ ہیں۔

اسی طرح حضرت شرفی احمد بن زین الدین چشتی ملتان کا بڑا صوفیہ میں سے تھے، سرفہرین
ہند میں پیدا ہوئے، بعد از تشریف لے گئے، حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی سے
فیوض حاصل کئے۔ پھر قریب چشتیہ سہروردی کے چشتیہ سے جوڑا ہوئے، اور پھر
ہندستان واپس آئے، تہذیب لائے اور خلائق کو شیخ ہو سکایا، مشائخ حیات و فائز پائی، اور

نواحی ملتان میں آسودۂ خواب ہوئے۔

شیخ جمال السنۃ الدین یوسف بن محمد درہندی افضل رزگار میں سے تھے
خسرو ملک کے زمانے میں درجۂ امارت پر فخر اڑا ہوئے، پھر تارک دنیا ہوئے اور لاہور
میں اصلاح خلق کی خدمت میں مصروف ہو گئے، جوانی میں شعروشاعری کا بھی مذاق
تھا۔ لاہور ہی میں وفات پائی اور عونی کے بقول تبریز یا ریت گاہ خلافت ہو، اور
لوگ برکت حاصل کرتے ہیں۔

اسی طرح شیخ جمال الدین یوسف بن ابوبکر گردیزی کا اس عہد کے اکابر فقہا میں
سے تھے، عبارت و ریاضت کی طرف رجوع ہوئے اور مرجع خلافت بنے، ۸۳۱ھ
میں ملتان میں وفات پائی،

ممتاز اعیان غزنوی عہد کے ان ممتاز اعیان میں جن کا تعلق ہندستان سے
وہبہ ہو گیا، احمد بن نیا سنگین توفی ۷۵۲ھ تھا جس کا ذکر اوپر تفصیل سے گزر چکا
اسی طرح ارباق کا جب بھی محمد کا غلام تھا، اس کے زمانہ میں لاہور کا والی بنایا گیا۔
اس کی وفات کے بعد اس کا بیٹا محمد المقتول ۷۵۲ھ میں لاہور کا گیا تھا، محمود کا مشہور
غلام ابوالنجم ایاز غزنوی کا قاتی بھی ہندستان سے وہبہ ہوا تھا۔ اس نے شیخ
افضل الدین محمد کاشانی سے علوم کی تفصیل دے لی۔ ایاز و محمود کے واقعات عام شہرت
رکھتے ہیں وہ سلطان سعود کے زمانہ میں لاہور کے ساتھ ساتھ ۸۳۱ھ میں ہندستان
آیا۔ وہ مجدد و کائنات تھا، احمد بنگا میں اسٹیم دیا رہا، اور لاہور میں ۸۳۹ھ
میں وفات پائی، نوشتنگین صاحب کا ذکر اوپر گزرا جس کو سلطان عبدالرشید
نے ہندستان میں لاہور کیا تھا۔ طائب بنگین شہر غزنوی سپہ سالاروں میں سے تھا
اس کا ذکر بھی اوپر گزر چکا۔ اسی طرح مجدد عالم صاحب توفی ۸۳۱ھ کا ذکر بھی گزر
چکا ہے، حضرت سالار محمود غزنوی المقتول ۸۳۱ھ میں ایک مستقل معین وں کتاب
کے ایک حصہ میں چچا اس عہد کے ممتاز اعیان و سالار فوج میں سے تھے۔

باب الاول باب ۲ ص ۲۶۱ باب ۳ ص ۲۶۲ ذکر شعرائے غزنوی و لاہوری۔ منتخب التواریخ جلد اول ص ۲۶۲

حضرت سید الارسعود غازی رحمۃ اللہ!

—

جناب حکیم محمد بہار الدین صاحب صدیقی (متوفی مسجد دیار گنج بہرہ رومی)
کا حسب ذیل استغفار لکھا تھا اس کے جواب میں ایک تقریر شایع کی گئی، سوال و جواب
سے حضرت سید الارسعود غازی (مردوف بہ غازی میاں) کے حالات روشنی میں آتے ہیں
وہ درج ذیل ہیں۔ موصوف درائنہ فرماتے ہیں:-

سید سید الارسعود غازی رحمۃ اللہ علیہ کے تعلق کہا جاتا ہے کہ وہ سالانیہ
موتی سلسلہ کے صاحبزادے اور سلسلہ میں بھگت نامی پیدا ہوئے تھے
بہرہ وقت سالار شاہ ہو تقریباً ۹ ماہ بقید حیات رہے۔ اپنی تمام عمر میں ۳ بار بہار لکھنؤ
سے متغارب ہوئے۔ یہی سلسلہ میں ہر انچ پہنچے اور تاریخ ۱۲ ماہ حبیب سلسلہ
(تیسری جنگ) میں شہادت پائی، و متفاح التاریخ جان نیل، دایہ فحیم ۳ درگشت
پسین، شخص۔

مرآۃ مسعودی سے بھی اسی بیان کی تائید ہوتی ہے، مکن یہ متفاح التاریخ
کا ماخذ مرآۃ مسعودی ہے، مگر بعض درستیوں سے جو الہ آباد الفضل لکھا ہے، کہ
اوٹویش وند سلطانی محمود غزنوی است، اور سبحو التاریخ فرشتہ تحریر کیا ہے، کہ

دقیقہ حاشیہ صفحہ ۱۰۲ (خزانہ عامہ ص ۱۱۳، ۱۱۴) حریف چند کے تعلقات ذکر محمود غزنوی، سلطان محمود غزنوی (پروفیسر
حبیب) تاریخ ہندوستانی ج ۱ باب ۱۱۳ (نہ پتہ انجی (طرح) ص ۷۷ سلطان ابراہیم) ۷۷ نیلنگین، ۷۹ (اریات)
(۷۷) (دوئی) ۷۹ (ابو القاسم) ۸۳ (دوئی) ۸۴ (سورسلان) ۸۵ (علی) ۸۷ (دوئی) ۸۸ (دوئی) ۸۹ (دوئی)
(۸۹) (دوئی) ۹۰ (سلطان محمود) ۹۶ (مسعود) ۹۹ (دوئی) ۱۰۰ (دوئی) ۱۰۱ (دوئی) ۱۰۲ (دوئی) ۱۰۳ (دوئی)
ہر ام شاہ (۱۰۶) (دوئی) ۱۰۷ (عبدالصمد) (دوئی) ۱۰۸ (علی بن عمر) ۱۰۹ (دوئی) ۱۱۰ (دوئی)
۱۱۱ (عبدالملک) ۱۱۲ (دوئی) ۱۱۳ (دوئی) ۱۱۴ (دوئی) ۱۱۵ (دوئی) ۱۱۶ (دوئی) ۱۱۷ (دوئی) ۱۱۸ (دوئی) ۱۱۹ (دوئی) ۱۲۰ (دوئی)
۱۲۱ (دوئی) ۱۲۲ (دوئی) ۱۲۳ (دوئی) ۱۲۴ (دوئی) ۱۲۵ (دوئی) ۱۲۶ (دوئی) ۱۲۷ (دوئی) ۱۲۸ (دوئی) ۱۲۹ (دوئی) ۱۳۰ (دوئی)

سے لقب نہیں کیا گیا ہو، مولانا عبدالرحمن چشتی نے انہیں سید الشہداء کے لقب سے یاد کیا ہو اور ظاہراً اسی راہ سے سید کا لقب ان کے نام کا جزو بن گیا ہو ایک روایت ان کے افغانی النسل ہونے کی متعلق بھی آئی ہو۔ لیکن وہ صحیح نہیں منوم ہوتی۔ اس لیے یہی سمجھا جاسکتا ہو کہ وہ نسباً علوی تھے، حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا اسم گرامی ان کے شجرہ نسب میں بارہوی پشت میں ہو، ان کے علوی ہونے کا وجہ ان کا محمود غزنوی کے رشتہ دار ہونے میں سے ہونا کوئی تعجب کی بات نہیں، اس زمانہ میں ایسی رشتہ داریاں ہوتی تھیں، ان کا ناٹھالی تعلق محمود غزنوی کے خاندان سے ہو ان کی ماں بی بی ستر علیٰ محمود کی بہن تھیں، شاہ گاہی ہوں، یا کسی دوسرے قرہ بے رشتہ کی۔

حضرت سالار محمود غازی کے والد ماجد، سالار شاہ ۶۱۳ھ میں قندھار اور ٹنڈو کی راہ سے اجیر پہنچے اور سالار محمود غازی کی پیدائش ۶۱۷ھ میں اجیر میں ہوئی تاریخ فرستہ میں ۶۱۷ھ میں شہید کئے جانے کا جو ذکر آیا ہے، اس کو کسی حال میں صحیح نہیں کہا جاسکتا تاریخ فرستہ میں سنین کی غیر معمولی غلطیاں ہیں، اس لیے اس کے سنین وہی مستتر سمجھے جاتے ہیں، جن کی تصدیق دوسری تاریخوں سے ہوتی ہو یا جن کی ترویج میں کوئی دوسری روایت براہ راست یا بالواسطہ موجود نہ ہو۔ ۶۱۷ھ میں غزنویوں کا آخری دور تھا، غزنویوں کے حکمران تھا، اس کے لیے اپنے تخت کا سہما، نادر شمار تھا، اور یہ غزنی سے ہیں باہر کیا جاتی ہیں اس لیے حضرت سالار محمود غازی کی وراثت کو ۶۱۷ھ میں کہنا نہ صرف عام تاریخوں کی روایتوں کے خلاف ہو، بلکہ طاعت کے داخلی حالات بھی اس کے مخالف ہیں، پھر سندھانی راجاؤں کے کتبوں کی شہادتیں اس کے خلاف تھیں، اس لیے ان کا زمانہ ۶۱۳ھ سے ۶۱۷ھ تک ہی کے اندر ہمہ اراغیوں نے اسی نوعیت میں جام شہادت نوش کیا ہے۔

حضرت سالار محمود غازی نے ساڑھے ۴۴ سال کا عمر یہ تعلیم شروع کی اور ۱۲ سال کی عمر میں انھوں نے عوامی تعلیم حاصل کر لی۔ یہ تعلیمی زمانہ تقریباً اجیر ہی میں گزارا سالار شاہ ہو، محمود غزنوی کے حکم سے ۶۱۷ھ میں اجیرت کا بلیر کی مہم پر گئے اور مختلف مہینہ انجام دیا۔ اور جب یہاں تک ان کا رزق فراہم کیا گیا کہ جو کی سچہ کو

پہنچے، اب اس دیار کے راجاؤں نے اُن سے آخری فیصلہ کر لینے کا عزم کیا، وہ مختلف مقاموں سے جیل کر ہیاں آئے اور سر جوڑ کر ان کے مقابلہ کی تیاری کی، چنانچہ ان سے ان کی کل تین لڑائیاں ہوئیں، پہلی لڑائی میں سالار مسعود کو کامیابی ہوئی۔ دوسری لڑائی بھی انھوں نے جیتی، مگر ان کے رفقاء کی بڑی تعداد جنگ میں کام آگئی اور تیسری ۱۳۱۵ھ رجب ۱۲۲۲ھ کی صبح کو شروع ہوئی، راجاؤں کی فوجیں بڑی تعداد میں تھیں اور انھیں شک بھی ملتی جاتی تھی، دونوں فوجوں کا کوئی مقابلہ نہ تھا، چنانچہ حضرت سالار کے ہمراہی ایک ایک کر کے شہید ہوئے اور ۱۲ رجب ۱۲۲۲ھ کو انھوں نے بھی جام شہادت نوش کیا، امیر سید ابراہیم جو کمپ کی حفاظت پر مامور تھے، لڑائی ختم ہونے کے بعد مدینہ جنگ میں آئے اور اُن کی اور ان کے رفقاء کی لاشیں سپرد خاک کیں اور وہی مدفن کج تک مزار اور مرجع خلافت ہی رحمہ اللہ نقانی، السلام



سلطان شہاب الدین غوری

غوری سلطنت کی بنا غزنوی سلطنت کے کھنڈر پر قائم ہوئی۔ اس سلطنت کا بانی عز الدین حسین اسی عربی و ایرانی مخلوط نسل کے قبیلہ سے تھا، جو آل شنب کہا جاتا ہے اور جس کا ذکر اوپر گزر چکا اس نے ۶۹۳ھ میں غور میں اپنی خود مختار حکومت کی بنا ڈالی اور غزنوی سلطان نے اس کی خود مختاری تسلیم کر لی۔

ہندستان میں غوری سلطنت کا بانی اس کا پوتا سلطان شہاب الدین غوری تھا جو پہلے غزنی کی فتح کے بعد وہاں کا صوبہ دار پھر اپنے بھائی سلطنت غیاث الدین کی وفات کے بعد پوری سلطنت کا مالک بنا، وہ خود غزنوی کا جانشین تھا اور اس کے حدود حکومت کو اپنے قبضہ میں لانے کا حوصلہ رکھتا تھا، چنانچہ ۷۱۱ھ سے ۷۱۲ھ کے اندر اس نے اپنے پے درپے حملوں اور اپنے قائم مقام نوکی گورنروں کے ذریعہ ایک طرف پشاور سے بنگال تک کے علاقہ کو زیر نگین کیا اور دوسری طرف ملتان سندھ میں اپنا سکہ بجایا۔

سلطان شہاب الدین غوری کو ہندستان کی اسلامی سلطنت کی تاریخ میں غیر معمولی اہمیت حاصل ہے، بدھ اصل و ہی صاحب بدھ و سلطنت ہندوستان میں مسلمانوں کی وسیع سلطنت کے قیام کا بانی بنا، یوں تو سندھ و ملتان اور پنجاب کی فتح کے بعد غزنویوں نے ہندوستان کے ایک حصہ پر قبضہ کر لیا تھا، مگر یہ خود ہندوستان کی کوئی سلطنت نہ تھی بلکہ ہندوستان کا یہ شہنشاہی تھا، حکومت غزنی کا ایک صوبہ بن گیا تھا۔ اس صوبہ کا پایہ تخت لاہور اور رازی حکومت کا دار السلطنت غزنی تھا۔

سلطان شہاب الدین غوری

حکمران اس کا بڑا بھائی، ملائین، نیرات الدین تھا، اور محمد غوری جس نے آگے چل کر سلطان شہاب الدین کا لقب اختیار کیا، اس کا سہ سالار تھا، محمد غوری کی زندگی کا بڑا وقتہ غوری کی موت سے پہلے ہی میں گزرا، اور اسی سلسلہ میں اس کی زندگی کا نمایاں کارنامہ ہندوستان میں اسلامی سلطنت کا قیام ہے۔

ہندوستان پر حملہ آور کے مقابلہ میں سلطان شہاب الدین غوری نے ہندستان پر پہلے درپہلے حملے کیے، ہندوستان پر جس کے حکمران اور ہونے کی کئی مقاصد تھے اولاً وہ دیندار مسلمان تھا، ثانیاً اس نے ہندوستان اور سندھ کے بعض حصوں میں ملو، بڑا مضبوط اقتدار حاصل کر لیا تھا، اور ان کے ذریعہ سے ہندوستان کی اشاعت ہوا، یہی تھی، سلطان نے ان کے اقتدار کو ختم کرنا چاہا، اور دوسرے غوری سلطنت کی بنیاد غزنوی سلطنت کے کونڈر میں بقیان کی گئی تھی، وہ اپنے اس مقصد کو پورا کر کے سکھ، بھوجپور، بہار، غزنوی حکومت، ماغائے کرنا چاہتا تھا، تیسرے ہندوستان میں مستحکم سلطنت کے قائم کرنے کا تخیل بھی اس کے پیش نظر تھا، ان ہی گونا گون مقاصد کے لیے اس نے ہندوستان پر مسلسل حملے کئے، اور سیکے بعد دیگرے اپنے مقصد میں پوری کامیابی حاصل کرنا لیا۔

قرامطہ کی بیخ کنی چنانچہ سب سے پہلے اس نے سلطنت میں ملتان پر حملہ کیا، پھر سندھ کے شہر اوجھہ کو فتح کیا، اور ان دونوں مقاموں سے اس نے قرامطہ کی حکومت کی بیخ کنی کر دی۔

غزنوی سلطنت کو مٹانا اس کے بعد اس نے ہندوستان سے غزنوی سلطنت کے نشان کو مٹانے کے لیے پہلے درپہلے حملے کئے، اس غرض سے اس نے جوں کے راجہ چکر دیو سے دوستی کر لی تھی اور اسی کی دعوت پر آ کر غزنوی سلطنت پنجاب کے خلاف اس نے اپنی فوجی مہم کا آغاز کیا، چنانچہ اسی سلسلہ میں سب سے پہلے اس نے پشاور کی شہر پیادہ پر دستک دی۔ اور پھر اس میں پشاور پر قبضہ کر لیا، دو سال کے بعد اس نے لاہور پر قبضہ کیا، اور لاہور کے حکمران کو ہار کر پنجاب آیا اور

اس کے دوسرے سال جیسا کہ اوپر گزرا۔ بالآخر ۸۵۷ھ میں اس نے لاہور فتح کر کے غزنوی شاہنشاہ خسرو ملک کو گرفتار کر لیا اور ہندوستان سے غزنوی سلطنت کا نشان مٹ گیا۔

ہندوستان میں متحکم سلطنت کی بنیاد تھیں | تیسرے مقصد کو حاصل کرنے کے لیے اس نے سب سے پہلے ۸۵۷ھ میں گجرات پر چڑھائی کی۔ اور اس کے صدر مقام نملواڑہ کا محاصرہ کیا۔ مگر گجرات کے راجہ مول راج احمد اس سے بچا کر چھوڑ گیا۔ اس نے اس کو شکست دی، دوسرا حملہ اس نے ۸۵۷ھ میں بھٹنڈا پر کیا، اور اس کے قریب کرلیا، یہ مقام دہلی کے راجہ پرتھوی راج کے قبضہ میں تھا، سلطان کو پانی میں چھوٹ کر راج نے اس کا لقب کیا، تر اوڑمی کے میدان میں دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوا، غوری نے شکست کھائی، اور بھٹنڈا اس کے قبضہ سے نکل گیا ایک سال کے بعد ۸۵۸ھ میں سلطان دوبارہ آیا، اور اسی تر اوڑمی کے میدان میں ان کو ۱۱۹۳ء کی بارہ مقابلہ ہوا۔ پرتھوی راج لڑائی میں مارا گیا اور دہلی اور اہمیر کی سلطنتیں اس کے قبضہ میں آ گئیں اور مشہور قلعے جیسٹی، بارہی، سامناہ اور کرام وغیرہ اس کی سلطنت کے حدود میں داخل ہو گئے۔ سلطان نے پرتھوی راج کے تیرہ بیٹوں کو اعزاز کو برقرار رکھا اور اس کے لڑنے کو اجیزہ خدمت پر چھوڑ دیا اور اپنے غلام قطب الدین ایبک کو اپنا نائب السلطنۃ بنادیا۔ اگرچہ وہ اپنے بیٹوں کو قطب الدین ایبک نے پہلے کرام بھر دلی کو اپنا نائب تخت بنایا۔

اس کے بعد قطب الدین نے اپنے طہریک حاکمات میں اٹھائے، اسی سال میں ۸۶۰ھ میں میرٹھ فتح ہوا، اور ۸۶۱ھ میں علی گڑھ کے قبضہ میں آیا اور ۸۶۲ھ میں سلطان شہاب الدین چھ ہندوستان آیا، اور انارکلی کے قریب ہندو راجیوں کے راجہ جے چند کو شکست دی، وہ لڑائی میں مارا گیا اور قندھار سے بارس تک کا علاقہ غوری سلطنت کے حوالہ میں بن گیا، یہ قطب الدین ایبک نے ۸۶۴ھ میں گجرات کے پانی پتہ کے قریب سے فتح کیا، اور ۸۶۵ھ میں

کوٹوا، راجہ جیم نے شکست کھائی، پھر تیس سال ۱۱۹۳ء میں تیسری مرتبہ گجرات پر حملہ کیا اور اپنے مقبوضات کے لیے نائب حکومت مقرر کر کے چلا آیا، مگر گجرات پر قبضہ سے نکل گیا، دوسری طرف ۱۱۹۵ء میں چند راونتی، آجوا اور ناگور کے راجاؤں نے جمیر پر قبضہ کرنا چاہا، مگر ایک نے سب کو شکست دے دی، اسی طرح ۱۱۹۶ء میں اس نے بیانہ کو فتح کیا اور گوالیار کے محاصرہ میں وہاں کے راجہ نے خراج دینا منظور کیا، پھر اختیار الدین محمد بن مختیار علی کو فوج دے کر بھیجا جس نے ۱۱۹۶ء میں ہمار کو فتح کیا پھر آگے بڑھ کر بنگال کے پایہ تخت ندیا پر قبضہ کیا، دوسری طرف کالنج کے راجہ پر پل پر حملہ ہوا، اس نے اطاعت قبول کی، پھر زہرہ کا لہی اور بدایوں اسلامی اقتدار میں داخل ہوئے۔ یہاں تک کہ ۱۲۰۲ء میں سلطان شہاب الدین غوری آخری مرتبہ ہندوستان آیا، اس وقت ہندوستان کی اسلامی سلطنت پشاور سے بنگال تک کے طول و عرض میں پھیل چکی تھی۔

وفات سلطان ایک فساد کے فرو کرنے کے سلسلہ میں ہندوستان آیا تھا، اور اتفاقاً دہلی میں اس کی شہادت کا واقعہ پیش آگیا، اور ہندوستان میں اسلامی سلطنت کا حقیقی بانی اپنی ابدی خواب گاہ میں ہمیشہ کے لیے بیٹھی نیند سو گیا۔

رحمۃ اللہ علیہ

جانشین سلطان کے کوئی اولاد نہ رہی تھی، اس کے تین ترک غلام، غوجی، گوریز کے منصب کے لئے اس کی زندگی میں انتظام ہو چکے تھے اور وہی اس کے جانشین بن کر غوری سلطنت کے دعوے دار ہوئے، اور وہ سلطان تاج الدین یلدرم، سلطان قطب الدین ایبک اور سلطان ناصر الدین قباچہ تھے ان میں سے اول الذکر یلدرم نے غور میں اس کی جانشینی کی اور پشاور کے اس پار کا علاقہ اس کے زیر تصرف رہا، قطب الدین ایبک دہلی کی سلطنت پر بیٹھا، اور ناصر الدین قباچہ کا قتل بھی ہندوستان ہی سے تھا، اس نے سندھ میں اپنی بادشاہی کا اعلان کیا، ابتداً ان تینوں میں زور آزمائی بھی ہوئی، ۱۲۰۶ء میں ایک بڑھائی کرنا ہوا

غزنی تک پہنچا، مگر پھر ناکام واپس ہو کر اپنی سلطنت پر قبضہ کرنے لگا، سال کے بعد تاج الدین نے ہندوستان کا رخ کیا۔ مگر قطب الدین کے دروہہ و سرکشی کی گرفت میں آ گیا اور بدایوں میں قید کر دیا گیا۔ پھر قطب الدین نے غزنی کو اپنے حال پر چھوڑ دیا اور دکن کو باغی تخت بنائے رکھا، دوسری طرف ناصر الدین قباجہ کی نگاہیں بھی پنجاب پر تھیں، اس سے بھی اس کی سرکرہ آرمیاں ہوئیں مگر قباجہ پیش نہ پاسکا بالآخر سندھ کی سلطنت بھی اس نے کھوئی، ۶۶۲ھ میں یہ صوبہ بھی دکن کے ماتحت آ گیا، اور قباجہ نے دیہاتیں ڈوب کر اپنی زندگی کا خاتمہ کر لیا۔

سیر و کردار سلطان شہاب الدین، یحییٰ، ویندار شجاع اور عدل پرور تھا، رعایا کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آتا اور ان کے معاملات کا منصفانہ فیصلہ کرتا تھا، غزنی کا قاضی ہر ہفتہ میں شنبہ سے شنبہ تک ہر دن اس کی موجودگی میں امیر صاحب و ہیراد کے مشترکہ اجلاس میں فقہاء و علماء معاملات کی سماعت کرتا تھا۔ اور اگر کوئی صاحب معاملہ براہِ رست توجہ سلطانی کو خطف کرانا چاہتا، تو اس کی سماعت خود کرتا تھا، اور قوانین احکام شریعت کے مطابق نائد کیے جاتے تھے وہ خود صاحب علم تھا، فقہاء و علماء اس کی مجلس میں پابندی سے تشریف لے جاتے اور فقہ و دیگر علوم دین کے مسائل زیر بحث رہتے تھے وہ مذہب شافعی تھا، صاحبِ نسب کبیر نام نحر الدین رازی کو سلطان سے تقرب حاصل تھا وہ عقیدتِ ہندی کے ساتھ ان میں پیشہ کرتا۔ ہفتہ میں ایک دن شاہی محل میں مجلس و عظم منفقہ ہوتی امام رازی کے بیان سے (جو) سیر و کردار سے (اس کی) چٹکی بندھ جاتی تھی۔

غلام و متسلخِ اغزنی کے دربار میں علامہ شمس الدین عظیمی، انشیرتہ موجود تھے جن میں سے بعض اہل علم شہاب الدین غوری کی محبت میں ہندوستان شریعت لائے اور علم و عرفان کی خدمت کے لیے یہیں توطن اختیار کیا۔

چنانچہ سید کمال الدین عثمان نرذری مشہور علما نرذری ہیں۔ یہ سیکھے۔ وہ سائنس
شہاب الدین کی معیت میں ہندوستان (نشر اعلیٰ لاہور) کے تحصیل میں اقامت و خلیارکھ کے علم کی

سلطان شہاب الدین کے قاتل مقتول مرقد

سلطان شہاب الدین کی شہادت کا واقعہ ہندوستان میں پیش آیا، وہ کس مقام پر شہید کیا گیا، اس کے قاتل کون تھے، اور کون سا مقام اس کی ابدی خواب گاہ تھا۔ یہ اور اسی قسم کے سوالات پر مورخین کے اختلافات کے پرے پڑے ہوئے ہیں۔ ذیل کے مقالہ میں ان، ہی پر دوں کو اٹھانے کی کوشش کی گئی ہو، جس کا موقع اتفاق سے تاریخ سے دلچسپی رکھنے والے ایک صاحبِ وق جناب محمد اسلم صاحب دبکوالہ ضلع جہلم کے بعض استفسار کا جواب دینے کے سلسلہ میں ہاتھ آیا، اس لیے یہ مقالہ دراصل مستفسر موصوف کے اسی استفسار کے جواب میں لکھا گیا، جس میں سلطان کے قاتل مقتول و مرقد کے متعلق مختلف روایتوں پر نظر ڈال کر کسی ایک نتیجہ پر پہنچنے کی کوشش کی گئی۔

پھر اس مقالہ کے چھپنے کے بعد بعض اہل علم نے اس پر مزید گفتگو کی، اور ان کے استفساروں کے جواب بھی چھاپے گئے، ان جوابوں کو بھی ذیل میں ایک کڑی میں لے آیا گیا ہو۔

جناب محمد اسلم صاحب اپنے استفسار میں فرماتے ہیں:

”جناب نواب امتیاز الدین سپرنٹنڈنٹ پولیس جہلم کو تاریخ سے انس ہو، اپنے مختصر قیام ملازمت میں ضلع کے اکثر تاریخی مقامات کا بچشم خود ملاحظہ کیا ہو، اسی شوق نے انہیں سلطان شہاب الدین محمد غوری مرحوم کے مقتل کو بمقام دھک جو سوادہ (سہیلین) سے بجانب شمال ستر میل کے فاصلہ پر ایک چھوٹا سا گاؤں ہو، دیکھنے پر مجبور کیا، وہاں بن لوگوں کی محبت میں وہ گئے تھے، وہ تاریخ سے قطوراً نااہل ہیں، انہوں نے ان کو سلطان مرحوم کی قتل گاہ بتانے کے بعد مرحوم کی تربت بھی دکھائی کہ یہاں مہ صوف کو دفن کیا گیا ہو، اور سلطان کے قاتل گھروں کو ظاہر کیا گیا، اس دورہ کے بعد نواب صاحب نے ایک مقالہ

اخبار "نئی زندگی" میں جو جہلم سے شائع ہوتا ہو۔ شائع کرایا۔ اور ڈپٹی کمشنر صاحب کی معرفت محکمہ آثار قدیمہ کی توجہ کو اس قبر کی طرف منسطف کرانے کی کوشش کی، کہ اس دیرینہ یادگار کو محفوظ کرنا از بس ضروری ہو۔ اب اکثر تعلیم یافتہ اصحاب اس داستان کو صحیح تسلیم کرتے ہیں، اس لیے آپ ازراہ کرم ایک مقالہ معارف میں شائع کریں کہ (الف) سلطان شہاب الدین مرحوم کو کس نے شہید کیا۔ فرشتہ نے گلہرو قوم کی نسبت غلط بیانی سے کام لیا ہو یا دیدہ و دانستہ ایسا کیا گیا، یا اسے غلط فہمی ہوئی، اس کی تصحیح بھی لازمی ہو۔

فرشتہ کا بیان ہو کہ سلطان محمود کے ساتھ گلہروں نے مقابلہ کیا جس سے سلطان کی بے شمار فوج ماری گئی اور سلطان شہاب الدین کو قتل کیا، لیکن گلہروں کے ایک ممتاز فاضل شخص کا بیان ہو، کہ گلہروں نے نہ سلطان کا مقابلہ کیا، نہ شہاب الدین مرحوم کو قتل کیا، بلکہ وہ خود سلطان محمود غزنوی کی معیت میں ہندوستان میں داخل ہوئے یہ قوم کیا فی النسل ہو، اس کے برخلاف بلکہ قوم کھوکھر نے سلطان کا مقابلہ کیا دراصل فرشتہ کو مخالفہ ہوا ہو۔

(ب) شہید کرنے کی وجہ کیا ہو۔

(ج) سلطان موصوف کا مرقد کہاں ہو۔

(د) ہمراہی کس قدر تھے جو قتل ہوئے۔

(ه) یہ واقعہ کس مقام پر ہوا کیا اس کا تاریخی نام دھک ہو۔

یہ کتنی حیرت کی بات ہو کہ سلطان شہاب الدین غوری کے واقعہ شہادت کے متعلق سات آٹھ سو برس گزرنے کے باوجود ایسی دیہی روایتیں سینہ بسینہ چلی آرہی ہیں جن سے یک گونہ مورخین کے بیانیوں کی تصدیق ہوتی ہو۔

(الف) قتل | یہ واقعہ ہو کہ سلطان شہاب الدین کا واقعہ قتل لاہور سے غزنی مراجعت کرتے ہوئے دریائے جہلم کے کنارے پیش آیا لیکن اس کے قاتلوں کے متعلق ابتدا سے دو روایتیں نقل ہوتی آرہی ہیں ایک تو یہ کہ وہ قوم کھوکھر کے جو

مغربی پنجاب کے پہاڑی علاقوں میں آباد تھے، چند جاں باز فدائی جو ان تھے، انھوں نے اپنی قوم کے مقتولوں کا بدلہ لینے کے لیے اپنی جانیں دے کر سلطان کی زندگی کا خاتمہ کرنے کے لیے باہم حلف اٹھایا تھا، اس لیے کہ سلطان شہاب الدین آخری مرتبہ ہندوستان میں خاص طور پر کھوکھروں کا استیصال کرنے کے لیے آیا تھا۔ جنھوں نے اپنی لوٹ مار سے لاہور و غزنی کے درمیان کے راستہ کو اس قدر خطرناک بنا دیا تھا کہ سرکاری محاصل لاہور سے غزنی نہ بھیجے جاسکتے تھے، چنانچہ وہ ہندوستان آیا قلیب الدین ایک کو بھیجی فی سے بلایا اور کھوکھروں پر سخت حملے کر کے ان کی قوت کا خاتمہ کیا اور انھوں نے اطاعت قبول کی انھیں وہ زریکہ کے لاہور سے غزنی کے قصد سے روانہ ہوا۔ وریکے جہلم کے کنارے ایک منزل دیکھ میں آتا، یہاں سے ۳ شعبان کو کوچ کرنے کی تیاری ہو رہی تھی، کچھ خیمے اکٹھے چکے تھے، سلطانی خرگاہ استیادہ تھا کہ ۲۰ کا دن گزار کر ۳ رکی کی شب کو عشا کے وقت اچانک ایک چوب دار کو کسی اجنبی نے زخمی کیا۔ لوگ اس کی طرف دوڑ گئے، سلطانی خواب گاہ کی محافظ سپاہ بھی اس ناشدنی واقعہ کو دیکھ کر اپنے فرض منصبی سے غافل ہوئی اور اس زخمی چوبدار کو دیکھنے چلی آئی، اس طرح حملہ آوروں کی حکمت عملی کامیاب ہوئی، وہ سلطانی خواب گاہ کا سراپردہ اٹھا کر اندر گھس گئے۔ سلطان عشا کی نماز پڑھنے کے لیے جانا زریکھڑا تھا حملہ آوروں نے اطمینان سے پھریوں سے بائیس زخم پہنچائے اور سلطان کی روح پرواز کر گئی۔

لے ان سرداروں کے کچھ جاننے کے بعد مورخ بہار کی کتب میں سے ایک کتاب دور پراگری ہسٹری (رام لچن دلی سن ۱۸۷۱ء) میں سلطان شہاب الدین کے وقت قتل کے متعلق ایک عجیب نئی روایت دیکھنے میں آئی جو کہ ہندی کتاب سواما خوجہ، کہا گیا کہ کہ غوری پرتوی راج کو پندرہ غزنی لے گیا۔ اس کی دو نقل آنکھیں پھوڑیں، چند مولیٰ معصفت، پرتوی راج راسوں، پرتوی راج کی تلخیوں کا حال سن کر غوری سے بدلہ لینے کے لیے غزنی گیا، غوری سے ملاقات کی اور پرتوی راج کی پیرا اندازی کی تعریف کی کہ وہ ایک سومن کے لوہے کی سات پرتوں کو ایک ہاتیر سے چھید سکتا ہی، غوری نے اس کی آزمائش کے لیے اس کا تشاد دیکھنے کا اہتمام کیا ایک میدان میں ایک سومن لوہے کی دبیر سات پرتیں یکے بعد دیگرے کھڑکی گئیں، تشادنی جھ ہوئے اور خود سلطان شہاب الدین غوری ایک اونچی جگہ پر بیٹھ گیا۔ اور دھر چند بودائی نے پرتوی راج کو پہلے بکھا دیا تھا کہ میرے استاد سے پرستہ بیدھی تیرے چلنا، یعنی جدھر سے آواز آئے اسی طرف بغیر دیکھے تیر چلا یا جائے، چنانچہ پرتوی راج امتحان میں کامیاب ہوا غوری کی زبان

قاتلوں کے متعلق دوسری روایت یہ ہے کہ اس کو اسماعیلی ملاحدہ کے چند فداؤیوں نے شہید کیا تھا، اس لیے کہ سلطان اس سے پہلے مختلف مقاموں پر ان کا قلع قمع کر چکا تھا، اور یہاں سے واپس جا کر وہ ان کے مرکز پر حملہ آوری کا ارادہ رکھتا تھا۔ سلطان کے قاتل کی حیثیت سے بس ان ہی دو جماعتوں کے فداؤیوں کے نام لیے گئے ہیں، سلطان سے قریب عہد کی فارسی تاریخوں میں طبقات ناصری قاضی منہاج (۶۵۸ھ) اور تاریخ جہانگشاے جوینی (۶۵۸ھ) میں سے اول الذکر میں اسماعیلی ملاحدہ کو اور موخر الذکر میں ہندو کھوکھروں کو قاتل بتایا گیا ہے، طبقات ناصری میں یہ ہے:-

در ان وقت جماعت متمردان از کھوکھراں (اور نسخہ ثانی کھوکھروں) قاتل کوہ چور (در نسخہ ثانی چون) عصیاں آردہ بودند و سلطان در ان زمستان بہ ہندستان آمد و اس طائفہ متمردان را بدوزخ فرستاد و غزو نسبت بہ فرمودہ جوئے خون ازاں جماعت براند چون مراجعت بغیر نہیں کرو، بدست فداؤی ملاحدہ و در منزل دیک در شہور سنترہ آئینہاں دستاویہ شہادت یافت،

تاریخ جہانگشاے جوینی میں یہ ہے:-

چون عنان النہران معطوف کرد آئید و از معبر جیلی (نسخہ سیلی) عبور کرد

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۱۵) - وادہ وادہ کے الفاظ پہلے، چند بروائی نے ہی وقت یہ دو ہاڑ جا۔

چار بائیں جو بیسی کج انگل اسٹ پر ان
آئے۔ بے سلطان ہو من جو کے چو بان

یعنی چار بائیں ج میں گز آٹھ انگل پر سلطان ہو، چار بھر سے آواز آئی ہو، اسی طرف اتنے فاصلہ پر سلطان ہو، چوتھی راج نے وادہ وادہ کے فاصلہ کا انداز لگا کر تیر چلایا، اور محمد غوری وہیں تڑپ کر رہ گیا، پھر چند بروائی اور پرتھوی راج نے ایک دوسرے کو اپنی تلوار سے مار ڈالا۔ میں نے اپنے بعض ہندو دوستوں سے سنا ہے کہ یہ حیات کسی پرانی ہندی گز بیسی (جی) راج ہو۔ لیکن ظاہر ہے کہ یہ تمام بے سرو پا اور گڑھی ہوئی باتیں ہیں اور انہی میں مگر وہ ہو کہ اس کا تہہ بہہ میں کچھ لکھنا قطعاً اذقات کرنا ہو، تعجب اس پر ہے کہ کچھ بٹے بچوں کے وہن کو فرقہ دارانہ جذبات نہہر آ کر کرنے والی کہانیاں اس کتاب سے معنی میں نے کہیں درج نہیں۔

ملہ طبقات ناصری ص ۱۶۳، ۱۶۴۔

دور شط جیوں بارگاہ پر آوردند، چنانک یک نیمہ از بارگاہ در آب بود۔ و در
محافظة آن جانب از فدائیان اعتیاد ترک گرفتہ ناگاہ ہندو سے دوسریا
روز بوقت قبلولہ سلطان چوں آتش از آب برآمدند و در بارگاہ افتادند و از
ترقب و ترصد حماد و مکار غافل و از عناد و زرگار ذاہل و ز سپید سیاہ دورا
بافتادہ شاہ شب نمودند و مذاق طعم حیات را بر او تباہ کردند۔

ان کے بعد ہم دست فارسی تاریخوں میں سب سے قدیم متونی قرذنیہ ^{۱۳۳۰}
کی تاریخ گزیدہ ہی اس میں مذکور ہے،

در راہ فدائیان ہندو اں کوکری در حالت نماز کردن ادر اشمید کردند
عرب مدحین میں سے ابن اشیر متونی ^{۱۳۳۰} سلطان شہاب الدین کا تقریباً
ہم عصر ہے، اس نے قتل کو تفصیل سے لکھا ہے اور اصلاً کھوکھروں کو قتل گردانا ہے۔
ضمناً اسماعیلیوں کی طرف اس واقعہ کے منسوب ہونے کا ذکر بھی کیا ہے چنانچہ وہ لکھتا ہے
ای سال ^{۱۳۳۰} شعبان کی پہلی رات کو شہاب الدین ابوالمظفر محمد بن
سام غوری شاہ غزنی و بعض حصہ خراسان لاہور سے اپنی دہلی میں ایک منزل
دیک میں عشا کی نماز کے وقت قتل کیا گیا۔ اس کے قتل کے جانے کا سبب یہ
تھا کہ کھوکھر کفار میں سے چند نفر اس کو قتل کرنے کا عزم کر کے اس کے لشکر کے
ساتھ ہو گئے، ہیں پاساؤں کو پاسبانی کی خدمت سے غافل یا کھوکھروں
کو غفیت کا موقع ملا اور وہ شہاب الدین کے پاس پہنچنے میں کامیاب ہو گئے
اس کے بعد ان واقعات کی تفصیل ہے جن کو ہم اوپر اجمالاً نقل کر چکے ہیں، اس
کے بعد وہ قاتلوں کی گرفتاری کا ذکر کرتا ہے کہ
پھر ان کفار کو کچھ لیا اور انہیں قتل کر دیا اور ان میں سے دو بخون تھے
اس کے بعد لکھتا ہے:-

اور لکھا ہے کہ ان ہی اسماعیلیوں نے قتل کیا، اس لیے کہ انہیں اس کے خراسان۔

پر حملہ آور ہونے کا خطرہ تھا۔ اور اس کا لشکر ان کے بعض قلعوں کا محاصرہ بھی
کیے ہوئے تھا۔ جیسا کہ ہم کھوسکے ہیں۔

اسی طرح ابن خلدوں نے اولاً کھوکھروں کو قاتل قرار دیا ہی، پھر اسماعیلیوں
کے متعلق روایت درج کی ہے

اس کے بعد فارسی تاریخوں میں بلا یونی (۹۹۹ھ) وغیرہ کا ذکر آتا ہے، ان کے
یہاں اسماعیلیوں کے متعلق روایت موجود نہیں چنانچہ منتخب التواریخ میں ہے:-
وہنگام مراجعت درویدیک کرنام دیی است از توابع طرین از دست

ذالما کھوکھر شہید شد

محمد قاسم فرشتہ نے بھی اپنی تاریخ (تکمیل ۱۱۱۱ھ) میں دراصل اپنے پیشروں
کی تقلید کی ہی لکھتا ہے:-

بست نفر از کفار لکران کہ اکثر خوشن و اقربا و فرزندانشان و جنگ

سلطان شہاب الدین (اس جنگ کی وہی تفصیل جو ادیر گزدر کا درج کر چکا ہے) کشت

شدہ بودند، ہم محمد وہم سوگند شدہ و کشتہ شدن پر خود قرار دادہ، در باب

کشتن سلطان شہاب الدین تدبیر باجستہ.....

مناسب ہے کہ آگے بڑھنے سے پہلے استفسار کے اس حصہ پر یہاں نظر ڈالی جائے
جس میں فرشتہ کی اس غلط فہمی یا غلط بیانی کا ذکر کیا گیا ہے کہ اس نے سلطان کے قاتل کی
حیثیت سے کھوکھروں کے بجائے ”گکھروں“ کا نام لیا ہے تاکہ فرشتہ کے بیان سے سلطان
کے قاتلوں میں ایک نئی جماعت کے نام کا اعلان نہ ہو جائے حقیقت یہ ہے کہ تاریخ فرشتہ
کا مطبوعہ نسخہ بہت غلط چھپا ہے جس کی وجہ سے اس میں ”کھوکھر“ اور ”گکھکر“ میں امتیاز
نہ رہ سکا ہے، مختلف مقاموں پر جہاں گکھر ہونا چاہیے ”ککھر“ چھپا ہے، مثلاً ص ۲۴۱۔
میں ”سلطان آدم“ کو گکھکر کے بجائے ”ککھر“ کہا گیا ہے، اسی طرح ص ۲۳۳ میں تلک چندر
سردار کھوکھر کی بناوٹ کا ذکر ہے، اس موقع پر بھی ”ککھر“ چھپ گیا ہے (ص ۱۳۷)۔

۱۱۱۱ھ تا ۱۱۲۲ھ ۸۲۰ھ تا ۸۳۱ھ ۱۱۱۱ھ تا ۱۱۲۲ھ ۸۲۰ھ تا ۸۳۱ھ ۱۱۱۱ھ تا ۱۱۲۲ھ ۸۲۰ھ تا ۸۳۱ھ ۱۱۱۱ھ تا ۱۱۲۲ھ ۸۲۰ھ تا ۸۳۱ھ

اسی طرح حسرت کھوکھر کے لاپرواہی کے صوبہ دار کو مارنے کا ذکر ہے، وہاں بھی کہہ رہی
 اس کے برخلاف بدایونی وغیرہ میں کھوکھر اور گکھر کے فرق کا لحاظ ہر جگہ موجود ہے،
 اس میں جہاں کھوکھر ہونا چاہیے، کھوکھر ہی جیسے حسرت کھوکھر رج ۱ ص ۲۸۹،
 گل چندر کھوکھر رج ۱ ص ۲۳۱، اور گکھروں کو ”گکھر“ لکھا گیا ہے، جیسے سلطان
 اکرم گکھر رج ۱ ص ۳۹۱ برسر گکھران ”رج ۱ ص ۳۸۸“۔ (اول پناہ بہ گکھران
 رج ۱ ص ۳۸۶) وغیرہ، یہ سمجھنا کہ بدایونی ان دونوں قوموں میں امتیاز رکھ سکے
 اور تاریخ فرشتہ جو چند سال بعد تکمیل کو پہنچی، اس میں ان دونوں کو غلط ملط
 کر دیا جائے، یہ قیاس سے دور معلوم ہوتا ہے، اس لیے واقعہ یہی ہے کہ طباعت کے وقت
 کاتب کے قلم سے سہو ہوا، اور وہ ”کھوکھر“ اور ”گکھر“ میں امتیاز قائم نہ رکھ سکا اور
 اس غلطی سے ایک قوم کا پورا بارگنہ دوسری قوم کے سر آ گیا۔

بہر حال سلطان کے قاتلوں کے سلسلہ میں روایات کے اہم سرچشمے اور پیش
 کردیے گئے ان میں دیکھا جاسکتا ہے کہ مقدم مورخین میں سے ابن اثیر (۱۲۳۶ھ)
 جوینی (تصنیف ۱۲۵۵ھ و متوفی ۱۲۸۲ھ) قاضی منہاج (تصنیف ۱۲۵۵ھ) اور
 قزوینی (۱۲۳۵ھ) کی روایتیں ہیں، ان میں سے ابن اثیر (۱۲۳۶ھ) اور قزوینی (۱۲۳۵ھ)
 نے بہ تصریح کھوکھروں کا نام لیا ہے، جوینی (۱۲۵۵ھ) نے بھی ”ہندوؤں“ کو بتایا
 ہے جس سے مراد کھوکھر ہی ہو سکتے ہیں، صرحت صاحب طبقات ناصر بن منہاج (۱۲۳۵ھ)
 اسماعیلیوں کو قاتل قرار دیتے ہیں، لیکن قاضی منہاج کی یہ مفرد روایت متاخرین میں
 میں مقبول نہیں ہوئی، چنانچہ ملا بدایونی (۱۵۹۹ھ) اور فرشتہ (۱۵۱۵ھ) وغیرہ
 نے صرحت اول الذکر بیان کو درج کیا، پھر زمانہ حال کے مغربی الفسطن وغیرہ نے
 بھی کھوکھروں کے قاتل ہونے کی روایت کو قبول کیا ہے۔

یہاں ایک گمان یہ ہو سکتا ہے کہ سندھ کی اسماعیلی حکومتوں کے کھنڈروں پر ملاحظہ
 قباچہ نے اپنی حکومت کی بنیادیں قائم کیں ان مقامات سے ان قراصلہ کا انتخاب خاتمہ

سلطان غیاث الدین اور شہاب الدین نے کیا تھا، ناصر الدین قباچہ شہاب الدین کا صوبہ دار تھا، سلطان کی شہادت کا واقعہ اچانک پیش آیا تھا اور سیاسی حیثیت سے بعض فریقوں نے اس سے فائدہ بھی اٹھانا چاہا تھا، اس لیے سندھ و ملتان میں اس واقعہ قتل کو اس زمانہ میں اسماعیلیوں کی طرف سے مزید گشتگی پیدا کرنے کے لیے ان کی طرف منسوب کیا گیا ہو تو کوئی تعجب کی بات نہیں اور وہی افواہیں حقیقت بن کر قاضی منہاج کے کانوں میں پہنچی ہوں، اور انھوں نے اپنی تاریخ میں اس کو جگہ دے دی ہو۔ اس سلسلہ میں تعجب کی بات تو یہ ہے کہ مفسدین نے سلطان کے شہید کیے جانے میں حقد لینے کے الزام سے اس عہد کے فاضل روزگار صاحب کمال امام فخر الدین رازی کے دامن کو بھی محفوظ نہ رکھا، اور یہ افواہ یہی پھیلانی لگی کہ امام موصوف کو اپنی جان بچانے کے لیے فرار ہونا پڑا، ابن اثیر لکھتا ہے:-

اہل غزنی میں سے بعض فتنہ پرداز اٹھے، اور انھوں نے مالک سے کہا کہ فخر الدین رازی نے تمہارے آقا کو قتل کیا ہو، اس لیے کہ ان ہی نے ان کو پہنچایا، انھوں نے ان کو قتل کیا..... پس وہ مالک (ان رازی) کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے، کہ ان کو قتل کر دیں، چنانچہ وہ فرار ہوئے اور وزیر مویہ مویہ الملک کے پاس پہنچے، اس کو صورت حالی سے باخبر کیا اور اس نے ان کو پوشیدہ گما کے ساتھ ان کی پناہ گاہ میں بھیج دیا۔

حالانکہ سلطان شہید کے تعلقات امام موصوف سے شگفتہ تھے وہ ان کے علم و فضل کا قدروان تھا، ان کی مجلس و غلط میں ہر سفتہ التزم سے شریک ہوتا تھا، ایک مرتبہ انھوں نے سلطان کو اس کے دنیاوی جاہ و ختم پر برسر منبر نصیحت کے چند کلمات کہے، جن سے وہ متاثر ہو کر اکبدیہ ہو گیا تھا، باایں ہمہ ان کے مخالف انھیں مہتمم کرنے سے باز نہ آئے، اور متعلیٰ مجمع کے خوف سے انھیں روپوش ہونا پڑا۔

عجب بھیا ہو کہ اس واقعہ قتل کے اسماعیلیوں کی طرف منسوب ہو جانے میں لفظ

فدائی کو بھی دخل ہو، جیسا کہ اوپر گزرا، کھوکھروں میں سے چند جوانوں نے سرفروشانہ اس قتل کی واردات کرنے کا عزم کیا تھا، اس لیے انھیں معنوی طور پر فدائی کہا گیا، اور اس زمانہ میں اسماعیلیوں کی وہ جماعت جو جان پر کھیل کر قتل کی واردات کرتی رہتی تھی، "فدائی" ہی کے نام سے موسوم تھی، اس لیے نکلن، تو نہ اس وصف مشترک کے باعث ان قاتلوں کی نامزدی میں لوگوں کا ذہن اسماعیلیوں کی طرف منتقل ہو گیا ہو، کیونکہ مورخین نے بھی عام طور پر کھوکھروں کی اس قاتل جماعت کو فدائی کے لقب سے موسوم کیا ہو، بدایونی کہتا ہے، "از دست فدائی کھوکھر" پھر آگے چل کر امام رازی کے واقعہ کے سلسلہ میں لکھتا ہے، کہ "از روئے حمد امام ربشرکت فدائیاں تہم دہشتہ" جس سے بدایونی کی مراد ظاہر ہو کہ "فدائیاں کھوکھر" ہی ان حالات سے اس کا اندازہ ہو سکتا ہے کہ واقعہ قتل کی اصل ذمہ داری کھوکھر ہی پر ہے، اور روایت و درایت یہ کسی طرح ممکن نہیں کہ کھوکھروں کو اس واقعہ کے ارتکاب سے بری سمجھا جاسکے، لیکن ان تمام قیاسوں کے باوجود جو اوپر پیش کئے گئے، یہ سمجھنا بھی صحیح نہ ہوگا کہ اسماعیلی سرے سے اس جرم سے بری ثابت ہوتے ہیں، بلاشبہ وہ تنہا اس کے ذمہ دار قرار نہ پائیں گے، اس موقع پر اس کی تائید میں ابن اثیر کے بیان کا وہ حصہ خاص طور پر ہماری رہنمائی کرتا ہے کہ قاتلوں میں سے دو مختون تھے، اس لیے یہ خیال زیادہ صحیح ہو سکتا ہے کہ نہ وہو ملتان کے نبض اسماعیلی فدائیوں نے کھوکھروں سے جو سلطان کے تازہ حملہ سے اس کے دشمن ہو گئے تھے، ساز باز کی ہو، اور سلطان کے شہید کرنے میں یہ دونوں شریک ہوں، اور قاتلوں میں سے گرفتار ہونے والوں میں وہ دونوں مختون اسماعیلی فدائی ہوں، خصوصاً اس لیے کہ ملاحدہ ساز باز کرنے اور قتل و خون ریزی کے خفیہ جرائم کرنے میں مشاق تھے انھوں نے اپنی تدبیروں سے کھوکھروں کے چند جاں بازوں کو سلطان کے قتل کرنے پر آمادہ کر لیا ہو، اور اس کو کامیابی سے انجام دینے کی جو حکمت عملی بتائی گئی ہو، وہ ان ہی کے ہاتھوں نیا رہی ہو۔ اس لیے ہمارے خیال میں سلطان کے قاتل کی حیثیت سے ان دونوں جماعتوں کے جاں بازوں کا نام لیا جانا نہ بلیغہ قرین صحت ہے، واللہ اعلم بالصواب۔

(ب) شہید کرنے کا سبب | سلطان کے شہید کرنے کی وجہ جلیا کہ اوپر گزرا
 یہی ہو کہ چونکہ سلطان شہید نے کھوکھروں کا استیصال کیا تھا، اس لیے ان میں
 کے چند نوجوانوں نے انتقام لینے کا فیصلہ کیا تھا، دوسری طرف وہ اسماعیلیوں پر
 پے درپے حملے کر چکا تھا، اور آئندہ بھی حملہ آوری کا قصد رکھتا تھا، اس لیے
 اسماعیلی فدائی بھی اس کے خون کے پیاسے تھے، اس لیے اوپر جو کچھ عرض کیا گیا
 اس کی روشنی میں یہی کہا جاسکتا ہو کہ ان ہی اسباب سے ان دونوں جماعتوں کے
 فدائیوں نے اس قتل میں حصہ لیا۔

(ج) مرقد | سلطان کے مرقد کے متعلق اس مقام "دھک" کے دیہی
 لوگوں نے جس قبر کا نشان بتایا ہو وہ قطعی بے اصل ہو، اس لیے ڈپٹی کمشنر جھلم کے ذریعہ
 سے اس فرضی قبر کو آثار قدیمہ میں داخل کرانے کی سعی کرنا صحیح نہ ہوگا، کیونکہ تمام مورخین
 کا بیان بلا اختلاف یہی ہو کہ سلطان کی لاش غزنی لے جانی گئی ان تاریخوں میں جن کے
 حوالے اوپر گزرے ہیں، اس کی لاش کے مقتل سے غزنی تک پہنچنے کی مفصل روداد
 مع مختلف تصریحات کے موجود ہیں اگر یہ تصریحی روداد میں موجود نہ بھی ہوتیں تو بھی عقل
 و روایت سے دور ہو، کہ لوگ اپنے عہد کے ایک ایسے جلیل القدر فرمان روا کو اتنے لمبے
 راہ میں دفن کر کے آگے بڑھ جائیں، اس لیے وہ تربت جو دھک میں سلطان شہید ^{الہ}
 کی بتائی جاتی ہو قطعی جعلی ہو۔

(د) مقتولوں کی تعداد | جلیا کہ اوپر گزرا ہو حملہ آوروں نے پہلے ایک چوبدار
 کو مار ڈالا، پھر سلطان کو شہید کیا، یہ کوئی فوجی چھاپہ نہ تھا بلکہ فریب سے
 سلطان کو شہید کرنے کی ایک سازش تھی جو کامیاب ہو گئی۔

(ک) مقتل | سلطان شہاب الدین کا قتل تمام مورخین کی تصریح کے مطابق
 لاہور و غزنین کے درمیان دریا کے کنارے واقع ہو، اس مقام کا نام فارسی و
 عربی تاریخوں میں "مومیک" آیا ہو چنانچہ ایک قطعہ میں ہو۔

کہ شاید وہی مقام ہو جہاں اس منزل میں سلطانی قافلہ اتر آیا ہو، اور اسی جگہ یہ واقعہ قتل پیش آیا ہو، اور لوگوں نے یادگار کے لیے کوئی نشانی قائم کی ہو، جو اب تربت کی شکل میں منتقل ہو گئی ہو۔

موضع دھمک کے متعلق | ذکر رہ بالا مباحث کے شائع ہونے کے بعد جناب محمد کچھ مزید معلومات | اسلم خاں صاحب رجسٹر الضلع جہلم کا ایک دوسرا مکتوب آیا جس میں موضع دھمک کے متعلق جو سلطان کی قتل گاہ میں بتیں ہو، کچھ مزید معلومات تھے یہ مقالہ سواٹ ماہ ستمبر ۱۹۴۲ء میں شائع ہوا اس سلسلہ گفتگو میں اس کا مطالعہ بھی کچھ سے خالی نہیں وہ فرماتے ہیں۔

”آپ کے مقالہ کو پڑھ کر مجھے بے حد مسرت حاصل ہوئی ہے۔ تمام مطالبہ سوالات کے جوابات تسلی بخش پائے جس سے میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں، ایسے علمائے کرام کی اس زمانے میں کمی نہیں ہے، جو کسی لائحہ عمل کو نہایت خوبی سے حل نہ کر سکیں، لیکن ایسے بزرگ اس زمانہ میں عقائد کی حیثیت رکھتے ہیں جو مسائل کی ہر پہلو سے مدد کرتے ہوں، جس محنت مشاقہ اور عرق ریزی سے آپ نے مستند حوالہ جات سے جواب مرتب کیا ہے، جناب کی اس بندہ فوازی و علم پروری کا تہ دل سے ممنون ہوں،

قتل سلطان شہاب الدین نور اللہ مرقدہ واقعی یہی موضع دھمک ہے جو سو ماہہ پیشین کے متصل سجناب شمال بقا صلہ تین میل تحصیل و ضلع جہلم میں ہو، تاریخ جہلم ۸۸۰ھ میں لکھی گئی ہے اس میں ضلع کے سب دیہاتوں کی فہرست بھی شامل ہے، لیکن پھر اس موضع مذکور کے اس نام کا کوئی اور قریب اس ضلع میں موجود نہیں، اس وقت ضلع میں مندرجہ ذیل تحصیلیں تھیں، جہلم، چکوال، پٹنہ اور خانہ بڈنگ، اب آخری تحصیل کو جہلم سے الگ کر کے ایک سے ملٹی کر دیا گیا ہے، اس لیے جہلم کے کراہے جو گاؤں آباد ہیں، ان میں اس نام کا کوئی دور دراز گاؤں نہیں ملا۔

موجودہ وقت میں دریائے جہلم دھمک سے بہ فاصلہ سات کوس گزرتا ہے اگر آج سے قبل سارے سات سو برس ایک انہی مورخ اس کو کنارہ دریا لکھتا ہو۔ تو کوئی تعجب کا مقام نہیں جب کہ کوئی اور مشہور قابل تخصیص جگہ نہ ہو تو اسے دھمک کنارہ دریا لکھ دیا تو کوئی تعجب نہیں، نیز دھمک کے بالکل قریب سے ایک بڑا پرنا لگتا رہتا ہو جو دریائے جہلم کا معاون ہو، بہر صورت سلطان موصوف کو یہیں شہید کیا گیا۔ دھمک کے بالکل قریب ایک راستہ غوروں کے پھڑ کے نام سے اب تک مشہور ہے ”پھڑ“ بچانی میں پشتہ یا ٹیکہ کو کہتے ہیں، مقام تعجب ہو کہ اب تک اس کا نام غوروں کا پھڑ چلا آتا ہے، حالانکہ مقامی لوگ غوروں سے ناواقف ہیں۔

—————

سلطان کا نام | سلطان کے مقتل و مرقد پر مقالہ شائع ہونے کے بعد ہی ہمارے لائق دوست جناب ڈاکٹر محمد عبداللہ حقانی پروفیسر کالج کا ایک استاد اک بھی شائع ہوا، اس میں انھوں نے بعض مزید امور پیش کئے، اور اس سلسلہ میں کچھ مزید باتیں کہی گئیں اس استاد اک اور اس کے جواب کے بعض حصے بھی یہاں نقل کئے جانے کے لائق ہیں، فرماتے ہیں:-

”عارف جون سنگھ (ص ۴۶ تا ص ۴۶) میں ایک مفید اور

طویل مقالہ بعنوان ”سلطان شہاب الدین کے قاتل، مقتل، مرقد کے

مطالعہ کرنے کا اتفاق ہوا، جو دراصل ایک استفسار کے جواب میں ادارہ عارف

کی طرف سے علمی رنگ میں جواب ہے، جو ادیب حسن طریق سے ادارہ نے فرض شناسی

کا ثبوت دیا ہے، وہ ضرور قابل ستائش ہے، اس سلسلہ میں مجھے بھی بعض

مقام پر اس ادارہ کے نوٹ پر کسی قدر مزید توضیح کی ضرورت محسوس ہوئی،

اسلامی تاریخ ہند میں بھی ایک اہم دور ہو، جب کہ سچے طور پر اسلامی سلطنت

ہند کے قیام کا آغاز ہوتا ہے جس کا تمام سہرا سلطان شہید معز الدین محمد بن مسلم

یہ سہ ہوا، جس نے اپنے پیشرو سلطان محمود غزنہ کی فتوحات کو مزید قوی بنادیا
پرستش کر کے پہلا ہی سلطنت ہند کا قیام کیا جو ابھی تک نہیں ہوا تھا،

سلطان شہاب الدین غوری کا نام عام طور پر ہندوستانی فتوحات کے ضمن میں

سلطان معز الدین محمد ابن سام غوری بیان ہوا ہے اور یہی بوہڑہ طبقات نامہ صری

کتابت اور سکوکات میں بھی میسر آتا ہے، بلکہ آپ کے جانشین سلاطین کو بقول پہلے

سراج مصنف طبقات نامہ صری نے "سلاطین معزیہ" سے تعبیر کیا ہے اس سے یہ لازم

نہیں آتا کہ اول الذکر نام سے آپ کو پکارتے ہی نہیں تھے، بلکہ ہر دو صحیح ہیں۔

ہمارے لائق دوست نے اس موقع پر سلطان کا نام "معز الدین محمد" قرار دیا ہے،

اسی طرح وہ سمجھتے ہیں کہ شہاب الدین بھی ان کا نام ہو۔ سلطان کے نام کے متعلق عام طور پر

لوگوں کو التباس ہوتا ہے، حقیقت یہ ہے کہ سلطان کا نام تو محمد ہے اور معز الدین اور شہاب الدین

نام نہیں، دونوں لقب ہیں جو کثرت استعمال سے چھڑائے نام بن گئے ہیں، مورخین اس سلطان

کو ان دونوں لقب سے یاد کرتے ہیں، سلطان شہاب الدین کا یہ لقب ۵۶۹ھ میں فتح غزنین

کے بعد وہاں کی حکومت سپرد ہوتے وقت سلطان غیاث الدین کی جانب سے اس کو عطا

کیا گیا تھا۔ بدایونی میں ہے،

"سلطان غیاث الدین آن ولایت غزنین را در معز تغیر آرد وہ....."

و سلطان معز الدین محمد را لقب سلطان شہاب الدین داد۔

اور معز الدین کا لقب اس سے پہلے ایک دوسرے موقع پر اس کو مل چکا تھا!

کیا سلطان کا مرقد غزنین نہیں ہے؟ | اس کے بعد ہمارے لائق دوست نے "فتوحات

فیروز شاہی کے ایک اقتباس سے دہلی کو سلطان کے مرقد ہونے کا امکان دکھایا ہے، وہ۔

لکھتے ہیں:-

"یہ امر متفق علیہ ہے کہ سلطان معز الدین کو غزنین جاتے ہوئے دریائے جہلم کے

کنارے رات کے وقت اسی کے خیمہ میں دمیک گاؤں میں شہید کر دیا گیا، اور اس کی لاش

سے منتخب التواریخ ج ۱ ص ۱۶ سے طبقات ص ۱۲۳ و ۱۲۴

کو اس کے ہمراہیوں نے منزل مقصود غزنین پہنچا دیا۔ اس واقعہ کے قریب ڈیڑھ سو سال بعد جب سلطان فیروز شاہ تغلق ۷۵۲ھ میں دہلی کی سلطنت پر شکن ہوا، تو اس نے اپنے عہد کے متعلق ایک مفید یادداشت بعنوان "فتوحات فیروز شاہی" مرتب کی جو شایع ہو چکی ہے، اور اس کا انگریزی ترجمہ بھی شایع ہو چکا ہے، اس میں جواں دہلی کی عمارات کا ذکر ہے، وہاں وہ لکھتا ہے:-
 "و مقبرہ سلطان مزالدین سام را کہ دیوار غربی و تختہ ہے او
 کہ نہ فرسودہ شدہ بود ہم ذکر وہ آرد و بجائے در بار طاقا
 زینا از حجب مندل ساخته ہے"

اس تحریر کی موجودگی میں انسان ذرا تامل کرنے لگتا ہے، جہاں تک راقم کے ذاتی علم کا تعلق ہے، ابھی تک کوئی ایسی تحریر نظر سے نہیں گزری کہ جس میں یہ پایا جائے، کہ سلطان معز الدین محمد بن سام کا مزار غزنہ میں ہے، یا کسی نے اپنے مشاہدات کی بنا پر اس کو بیان کیا ہو جیسا کہ ہم اکثر سلطان محمود غزنہ و بابر بادشاہ وغیرہ کے متعلق پڑھتے اور سنتے ہیں کہ ان کے مزار ادھر موجود ہیں، اگر کسی صاحبِ کلام ہو تو روشنی ڈالیں ؟

حقیقت یہ ہے کہ فتوحات فیروز شاہی کی مذکورہ بالا عبارت شہاب الدین کے مرقد پر گفتگو کرنے میں بلاشبہ نظر انداز کرنے کے لائق نہیں، ہمارے لائق دوست انکار یہ کہ مستحق ہیں کہ اس سلسلہ کی اہم کڑی لگائیں ہوں گے سامنے لے آئے۔
 سلطان شہاب الدین کی لاش کے متعلق فرشتہ کی یہ تصریح موجود ہے کہ وہ غزنین لے جا کر اس کھڑے میں دفن کی گئی جس کو اس نے اپنی لڑکی کے سیلے بنوایا تھا، چنانچہ لکھتا ہے:-
 "القعہ بتاریخ بیت و دوم شهر شعبان کشف سلطان شہاب الدین
 را بغزنین رسانیدہ در خطیرہ کہ برائے دختر خود ساخته بود و دفن کردند ہے"

۱۳، ترجمہ اعلیٰ ص ۳۱۲، یعنی کہ مقبرہ سلطان معز الدین بہرام شاہ بن سلطان شمس الدین ایلش ۷۵۲ھ بتاریخ فرشتہ ص ۶۰

اس لیے اس میں کسی شبہ کی گنجائش نہیں کہ اس کی تدفین غزنین میں عمل میں آئی۔
 اس فتوحات فیروز شاہی کی مذکورہ بالا عبارت کے دیکھنے کے بعد دو قیاس
 سامنے آسکتے ہیں، یا تو جیسا کہ موصوف نے گمان ظاہر کیا ہے کہ تقریباً ڈیڑھ سو برس
 کے اندر اس کے کسی قدروان کے ہاتھوں اس کی لاش غزنین سے منتقل کر کے ہندستان
 لائی گئی ہو، یا پھر یہ قیاس ہو سکتا ہے کہ جب سلطان شہاب الدین نے ۱۱۹۱ء میں
 دہلی فتح کی، اس کے بعد ۱۱۹۹ء میں جب اس نے دہلی میں ”جامع مسجد“ قوت الاسلام
 تعمیر کی تو اس کو ہندستان سے جو دہلی تعلق پیدا ہو چکا تھا۔ اس کے باعث اس نے
 اپنی ابدی خواب گاہ کے لیے بھی اسی سرزمین کو پسند کیا ہو، جیسا کہ بعض سلاطین
 کرتے رہے ہیں، اُس نے بھی اپنی زندگی میں اس مسجد کے پہلو میں اپنے مقبرے کے
 لیے عمارت تعمیر کرائی ہو، چنانچہ فتوحات فیروز شاہی میں اس مقبرہ کا ذکر اس کی
 تعمیر کردہ ”مسجد جامع“ اور اس کے ”مینار“ کے درمیان آیا ہے، اس سے گمان
 ہوتا ہے کہ مقبرہ کی یہ عمارت بھی اسی کے آس پاس ہوگی۔

یہ تو صحیح ہے کہ موجودہ زمانے کے ستیا جوں میں سے کسی نے شاید ہی اپنا مشاہدہ
 بیان کیا ہو کہ اس نے غزنین میں اس سلطان کے مزار کی زیارت کی ہے چنانچہ ابھی
 حال میں حضرت الاستاذ مولانا سعید سلیمان ندوی مدظلہ نے اپنے سفر غزنین کے
 مشاہدات محارف بابت ماہ مئی ۱۹۳۴ء میں شائع فرمائے تھے۔ حضرت موصوف کا
 یہ سفر نامہ بھی غزنین میں سلطان شہاب الدین کے مزار کے موجود ہونے کے ذکر
 سے خالی ہے۔ مگر اس کے ساتھ اس سفر نامہ کے مطالعہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے
 کہ موجودہ زمانہ میں قدیم غزنین کا وجود خاک کے ایک تودہ سے زیادہ باقی نہیں
 رہا۔ حضرت میر حبیب اللہ خاں کی توجہ فرمائی سے سلطان محمود سبکتگین اور چند دیگر
 شہسواروں کے مقبروں پر کتبے نصب ہو سکے ہیں ورنہ اب دراصل پرانے غزنین کا نام
 نہ آتا بھی ہوتا۔ اس تصریح سے کم سے کم یہ متعین طور پر معلوم ہو جاتا ہے کہ
 سلطان شہاب الدین کو جس خطیرہ (کنہرے) میں دفن کیا گیا تھا وہ اب معلوم نہیں

نہیں رہا ورنہ وہ ایک نکتہ رس عالم تاریخ سیاح کی تجسس نگاہوں سے اوجھل نہ رہ سکتا تھا،۔ لیکن دوسری طرف دلی کے آٹا قدیمہ میں بھی کوئی مقبرہ سلطان شہاب الدین کی طرف اس زمانہ میں منسوب نہیں کہ اس کی لاش کو غزنین سے دلی میں منتقل کر کے لانے کے گمان کی تصدیق کلیئہ کی جاسکے، اس لیے تا وقتیکہ کچھ حذیث تاریخی شہادتیں ہم دست نہ ہوں، اس موضوع پر کسی فیصلہ کن رائے تک پہنچنا آسان نہیں ہو اور بظاہر فرشتہ کے بیان کے مطابق یہی سمجھا جاسکتا ہو کہ غزنین ہی میں اس کی تدفین عمل میں آئی اور وہی اس کا اصل مرقد ہو۔

(جون سیکسٹ)



ملوک سلاطین دہلی

۶۰۲ ————— ۶۸۹
۱۲۰۶ ————— ۱۲۹۰

شہاب الدین غوری کی اچانک شہادت سے ہندستان میں اس کے فوجی افسر ایک نازک صورت حال سے دوچار ہوئے۔ قطب الدین ایبک اس کا نائب لہلہٹ تھا، اور یہ ملک تین حصوں یعنی پنجاب، شمالی ہند، اور سندھ میں بٹ کر غزنی کے ماتحت تھا اور ملک کی مختلف سمتوں پر یہاں کی قدیم سلطنتوں کے حکمران اپنے مورچے سنبھالے ہوئے تھے، جیسا کہ اوپر گزرا شہاب الدین کے اولاد تریہ نہ تھی، اس کا بھتیجا سلطان غیاث الدین محمود غور کا مالک تھا، مگر اس میں رہنمائی کی طاقت نہ تھی، اور خوارزمیوں کے اٹھتے ہوئے طوفان سے وہ غور و غزنی کو بھی بچانے کی صلاحیت نہ رکھتا تھا۔ اس کے تین ترک غلام فوجی گورنروں میں تلج الدین یلدرگمان و سنکرمان کا جو افغانستان سے بالائی سندھ کی راہ پر واقع ہیں، مالک تھا، غزنی کا مالک بنا اور اس لحاظ سے اس نے اپنے آپ کو ہندوستانی صوبوں کو اپنے ماتحت تصور کرنے کا حق سمجھا مگر اس کے داماد ناصر الدین قباچہ تک نے اس کے اس استحقاق کو تسلیم نہیں کیا اور قطب الدین ایبک کے لیے اس کا قبول کرنا زیادہ بعید از تصور تھا اس لیے شہاب الدین غوری کی شہادت کے بعد ہی غزنی سے ہندستان کا رشتہ ٹوٹ گیا اور یہاں اس کے نام بیوا غلاموں کی آزاد سلطنت کی بنا قائم ہو گئی۔

۲۔ سلطان قطب الدین ایبک ————— ۶۸۹ ————— ۷۱۶ شہاب الدین غوری

کانامورنرک سپہ سالار تھا، وہ ہندستان میں اسلامی مساوات و اخوت کا روشن منارہ تھا۔ وہ غلاموں کی صف سے نکل کر سلاطین کے تخت پر بیٹھا اور اس کے بعد غلام و غلام سلاطین دہلی کے تخت پر بیٹھے گئے، قطب الدین یلدرگمان

ترکستان سے نیشاپور میں لایا گیا تھا۔ یہاں کے امام اعظم ابو حنیفہ کے اخلاف میں سے ایک صاحب علم فخر الدین عبدالعزیز کو فی قاضی القضاۃ کے منصب پر سرفراز تھے، انھوں نے اس بچہ کو خرید کر اسے اپنی اولاد کے ساتھ مکتب میں بٹھایا۔ جس میں اس نے علوم کی تحصیل کی، اور شہسواری اور تیر اندازی کے فنون سیکھے۔ قاضی صاحب کی وفات کے بعد ان کے بیٹوں میں سے کسی نے اس کو فروخت کیا، اور ایک سوداگر نے اس کو سلطان شہاب الدین غوری کے دربار میں گر نقد قیمت لے کر فروخت کیا اور یہیں وہ اپنی ٹوٹی ہوئی کفن انگلی کی وجہ سے ایک سے مخاطب کیا گیا۔ وہ اپنے آقا کا جان نثار تھا اور غوری کو بھی اس پر غیر معمولی اعتماد تھا، تراوڑی کی لڑائی کے بعد کھاندور کی لڑائی میں اٹادہ کے قریب قنوج کے راجہ جے چند کی آنکھ میں جب تیر لگھا، اور وہ کام آیا تو پھر ایک کی راہ روکنے والا کوئی موجود نہ تھا۔ بنارس تک اس نے قبضہ کر لیا، اور بے شمار دولت ہاتھ آئی، اسی موقع پر شہاب الدین نے ”ہندستان“ کی حکومت کی باگ ڈور اس کے ہاتھ میں دی۔ کانجیر کی فتح کے بعد چندیلی راجاؤں کے پائے تخت مہو بار قبضہ کیا، پھر میرٹھ ہوتا ہوا راجہ گو بندرا کے کی راجہ جانی دلی میں پہنچا، جو غوری کی اطاعت قبول کرنے کے بعد منحرف ہو چکا تھا، اس کو سننے سے فرح کیا پھر اس نے راجہ بھرج سے اجیر، راجہ بھیم دیو سے نہروالے لیا اور راج پوتوں کی آخری جتھا بندی کو توڑا، اور پھر ملکی انتظام میں مصروف ہو گیا۔ سلطان شہاب الدین غوری نے آخری سفر ہند کے موقع پر ۶۲۱ھ میں اس کو

”ملک کے خطاب سے سرفراز کیا۔“

سلطان شہاب الدین غوری کے دور تک یہ اس کا غلام تھا، اس کو رسمی آزادی اس وقت ملی، جب کہ شہاب الدین غوری کے شرعی وارث اور شاہ غور سلطان غیاث الدین محمود نے اس کو بہ روایت یوم سہ شنبہ ۸ اردی قعدہ ۶۲۲ھ اور بہ روایت ۶۲۱ھ میں ”چتر امارت بادشاہی و خطاب سلطانی و خط آزادی“ عطا کیا۔ اور سلطان ایک کے لقب سے لاہور میں اس کی تخت نشینی کی رسم انجام

پائی اس کے بعد اپنا پایہ تخت لاہور سے ہندوستان کے قلب اور اس کی پرانی راج دھانی میں لے آیا اور وہی سلاطین دہلی میں سے پہلا سلطان قرار پایا۔ دہلی کی سلطنت بھٹندے سے لکھنوتی تک تقریباً ایک ہزار میل طویل اور تقریباً پانسویں عربی یعنی ۴۴۰ لاکھ مربع میل کے رقبہ میں تھی، بنگال و بہار کو اگرچہ اختیارالدین محمد بن بختیار خلجی نے فتح کیا تھا اور وہ اس پورے علاقہ کا صوبہ دار علی تھا لیکن اس نے نظم قائم رکھنے کے لیے دلی سلطنت کی سیادت قبول کر لی تھی اور خود قطب الدین سے ملنے دلی آیا تھا، ایک کا دوسرا حریف بہار کے طغرل جو بیانہ اور گوالیار کا فاتح تھا۔ اس کی موت سے وہ علاقہ بھی اس سلطنت کا حصہ بن چکا تھا اگرچہ اس کی زندگی کے آخری دور میں بختیار خلجی کا حادثہ قتل پیش آیا اور لکھنوتی کو نئی سیاسی صورت حال سے سابقہ کرنا پڑا جس کو سلجھانے کا ایک کو موقع نہ مل سکا تھا۔ قطب الدین ایک نے سب سے پہلے میں لاہور میں چوگان کھیلتے ہوئے گھوڑے سے گر کر وفات پائی اور وہیں اس کا مزار ہے۔

قطب الدین ایک وہ پہلا سلطان ہے جس نے ہندوستان کو اپنا دیس سمجھا، اس کے لیے روئے زمین پر کوئی ایسا دوسرا ملک نہ تھا جس سے اس کا وطن رشتہ قائم رہ گیا ہو۔ وہی پہلا سلطان ہے جو ہندوستان کے پایہ تخت کو وسط ایشیا کو اٹھا کر دلی میں لایا، اس نے پنجاب کو جو ہندوستان سے مستقل طور پر علیحدہ ہو کر غزنی سلطنت کا حصہ بن چکا تھا، دوبارہ ہندوستان میں ملایا، اسی لیے اس نے اپنی تاج پوشی کی رسم لاہور میں منائی اور وہی فرمانروا تھا، جو راجہ ہرش کے بود پشادر سے بنگال تک کی سرزمین کو ایک سپر کے سایہ میں لے آیا وہ اب ترکستانی اور غوری نہ تھا، ہندوستانی تھا، ترکستان اور غور اس کے لیے اسی طرح غیر تھے، جیسے راجہ ہرش اور اس کے اجداد کے لیے روس کے گھاس کے میدان وہ راجہ ہرش ہی کے نقش قدم پر چلا، اور اس نے اس ملک سے طوائف الملوکی کا خاتمہ کیا اور ہنر والہ سے لکھنوتی تک کے باشندے ایک ملک اور ایک سلطنت کے

شہری کہلائے۔

ایک کا عہد حکومت | سلطان ایک فطرانیک سرشت، سخی اور عدل پر
 تھا اور بے دریغ انعام و اکرام سے لوگوں کو مال کرتا اس کی سخاوت ضرب
 تھی، "لک غیش" (لاکھ کا بخشنے والا) اس کا لقب مشہور ہو گیا تھا، اس نے نہ
 صرف ہندوستان میں شہاب الدین غوری کی نیابت کی بلکہ اپنے خسر تاج الدین یلڈ
 کو غزنی کے تحت سے برطن کر کے چالیس روز وہاں حکمرانی کی۔ اور اپنی داد و دہش سے
 وہاں بھی نام آدمی حاصل کی، اس نے دہلی کی تفریح کے بعد میں سال تک حکمرانی کی
 جن میں آخر کے چار سال چند مہینوں میں صاحب چتر تاج و تخت رہا، اس کی قلمرو میں
 اس کے نام کا سکہ و خطبہ جاری رہا۔ اس نے رعایا کے درمیان عام ہر نوعی مزاحمت کی
 اور لوگوں کے دلوں میں اس کے عہد حکومت کی خوش گوار یاد دہت دراز تک باقی رہی۔
ایک کے دور کے ممتاز اکابر | قطب الدین میثا پوری کی درس گاہ میں علوم
 کی تحقیق کر چکا تھا، اس کا دربار علم و ادب کا مرکز تھا۔ مشہور ادیب و شاعر
 بہار الدین محمد اوشی اور جمال الدین محمد نصیر کے قصیدے اور بعض اشعار
 تذکروں اور سیاسی تاریخوں میں موجود ہیں، جن میں ایک کے جوہر سخا، شجاعت
 فیضی اور عدل پروری کو دلہانہ انداز میں قلم بند کیا گیا ہے، شیخ صدر الدین
 محمد بن حسن نظامی میثا پوری جو اپنے زمانہ میں انشا و تاریخ و سیر کا امام سمجھا جاتا
 جاتا تھا ایک کے دامن دولت سے وابستہ تھا، اس نے اپنی شہرہ آفاق کتاب
 تاج المآثر جو ملوک سلاطین دہلی پر سب سے پہلی کتاب ہے، ایک ہی کے حکم
 سے ۶۰۲ھ میں لکھنی شروع کی جس میں ۸۷۷ھ سے ۶۱۳ھ یا ۶۱۴ھ تک کے قلم
 قلم بند کئے گئے ہیں، اسی طرح اس عہد کے دوسرے ممتاز اعیان و علماء میں شیخ
 احمد بن علی ترمذی متوفی ۶۰۲ھ قاضی حمید الدین علی بن عمر محمودی اور قاضی
 وجیہ الدین کاشانی وغیرہ تھے، بعض اہل علم صاحب سیف بھی تھے، چنانچہ شیخ
 محمد بن احمد مدنی دہلوی ۸۱۸ھ متوفی ۶۴۴ھ خفییہ التمش کے دور میں غیر

معمولی عزت و اکرام حاصل ہوا، ایک کے دور کے صاحب سیف فاتح تھے،
 کڑا مانک پورا اور ہنسوہ وغیرہ کے قلعے انہی نے فتح کئے تھے، اسی طرح شیخ
 قدوة الدین بن میرک شاہ اسرائیلی معروف بہ قاضی قدوہ متوفی ۷۱۳ھ کے فوجی
 خدمات کے فرائض اودھ کے ۵۲ گاؤں میں آج بھی شہرت رکھتے ہیں ان کے
 صاحب زادے اعز الدین قدوہ قضا پر سفر اڑاتے تھے۔

شمالی ہند میں مسلمانوں کے اس ابتدائی دور میں اسلامی علوم و فنون کا ایسا
 عام چرچا ہو گیا تھا کہ یہاں کے ایک نو مسلم صاحب علم نے روایت حدیث پر ایک
 خاص قسم کی شہرت حاصل کی، ان کا ذکر فن رجال (جس میں حدیث کے راویوں کی
 سوانح عمری اور جرح و تعدیل ہوتی ہے) کی بیشتر اہم کتابوں میں آیا ہے، مسلمان
 ہندی متوفی ۷۱۳ھ کی طرح اس زمانہ میں شیخ ابوالرضا بن کرپال بن رتن
 ہندی کو شہرت حاصل ہوئی ان کا ذکر صلاح الکبیری، امام ذہبی، علامہ ابن حجر
 عسقلانی، صلاح صفوری، امام صنعانی اور صاحب بحر خزائنہ تفصیل سے کیا ہے
 رتن بھٹنڈہ میں پیدا ہوئے اور قبول اسلام کے بعد ارباب خیر و صلاح میں شمار کئے
 گئے عمر طبعی سے بہت زیادہ سن پایا، ان کی اس روایت کا عام چرچا پھیلا کہ
 وہ عمدہ رسالت میں موجود تھے ایک مرتبہ وہ تجار کے سلسلہ میں حجاز گئے ہوئے
 تھے، ایک موقع پر وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آپ کے منصب رسالت

پر فائز ہونے سے پہلے ملے۔ دوسری مرتبہ نبوت کے بعد انہیں زیارت کا موقع
 ملا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں عمر کی درازی کی دعا دی اور بعض
 باتیں ارشاد فرمائیں۔ جب ان روایتوں کی شہرت عالم اسلام میں پونچی تو بڑے
 بڑے ائمہ فن ان سے ملنے، روایتیں لینے اور تحقیق حال کرنے کے لیے ہندوستان
 آئے، اور ان کی تصدیق یا تکذیب کی اور یہ فن رجال کا ایک مستقل موضوع بن
 گیا، اور رجال کی مشہور کتابوں میں یہ جرح و تعدیل ضبط ہیں، اور ائمہ فن نے
 اپنے محاکمے لکھے ہیں انہوں نے تسلسلہ کے بعد وفات پائی، اور بھٹنڈہ میں مدفون ہوئے

علامہ نظام الدین فرغانی فقہ و اصول کے ماہرین میں سے تھے، ہندوستان میں تشریف لائے قسمت نے اس کو بنگال سے وابستہ کیا، محمد بن بختیار خلجی نے ان کی قدروانی کی اور بنگال میں ان کے وجود سے علم کا چراغ روشن رہا۔

صلحائے امت | ایک کے عہد حکومت کو صلحائے امت میں سے ہندوستان کے سراج مشائخ حضرت خواجہ سید معین الدین حسن بن حسن چشتی سنجرمی آجیری قدس سرہ کی ذات بابرکات کے وجود گرامی کا شرف حاصل ہو، حضرت خواجہ بہشتان میں ۷۳۷ھ میں پیدا ہوئے ۱۲، ۱۵ سال کی عمر میں سایہ پدیری سر سے اٹھ گیا آنگور کا باغ اور ایک پن چکی وراثت میں پائی، کسی مجذوب حال کا باغ سے گزر ہوا اور حضرت خواجہ پر جذب ربانی طاری ہو گیا ترک علاقہ کر کے حق کا طالب اور سبجو میں اٹھ کھڑے ہوئے، بہشتان سے سمرقند تشریف لے گئے، قرآن پاک حفظ کیا علوم کی تمصیل فرمائی پھر مختلف مقامات کی سیر کرتے ہوئے قریہ ہارون میں حضرت خواجہ عثمان ہارونی کے حلقہ ارادت میں داخل ہوئے اور شیخ کی خدمت میں انبی زندگی کے بیس سال گزار دیے انہی کی معیت میں دیا، اسلامی کی سیاحت کی، اور شیخ نے ختم خلافت سے سرفراز فرمایا، پھر مختلف مقامات پر اس دور کے ممتاز صاحبین امت شیخ نجم الدین کبری، حضرت شیخ محی الدین عبدالنقاد، جیلانی، حضرت شیخ جلال الدین تبریزی وغیرہ اکابر وقت کی صحبت سے فیض یاب ہوئے، آخر میں مدینہ منورہ میں حاضری دینے کے بعد ہندوستان کا رخ فرمایا۔ اور لاہور میں آکر حضرت شیخ جویری اور حضرت حسین زنجانی کے مزار پر چلہ کش ہوئے پھر ملتان میں تشریف لائے، اور یہاں پانچ برس قیام فرما کر ہندوستان کی زبان سنسکرت یا پراکرت سیکھی اور پھر وہاں سے دہلی تشریف لائے اور یہاں سراج جبر کا قصد فرمایا، اور ۷۶۱ھ یا ۷۶۲ھ سے وہاں مستقل توطن اختیار فرمایا اس وقت تک یہ مقامات پر بھٹوی راج کے قبضہ میں تھے مسلمان کشاوروں کے زیر نگیں نہیں آئے تھے، مگر ان مرکزی شہروں میں حضرت خواجہ کے فیض صحبت سے اسلام کی روشنی

پھیلی اور توحید اسلام کا نام لینے والوں کی ایک جماعت تیار ہو گئی، خصوصاً حمیر میں ایک خلق کثیر حلقہ نجوش اسلام ہو گئی جن میں پرتھوی راج کے چند خاص شاہی عمال بھی تھے، جس کی وجہ سے حمیر کے ارباب حکومت میں سرایگی پھیلی اور عمال حکومت حضرت خواجہ کے درپے آزار ہوئے اور حمیر سے انھیں جلا وطن کرنا چاہا، دوسری طرف دھرم شاستر کے ماننے والے جو گیوں نے یوگا کی تپشیا اور نشتقوں سے جو طاقت حاصل کی تھی اس کو حضرت حمیری کے خلاف استعمال کرتے رہے اور تصوف و سلوک کی ریافت مجاہدہ اور یوگ کی تپشیا اور نشتقوں سے حاصل کی ہوئی قوتوں میں جو مہر کہ آرائی ہوئی اس میں حضرت خواجہ حمیری کو کامرانی حاصل ہوئی اور جو گیوں کے زیر ہونے کے بعد ایک کثیر خلقت اسلام کی آغوش میں آ گئی، اس اثنا میں سلطان شہاب الدین غوری نے ^{۱۱۹۲} شہ ۶۲۶ھ میں پرتھوی راج کو شکست دے کر دھلی کی سلطنت کو قطب الدین ایبک کے سپرد کیا، اور حمیر کی ولایت پر سید وجیہ الدین شہدی مامور کئے گئے، جن کی صاحبزادی سے حضرت خواجہ کا عقد نکاح انجام پایا، اور یہ سلم حکمران خاندان بھی حضرت خواجہ کے عقیدت مندوں میں داخل ہو گیا اور حضرت خواجہ کے روحانی فیوض و برکات کے ساتھ سیاسی اقتدار سے اسلام کو اس دیار میں مزید تقویت حاصل ہوئی۔

حضرت خواجہ کا وجود گرامی ہندوستان میں روحانی فیوض و برکات کا ایسا مینار ثابت ہوا، جس سے ہندوستان کے گوشہ گوشہ میں روشنی پہنچی اور لاکھوں بندگ خدا نے ہدایت حاصل، سلسلہ جنتیہ کا فیض حضرت والا ہی کے توسط سے پہلی مرتبہ ہندوستان میں عام ہوا، اور آج بھی اس کے انوار اقدس سے ہندوستان میں روحانیت کا نظام قائم اور ارباب بصیرت کے لیے اس کے حقہ حقیہ میں درخشانی موجود ہو، حضرت خواجہ ^{۶۲۶ھ} ۱۲۳۶ء یا ^{۶۳۳ھ} ۱۲۳۳ء میں دہلی فوت ہوئے، اور حمیر کی درگاہ ابھی زیارت گاہ خلافت ہو۔

حضرت خواجہ حمیری کی طرف تین کتابیں انیس الارواح، رسالہ در کد نفوس اور دلیل المعارضین منسوب ہیں، اول الذکر میں حضرت خواجہ عثمان ہارونی

کے ملفوظات ہیں جن کو غالباً حضرت خواجہ اجمیری کے کسی مرید نے ان سے سن کر بکچا
 کیا ہے اور دلیل اہل عارفین میں خود حضرت خواجہ اجمیری کے ملفوظات ان کے ارشد
 خلیفہ حضرت نختیار کاکی نے لکھا کئے ہیں اور یہ کتاب اہل صلاح میں متداول ہے
 حضرت خواجہ اجمیری کی طرف سیدنا حضرت حسینؑ کی شان میں وہ مشہور رباعی
 بھی منسوب ہے جس کا آخری مصرع ”حقاً کہ بنائے لالہ است حسین“ ہے
 حضرت خواجہ اجمیری کے خلفاء و مریدین میں حضرت سید بن خٹک سوار
 کا اہم گرامی بھی ہے وہ حضرت سید وحید الدین شہری کے پیچھے تھے، اور ان کے بعد
 ایک کی طرف سے اجمیری کی ولایت پر مامور کئے گئے، مگر حضرت خواجہ کی نظر توجہ
 سے ان کی حالت میں انقلاب آیا۔ وہ حکومت کے فرائض کے ساتھ دین کی اشاعت کی نیت
 بھی انجام دیتے رہے یہاں تک کہ ۶۰۶ھ میں جام شہادت نوش فرمایا۔

حضرت خواجہ اجمیری نے اپنے خلیفہ ارشد حضرت مخدوم سید قطب الدین نختیار
 کاکی کو دینی میں قیام کرنے پر مامور فرمایا سلطان ایک کو ان سے استفادہ کا شرف حاصل
 تھا، دہلی کی جامع مسجد قوت الاسلام کی بناد تعمیر اس نے ۶۰۶ھ میں کی، یہ اس عہد کی
 مشہور یادگار ہے۔ مسجد قطب صاحب ہی کی طرف منسوب ہو کر مشہور ہوئی۔

شیخ یعقوب بن علی لاہوری اس عہد کے ممتاز ارباب فضل و صلاح میں سے تھے
 ۶۱۲ھ میں لاہور تشریف لائے ان سے ایک خلق کثیر نے رشد و ہدایت پائی ۶۱۲ھ
 میں وصال فرمایا، سلطان ایک کے عہد حکومت کے بھی ممتاز علما و صلیائے امت تھے
 اور ان ہی بزرگوں کے سایہ شفقت کا یہ اثر تھا کہ ایک خود بھی دینداری و پارسائی
 اور زہد و ورع سے مالا مال ہوا۔

۱۰ طبقات اہل حق ص ۱۳۵ تا ۱۴۱، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵، ۱۴۶۶، ۱۴۶۷، ۱۴۶۸، ۱۴۶۹، ۱۴۷۰، ۱۴۷۱، ۱۴۷۲، ۱۴۷۳، ۱۴۷۴، ۱۴۷۵، ۱۴۷۶، ۱۴۷۷، ۱۴۷۸، ۱۴۷۹، ۱۴۸۰، ۱۴۸۱، ۱۴۸۲، ۱۴۸۳، ۱۴۸۴، ۱۴

آرام شاہ ۶۰۷ھ آرام شاہ ایک کالے بالک بیٹا تھا، لاہور کے فوجی
افسروں نے ایک کی وفات کے بعد اس کی بادشاہی کا اعلان لاہور میں کیا، مگر
قسمت میں منصب کے لیے ایک دوسرے ترک نوجوان شمس الدین لٹمش (لٹمش) کو منتخب
کر چکی تھی، وہ قطب الدین کا عزیز خادم اور داماد اور اقطاع ہدایوں کا گورنر
تھا، دلی کے فوجی افسروں نے اس کو مدعو کر کے تخت پر بٹھادیا، آرام شاہ نے ۶۰۷ھ میں
دلی پر فوج کشی کی مگر وہ لڑائی میں مارا گیا اور اس ٹھہرے مہینے کے اندر اس کی حکمرانی
کا خاتمہ ہو گیا۔

شمس الدین لٹمش شمس الدین لٹمش ترکی قبیلہ البری کا خان زادہ تھا اس کا باپ
دلیلم اس قبیلہ کا ایک بڑا سردار تھا، اور لٹمش سے غیر معمولی
محبت رکھتا تھا، کہا جاتا ہے کہ اس کے بھائیوں نے رشک و حسد سے اس کو ایک پردیسی
کے ہاتھ فروخت کر دیا جس سے بھارا کے جمال الدین حبیبت قبائے اس کو خریدی اور بیچنے
کے لیے غزنی کے بازار میں لایا، وہ خوش رو ترک بچہ تھا۔ جمال الدین نے گراں قیمت چاہی
شہاب الدین غوری نے اس کی خریداری کی ممانعت کر دی، پھر تیسرے سال ایک کما جاز
وی کہ وہ غزنین کے حدود سے باہر جا کر اس کو خرید سکتا ہے، چنانچہ جمال الدین
اس کو دلی میں لایا، یہیں وہ خرید گیا۔ غزنی میں اس کے خریدے جانے کی ممانعت اور
دلی بریتا، نہ خریداری کے واقعہ کا پیش آنا گویا قدرت کو یہ اشارہ کرنا تھا کہ مستقبل
میں وہ غزنی سے بہ قطع رہی گا اور دلی ہی سے اس کو شرف توطن کا فخر حاصل ہوگا چنانچہ
اس نے ہندوستان میں اسلام کی تعلیم مساوات کے ہاتھوں ترقی کی اور سند حکومت پر بیٹھا۔
اس نے غیر معمولی مشکلات کے ساتھ زمام حکومت ہاتھ میں لی تھی، آرام شاہ کے
خاتمہ سے اس کی مشکلات کا خاتمہ نہیں ہوا، ایک کا حریف ناصر الدین قباچہ ابھی زندہ
تھا، اور خصوصاً ایک کی وفات کے بعد ہندوستان کے تاج و تخت کے لیے جو سلطان
شہاب الدین غوری کا ترکہ تھا، اپنے کو مستحق سمجھتا تھا، اس نے اپنی مملکت کو ملتان
بندھ، کراچ اور عسکریت تک وسیع کر دیا تھا اور آرام شاہ کے بعد اس نے لاہور

پر بھی قبضہ جمایا تھا، اسی طرح ایک کا دو، راجہ تاج الدین یلڈ نے بھی اس موقع کو غنیمت سمجھا، اور ایک کے بعد دلی کے تخت کا دعویدار بنا اور آگے بڑھ کر پنجاب کے کچھ حصہ پر قبضہ کر لیا، دوسری طرف بنگال میں علی مردان خاں نے بختیار خلی کے قتل کے بعد سلطان علاء الدین کے لقب سے اپنی بادشاہی کا اعلان اور اپنا سکہ اور خطبہ جاری کر دیا تھا، اسی طرح راجپوتوں نے بھی اس موقع سے فائدہ اٹھایا اور جالور اور رنتھمبور وغیرہ اہم قلعوں کو قبضہ میں لے لیا تھا اور خود پائے تخت و تاج بھی آتمش کے مخالفوں سے خالی نہ تھا۔ آرام شاہ کے حمایتی افسروں کی سازشوں کا جاں پہاں پھیلا ہوا تھا۔

آتمش نے اپنے حریفوں اور مخالفین پر اجمالی نگاہ ڈالی، اور بڑی دہشت مندی اور حکمت عملی سے راہ عمل طے کی، اس نے سب سے پہلے مغربی سرحد سے ایک سوئی حاصل کرنے کے لیے تاج الدین یلڈ کی طرف دست مصاحمت بڑھایا اور یلڈ کو مطمئن کر کے تباہی پر فوج کشی کی، اور یلڈ اپنے میں لاہور کو اس سے چھین لیا، اس طرح اپنے حدود حکومت مغرب میں شوالک پہاڑی اور شرق میں بنارس تک رکھے اور ان کے انتظام میں مصروف ہو گیا، اس کے بعد جب مغربی سرحد پر خوارزمیوں نے اس کے حریف یلڈ کو پسپا کیا اور وہ لاہور آ کر پناہ گزین ہو گیا اور ملتان میں ٹھہر گیا اور کمرام تک اس کے اثرات پھیلے اس موقع پر اس نے تلج الدین کے قصہ کو پاک کر لینا چاہا، چنانچہ اس پر فوج کشی کی اور اس کو گرفتار کر کے بدایوں کے قلعہ میں قید کر دیا، جہاں اس نے نہ میں دنات پانی اس کے بعد تباہی نے پھر لاہور پر قبضہ کر لیا، اور آتمش کی فوج نے اس کو بھی زیر کر کے اس سے پنجاب کو خالی کر لیا، اور ۱۲۱۳ھ میں یلڈ نے آتمش کا گورنر پنجاہ میں مقرر ہو سکا، اس کے بعد ملک کے گوشہ گوشہ میں اس کی فتوحات اور اثر و نفوذ کا دائرہ روز بروز وسیع ہوتا گیا، چنانچہ اس نے مشرق میں بنارس سے آگے بڑھ کر اڑیسہ کے راجہ جاجنگھ پر فوج کشی کی، اور ان کو باج گزار بنایا، پھر ۱۲۱۴ھ میں بنارس

کی سمت گیا، جہاں علی مردان خان کے بعد حاکم الدین عوض لقب بہ سلطان غیاث الدین اپنا سکہ و خطبہ جاری کیا تھا، وہ مقابلہ کی تاب نہ لا سکا، نذر پیش کر کے اطاعت کی تمنا کی، اپنے چھوٹے بیٹے ناصر الدین محمود کو بنگال کا گورنر بنایا، اور صوبہ بہار کو علیحدہ کر کے ملک عز الدین کے سپرد کیا، غیاث الدین نے التمش کی دہلی کے بعد سر اٹھایا تو ملک عز الدین نے ۶۱۳ھ میں فوج کشی کر کے اس کا خاتمہ کیا، ناصر الدین محمود نے ۶۲۶ھ میں وفات پائی، تو التمش تغزیت کے نام سے دوبارہ مشرقی بنگال گیا، اور ۶۲۶ھ میں علاء الدین خان کو یہاں کی حکومت تفویض کی، مشرقی صوبوں سے سیکوئی حاصل کر کے وہ مشرقی راج پوتانہ کی طرف متوجہ ہوا، چنانچہ ۶۲۳ھ میں قلعہ رنتھمبور اور پتھور سرہوئے پتھر مغربی راج پوتانہ میں قلعہ منڈور ۶۲۲ھ میں فتح ہوا، اس کے بعد ۶۲۵ھ میں سندھ پر حملہ آور ہوا اور نہ صرف اوجھ قبضہ میں آیا، بلکہ ناصر الدین قباچہ نے سپاہ موکر دریا میں کود کر جان دے دی اور پورا علاقہ سندھ پہلی مرتبہ دہلی سلطنت کے ماتحت آگیا، اس طرح کوہستان سلیمان سے کوہستان کھاسی (آسام) تک اور ہمالہ سے بندھیا چل تک وسیع رقبہ مرکزی سلطنت دہلی کی عمل داری میں آگیا، اسی طرح اس نے ۶۲۹ھ میں گوالیار اور ۶۳۱ھ میں مالوہ اور قلعہ بھیلوا پر اور ۶۳۲ھ میں جہین پراقتدار حاصل کیا اس طرح سلطنت دہلی کے جنوبی حدود دریائے نرہدا تک وسیع ہو گئے۔

غیاث التمش بن بٹان میں ایک عظیم تر سلطنت کا بانی بنا اس زمانہ کی رسم کے مطابق اس کے نام میں رستہ ایک شہنشاہی کو پروردہ دار خلافت بغداد سے بھی آگیا، گویا رستمیت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے سلطنت مغربی سے اس کے جداگانہ وجود کی مزید تصدیق ہوئی۔

التمش نے ۶۳۴ھ میں وفات پائی اور قطب صاحب کی مسجد کے پہلو میں دفن کیا گیا

اخلاق و عادات | التمش نیک خو اور عدل پرور تھا، انصاف کے لیے خاص دربار میں مظلوموں کی فریاد سنتا فریادوں کو رنگین کپڑے پہن کر دربار میں آنے کی ہدایت تھی۔ رستہ کی ناگمانی حادثوں کے لیے زنجیر لٹکانی لگتی تھی کہ اس کو اطلاع

دی جاسکے، وہ صاحب علم و فضل اور علماء و ماہرین فن کا قدم دان اور دیندار متحد
گزرا اور صاحب زہد و ورع تھا، اور صلوائے امت کی خدمت میں حاضر رہنے کو سعادت
کو نین سمجھتا تھا۔

التمش کا عہد حکومت | التمش کے طویل دورِ حکمرانی میں ہندوستان کی سلطنت کے
خوابین شمسبہ | استعمار کے لیے جو کوششیں عمل میں آئیں، ان سے اس کا اور اس

کے خاندان کا امتیازی وقار قائم ہو گیا، ملک و خوابین اس کے جاں نثار بن گئے، یہاں تک
کہ ۲۹ء میں ”خوابین شمسبہ“ کے نام سے ایک جماعت کا تاسیس عمل میں آئی جس کو زمانہ حال

کی اصطلاح میں دارالامرا کہا جاسکتا ہے، لیکن اس کے اختیارات دارالامرا سے زیادہ وسیع
بلکہ موجودہ زمانہ کے لیمیلچر کے ایوان عام کے اختیارات کے مانند تھے اقتدار اعلیٰ جو التمش
کے ہاتھوں میں تھا، اس کے استعمال کا حق رفتہ رفتہ اسی مجلس ”خوابین شمسبہ“ کے ہاتھوں
میں آ گیا تھا، التمش کے بعد یہی خوابین سلاطین کے عزل و نصب کے مختار بن گئے، وہ سلاطین
کے انتخاب میں التمش کے خاندان یا اس کے مولیٰ رازدار کردہ غلام اس کے انتساب کا لحاظ رکھتے
تھے، اور اسی مناسبت سے بعض مورخین نے ان خوابین شمسبہ کے قائم کئے ہوئے سلاطین
شمسبہ کے نام سے موسوم کیا ہے۔

وزرا عرا | اس عہد کے ممتاز اہل علم منصب وزارت پر مامور کئے گئے تھے۔ وزارت

عظمیٰ کے منصب پر نظام الملک توام الدین محمد بن ابوسعید جنیدی سرفراز تھے جن کے مرنے

خليفة بغداد کا قتل ان وزارت بھی رہ چکا تھا، وہ شمسبہ میں منصب وزارت پر سرفراز داد

التمش کے پورے دورِ حکومت میں اس منصب پر مامور رہا، اس کے بعد اس نے رکن الدین

نیروز شاہ کی حمایت کی اور اس کے خاتمہ کے بعد وہ بھی سیاست سے کنارہ کش ہو گیا، اسی طرح

مولانا تاج الدین دہلوی صاحب دیوان رسائل (انچارج سکریٹری) تھے بعض موقوفوں

پر قصائد بھی لکھے ہیں، بہار الملک تاج الدین حسن بن احمد شمسری المتوفی ۶۳۲ھ۔

جب سلطان ناصر الدین قباچہ کے وزرا میں تھا، اس کے زوال کے بعد التمش کے دیا من

دولت سے وابستہ ہوا، وہ اپنے دور کے ممتاز اہل علم میں شمار کیا جاتا تھا، رکن الدین نیروز شاہ

کے دور میں وزارت کے منصب پر مامور کیا گیا، اسی طرح عین الملک فخر الدین حسین بن احمد اشعری سلطان ناصر الدین قباچہ کے دربار میں پڑھنے سے ۶۲۵ھ تک منصب وزارت پر فائز رہا اس کی موت کے بعد وہ بھی اتمش کے دامن دولت سے وابستہ ہوا اس نے اس کو رکن الدین فیروز شاہ کا اتالیق مقرر کیا اور اس کے عہد میں وزارت کے منصب پر مامور رہا۔

شیخ الاسلام | اس عہد میں شیخ الاسلامی کے منصب پر مولانا جلال الدین سرخراز تھے، ان کی وزارت کے بعد مولانا نجم الدین صغریٰ سرخراز آئے گئے پھر آگے چل کر اپنے بعض اعمال کی بنا پر سلطان کے عتاب میں آئے اور حضرت بہار الدین زکریا ملتانی کو یہ منصب پیش کیا گیا۔

قضاۃ اتمش کے عہد کے ممتاز قضاۃ میں قاضی سعد الدین کردری، قاضی حمید الدین ناگوری، قاضی نصیر الدین معروف بہ کاسہ لبس، قاضی جلال الدین قاضی کبیر الدین اور قاضی قطب الدین کاشانی متوفی ۶۳۳ھ وغیرہ تھے علماء و فضلاء | اس دور کے ممتاز علماء و فضلاء میں ارباب مسند درس و باکمال اساتذہ میں مولانا شرف الدین ابوقوامہ حنفی دہلی، جن کے حلقہ درس میں شیخ شرف الدین احمد بن یحییٰ منیری بھی رہ چکے تھے، شیخ علی بن حامد کوئی شیخ فخر الدین عمید ٹوٹی جن کے بہترین نقاد بھی اتمش کی شان میں ہیں اور ملا جلال الدین وغیرہ تھے، اسی طرح اس عہد کے ممتاز ارباب علم میں محمد بن محمد عوفی کا نام شہرت عام رکھتا ہے، اس نے اپنی مشہور کتاب باب الالباب، ناصر الدین قباچہ کے عہد میں وزیر عین الملک کے لیے تصنیف کی، جو گب بیوریل کی طرف سے عبد الوہاب قزوینی کی تصحیح و تفسیر کے ساتھ چھپ چکی ہے۔ پھر اس نے اتمش کے دربار میں پہنچ کر وزیر نظام الملک حنیفی کے نام اپنی دوسری مشہور کتاب جوامع الحکایات و لوامع الودایا معنون کی، اس کے دیباچہ میں اتمش اور نظام الملک کے نام سے انتساب کرنے کا ذکر آیا ہے

ملہ اگرچہ اس اصل قاضی خدا جی تل بہا نہیں ہو، مگر کثرت سے نسخے موجود ہیں (بقیہ جلد ۱۴۳ء)

اسی طرح عونی نے قاضی تنوخی متوفی ۳۳۲ھ کی الفرج بعد الشدة کو عربی سے فارسی میں منتقل کیا ہے۔

شعراء | التمش کے عہد کے ممتاز شعراء ہاؤالدولہ علی بن احمد جاجی کو تیار چال تھا، وہ صاحب سیف امراء میں سے تھا، جاج نگر کا قلعہ فتح کیا تھا، آگے چل کر التمش نے اس کو بدایوں کا امیر داؤد مجشرٹ، مقرر کر دیا تھا۔

مشائخ | اس عہد کے اکابر مشائخ طریقت میں سے حضرت مخدوم خواجہ عبد قطب الدین بختیار کاکی متوفی ۳۳۲ھ سے التمش کو غیر معمولی عقیدت تھی، التمش کے پورے دور میں حضرت کے وجود و گرامی سے روحانی فیوض و برکات کا حشر پھرا، اود شہسپت مستحق سے پورا ہندوستان سرشار رہا۔

حضرت خواجہ بختیار کاکی مادراء انہر کے قصبہ اوش میں پیدا ہوئے ڈیڑھ سال کی عمر میں سایہ پدری سر سے اٹھ گیا، والدہ کے دہن تربیت میں پرورش پائی، پانچ سال کی عمر میں مدرسہ میں داخل کئے گئے، شیخ ابو حفص اوشی سے علوم کی تحصیل کی اود ۱۰ سال کی عمر میں حضرت خواجہ عبد معین الدین چشتی سے دست بیعت ہوئے اود اس عہد کے اکابر مشائخ حضرت شیخ اشیوخ شہاب الدین سہروردی، شیخ اوحمد الدین کرمانی شیخ برہان الدین چشتی، اور شیخ محمود صفہانی کے روبرو حضرت خواجہ معین الدین نے انھیں اپنا فرقہ خلافت عطا فرمایا، کچھ دنوں کے بعد جب حضرت خواجہ معین الدین چشتی ہندستان تشریف لائے تو انھوں نے بھی شوق دیدار میں ہندستان کا سفر اختیار کیا۔

پہلی منزل لٹمان میں قرار پائی۔ یہاں حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی کا حلقہ صحبت قائم تھا، حضرت جلال الدین تبریزی بھی ان دنوں یہیں تشریف فرما تھے، حضرت قطب الدین

(تقریباً صفحہ ۱۴۲) ڈاکٹر نظام الدین نے اس پر اپنی محققانہ کتاب لکھی جو گنج میردلی کی طرف سے چھپ چکی ہو اود ریاست متین کی جدید حکایتوں کا اردو ترجمہ دو جلدوں میں انجمن ترقی اردو کی طرف سے اختر شہزادی نے علم سے منتقل ہو کر چھپ چکا ہے، فارسی متن کا ایک نسخہ دارالمصنفین کے کتب خانہ میں بھی موجود ہو، سلطان مراد نے سکر پور میں ایک کشف الفنون میں ذکر کیا ہو ان عرب شاہ متوفی ۱۰۳۰ھ نے اس کو ترکی زبان میں منتقل کیا، پھر نکاتی متوفی ۱۰۳۰ھ سلطان محمد غیاث کے لیے اود علی بن جلال الدین متوفی ۱۰۳۰ھ سلطان بایزید کے لیے ترجمہ کرتے تھے، نیز میرن احمد شہزاد نے اس کا کتاب تیار کیا۔

بھی کچھ دنوں یہاں قیام فرما رہی، پھر دہلی تشریف لائے۔ حضرت خواجہ جمیری نے انہیں دہلی ہی میں قیام رکھنے کا حکم عطا فرمایا، اور یہاں ان کے فیوض و برکات کا سرشتیہ جاری ہو گیا، خود سلطان اتمش کو ان سے غیر معمولی عقیدت پیدا ہو گئی، اس نے ہفتہ میں دو مرتبہ حضرت کی خدمت میں حاضری دینا اپنا معمول بنالیا، اور ان کے فیض صحبت سے بہرہ اندوز ہوتا رہا، حضرت کی طرف سلطان اتمش کے غیر معمولی رجحان کو دیکھ کر اس عہد کے شیخ الاسلام نجم الدین صفری کو ان سے شکوہ پیدا ہوا۔ حضرت خواجہ جمیری دو مرتبہ اس عہد میں دہلی تشریف لائے اور جب مولانا نجم الدین صفری نے حضرت خواجہ جمیری سے حضرت قطب الدین کا شکوہ کیا اور حضرت نے انہیں دہلی سے روانہ ہونے کا حکم فرمایا، تو سارا ذاتی فرط عقیدت سے حضرت کے نقش قدم کی خاک پاک کو اٹھا اٹھا کر سڑوں پر رکھنے لگا، حضرت خواجہ نے اہل دلی کی عقیدت دیکھ کر یہیں قیام رکھنے کی اجازت مرحمت فرمائی کہ ایک دلی یعنی شیخ الاسلام نجم الدین صفری کو خوش کرنے کے لیے اتنے دلوں کو دکھایا نہیں جاسکتا، حضرت خواجہ جمیری کے اس فیصلہ سے سلطان اتمش کو بھی سکون خاطر حاصل ہوا، دہلی میں خلق خدا پروردگار ان کے گرد اکٹھا ہوئی اس کی مثال اس سے پہلے نہیں گزری تھی۔ حضرت پروردگار کا کیف طاری ہوتا تھا، وفات کا سانحہ بھی اسی سلسلہ میں پیش آیا، قوال ایک غزل گارہا تھا اس شعر پر پہنچا۔

کشتگانِ خنجرِ تسلیم را ہر زماں از غیب جانے دیگہ بہت
تو حضرت پروردگار ہی ہوا، تین دن تک یہ کیفیت جاری رہی، قوال بھی شعر کو دہراتا رہا، یہاں تک کہ دھل بجت ہوئے۔

حضرت کی طرف دو گنا بی مذہب ہیں ایک تو ان کا فارسی دیوان ہے، دوسری فوائدِ اسالکین کے نام سے ان کے ملفوظات کا مجموعہ ہے جس کو ان کے خلیفہ حضرت بابا فخر الدین گنج شکر نے جمع کیا ہے۔

شیخ نور الدین مبارک بن عبد اللہ حسینی غزنوی، سلطان شہاب الدین غوری

کے وقت سے صاحب منرات مشائخ میں سے تھے۔ غزنی میں پیدا ہوئے اور اپنے ماموں شیخ عبدالواحد بن شہاب احمد غزنوی سے تحصیل کی، پھر بغداد کا سفر کیا حضرت سہروردی سے فیض حاصل کیا، سلطان شہاب الدین غوری اپنی لڑائیوں میں جانے سے پہلے ان سے دعا کا طالب ہوتا تھا، اس نے شیخ الاسلامی کے منصب پر انھیں سفر فرما دیا، یہ غزنی میں مقیم تھے، پھر ہندوستان تشریف لے آئے۔ سلطان لہنس ان کی غیر معمولی تنظیم کرتا۔ صدر مجلس میں بٹھاتا، دست بوسی کرتا اور اپنی مہموں میں ان سے دعاؤں کا طالب ہوتا تھا۔ ۷۳۳ھ میں انھوں نے وفات پائی۔ اور حوض تھسی سے مشرق میں قدیم دہلی میں مدفون ہوئے (۲۰۲)

اس دور کے ممتاز مشائخ میں حضرت بہار الدین زکریا ملتانی کا درجہ بہت بلند ہے وہ حضرت قطب الدین بختیار کاکی کے ہم عصر تھے، ۶۱۵ھ میں ملتان کے نواح میں پیدا ہوئے، عالم اسلامی میں علوم دین اور تصوف کے جو اہم مرکز تھے، وہاں تحصیل کسب فرمایا اور ملتان میں اقامت اختیار فرمائی۔ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی کے خلیفہ اور ہندوستان میں سہروردی سلسلہ کے بانیوں میں سے تھے ان کے فیض سے علم حدیث علم طریقت کی روشنی پھیلی، خصوصاً سندھ و ملتان کا علاقہ ان کے نیوض و برکات سے مالا مال تھا۔ اگرچہ ان کا قیام ناصر الدین قباچہ کے حدود حکومت میں تھا اور قباچہ و لہنس میں دیرینہ اختلاف قائم تھا، یہ لہنس کو حق پر تصور کرتے تھے اور ایک موقع پر جب قباچہ نے ایک سازش کا جال بھیلایا اور لہنس کو نقصان پہنچنے کا خطرہ پیدا ہوا تو حضرت قاضی شرف الدین اصفہانی نے لہنس کو خط لکھ کر دیتی عرض تصور کیا مگر وہ مکتوب بیکڑ لیا گیا اور قباچہ نے اکتساب کے لیے دربار میں انھیں اور قاضی شرف الدین اصفہانی کو بلوایا اور مکتوب کو قاضی اصفہانی کے ہاتھ میں دے کر جو اب طلب کیا، وہ خاموش رہی، قباچہ نے اسی لمحہ جلا دے انھیں تڑپ کر دیا، پھر حضرت بہار الدین زکریا کی طرف متوجہ ہوا اور ان کے ہاتھ میں مکتوب کو رکھ دیا۔ حضرت نے فرمایا ”میں نے اس کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے لکھا ہی اور صبح لکھا ہی“ یہ جواب سننے ہی تباہی پر (زہ طاری ہو گیا اور عزت و احترام سے انھیں رخصت کر دیا۔ اس کے بعد جب شیخ الکلام

نجم الدین صغریٰ نے حضرت جلال الدین تبریزی پر سازش کر کے زنا کی تہمت لگائی تو سلطان آتش نے ملک کے علماء و صلیحا کی ایک مجلس منعقد کی، حضرت بہار الدین رکاب بھی اس میں تشریف لائے اور وہی اس مقدمہ کی سماعت کے لیے حکم بنائے گئے، جب حضرت تبریزی مجلس میں تشریف لائے تو حضرت ذکر الہی نے اُن کو ان کا استقبال کیا اور ان کی چوتیاں ہاتھ میں اٹھائیں یہ کیفیت دیکھ کر مطربہ پر ایک عالم طاری ہوا اور اس نے سازش کا پورا دوا تو مجلس میں بیان کر دیا۔ مولانا نجم الدین صغریٰ محبات سے بیہوش ہو گئے، سلطان نے اُن کو شیخ الاسلام کے منصب سے برطرف کر دیا۔ اور حضرت بہار الدین ذکر الہی سے اس منصب کے قبول کرنے کی استدعا کی جس کو انہوں نے قبول فرمایا۔ حضرت ۶۲۶ھ میں وصال پاتے ہوئے۔ حضرت سید محمد بن علی حسینی بگلری، مردم خیر قصبہ بگلرہم کے ذی علم خاندان کے مورث اعلیٰ بھی اسی دور میں گزرے ہیں وہ صاحب سیف شائع میں سے تھے اور حضرت قطب الدین بختیار کاکی کے مرید تھے ۶۱۱ھ میں بگلرہم آئے اور اس علاقہ کو فتح کیا ۶۲۷ھ میں یہاں ایک قلعہ تعمیر کیا۔ سلطان آتش نے جاگیر عطا کی ۶۲۸ھ میں وصال فرمایا شیخ محمد بن محمد ترکمانی، خواجہ عثمان ہارونی کے خلفاء میں سے تھے، ہندوستان میں تشریف لا کر نارنول میں اقامت اختیار فرمائی ایک خلق کثیران کے ہاتھ پر ہلاک لائی، ۶۳۲ھ میں وصال فرمایا (۲۲۷)

اسی طرح حضرت قاضی حمید الدین محمد بن عطاء ناگوری کا شمار بھی باکمال مشائخ طریقت میں ہے، ان کے والد حضرت عطاء سلطان شہاب الدین کی معیت میں دہلی تشریف لائے، حضرت قاضی حمید الدین ناگوری المتوفی ۶۴۳ھ میں پہلے ناگد کی قضاوت پر سفر اذ ہوئے، پھر بغداد پہنچ کر حضرت سہروردی سے بیعت کی، اور وہیں آ کر حضرت خواجہ حمیرا کی بارگاہ سے فیض اٹھایا اور آتش کے دور میں حضرت قطب الدین بختیار کاکی کی معیت میں دہلی میں مستقل سکونت اختیار کی اور خلق خدا کو فیض یاب فرمایا، کتاب اللوائح اور کتاب طوائف الشوس ان کی یادگار ہیں اسی طرح ابن عہد کے باکمال مشائخ طریقت ہیں شیخ علی بن احمد بن مؤید دہلی

ہیں، جن کے زور پر حضرت خواجہ اجتہیری کے واسطے کے بغیر وہ اکیلا دوسرا سلسلہ خشتیہ ہو جو ہندوستان میں جاری ہوا، اسی طرح شیخ سلیمان بن عبداللہ عباسی متوفی ۶۵۹ھ جو شہاب الدین سہروردی اور شیخ فرید الدین عطار کے صحبت یافتہ تھے اور شیخ عزیز الدین لاہور متوفی ۶۱۲ھ اور شیخ صلاح الدین حسن گیلانی متوفی ۶۲۳ھ اس دور کے ممتاز اکابر تھے۔

ان بزرگوں کا یہ فیض کرم تھا کہ یہ دور تقویٰ، خدا ترسی اور عبادت و ریاضت کے لیے ایسا موزوں قرار پا گیا تھا کہ سلطان وقت ایش بھی اس ماحول سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا، اور یہ شاید عام نگاہوں میں نہ ہو، کہ جس طرح سلاطین کی صف میں وہ امتیاز رکھتا ہو اور اس کے عہد کے سیاسی حالات، سیاسی تاریخوں میں قلمبند کئے گئے ہیں۔ اسی طرح اولیائے کرم کے تذکروں میں بھی ان کے پہلو پہ پہلو اس کا نام جس عقیدت کے ساتھ لکھا گیا ہو کہ وہ حضرت قطب الدین بختیار کاکی کا مرید اور ان کا صحبت یافتہ تھا اور اس کی اس جامعیت کا تذکرہ مؤرخین نے اس انداز میں کیا ہے۔

”ظاہر میں گواہ شاہ تھے، مگر دل فقیر تھا، ان کا قاعدہ تھا کہ کم کھاتے کم سوتے،

تمام شب بے خواب رہتے اپنے کسی کام کے واسطے غلام اور دھرم کو تکلیف نہ دیتے، رات

کو ڈول رتی پٹنگ کے نیچے رکھتے، کہ نماز تہجد کے ادا کرنے کے لیے جب اٹھیں تو خود پانی بھر لیا

کر لیا کہ دوسرا بے آرام نہ ہو اور آخر شب گدڑی اڈھک کر شرمینا گشت کرتے۔ جس تکلیف

ہوتی اس کو دفع کرتے، علما و صلحا کو بہت کچھ دیتے اور قلیلیوں میں بھر کر پوشیدہ ان کے

گھروں میں چھپک دیتے تھے۔“

۱۔ طبقات نصیری ص ۱۶۵ تا ۱۶۹، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵، ۱۴۶۶، ۱۴۶۷، ۱۴۶۸، ۱۴۶۹، ۱۴۷۰، ۱۴۷۱، ۱۴۷۲، ۱۴۷۳، ۱۴۷۴، ۱

سُلطان رکن الدین فیروز شاہ
شعبان ۶۳۳ھ - ۶۳۴ھ
اپریل ۱۲۳۵ھ - ۱۲۳۶ھ

آتش نے اپنی زندگی میں اپنی جانشینی کے مسئلہ کو کسی قدر پیچیدہ بنا دیا تھا، عام اصول کے مطابق اس نے اپنے بیٹے فیروز کو امور مملکت میں حصہ لینے کے لیے آگے بڑھایا، ۶۳۵ھ - ۱۲۳۶ھ

میں اس کو بدایوں کے صوبہ کی گورنری دی مگر اس کے طوطے طریقے ایسے تھے، کہ وہ اس کی نظر میں اس کی جانشینی کے لائق قرار نہ پاسکا۔

رضیہ کی جانشینی کا پس منظر | اس لیے اس نے ایک دوسرے موقع پر فیروز کی موجودگی میں گوالیار کی مہم پر جاتے ہوئے اپنی بیٹی

رضیہ کو دہلی کی زمام حکومت سپرد کی اور وہیں آکر وزیر اعظم تاج الملک محمود سے کہا کہ وہ رضیہ کی ولیعهدی کا اعلان کر دے، اگرچہ ترکوں میں نامور حکمران غوثا تین گزر چکی تھیں، مگر ہندوستان کی روایات کا لحاظ کر کے ترک افسروں نے دہلی زبان سے اس تجویز سے اختلاف کیا مگر آتش نے یہ کہہ کر انھیں خاموش کر دیا کہ اس کے بیٹے فیروز میں سلطنت کا بارگاہ سنبھالنے کی صلاحیت نہیں انھیں خود تجربہ ہو جائے گا کہ رضیہ بڑی دانشمندی اور تدبیر سے اس منصب کی اہل ثابت ہوگی چنانچہ ۶۳۹ھ میں اس کی ولیعهدی کا اعلان ہو گیا اور اس کے نام کا سکہ بھی اس کی زندگی میں جاری کر دیا گیا، اور فیروز کو عین الملک محمود کی نگرانی میں جس نے رضیہ کی ولیعهدی کی مخالفت کی تھی، لاہور کی صوبہ داری پر بھیج دیا، اور اس طرح گویا اس کو دار السلطنت سے دور کر کے پائے تخت کو آئندہ پیش آنے والے خطرہ سے بچایا گیا، مگر فیروز کی ماں ترکان خاتون بھی بڑی ہوش مند ملکہ تھی، وہ فیروز کے حق ولیعهدی سے کستبردار نہیں ہوئی اور ترک افسروں کو اپنا ہم نوا بنالیا۔

رکن الدین کی تخت نشینی | چنانچہ جب آتش آخری مرتبہ لاہور سے واپس آیا تو فیروز کو اپنے ساتھ لیتا آیا، اس طرح اگرچہ اس کی ولیعهدی کا اعلان نہ ہو سکا، مگر یہ مسئلہ گویا نئے سرے سے ابواب حکومت کی ترجمہ کا مرکز بن گیا، اور

جب آتش نے وفات پائی تو ملکہ ترکان خاتون اپنے بیٹے کو ترک فہروں کی مدد سے دہلی کے تخت پر بٹھانے میں کامیاب ہو گئی اور اس کا لقب رکن الدین قرار پایا۔

رکن الدین جیسا کہ آتش کو خطرہ تھا تخت پر بیٹھتے ہی کاروبار سلطنت سے غافل ہو کر عیش و طرب میں مشغول ہو گیا، شاہی خزانے کو بیداری سے برباد کرنے لگا، ترکان خاتون نے سلطنت کی زمام گویا اپنے ہاتھ میں لے لی، سوکھوں کو ہلاک کرایا، ایک سو تیلے بیٹے کا اکٹھ میں سلائی پھرد والی اور لنگہیں ابر کا شروع ہوئی سلطان رکن الدین کا چھوٹا بھائی غیاث الدین مجر اور دھکا حاکم تھا، اس نے اطاعت سے انکار کیا، لکنہوئی سے اپنے والے شاہی خزانہ کو اور دھمیں روک لیا، اسی طرح بدایوں، لاہور، ملتان اور قلعہ

دہلی کے صوبہ دہلی کی باہمی مرسلت سے رکن الدین کی مخالفت کرنے کا فیصلہ کیا گیا، سلطان رکن الدین ان خود مسلوں کو سزا دینے کے لیے دہلی سے نکلا ان گورنروں کی فوج مقابلہ کے لیے آئی، اس آیتا میں خود رکن الدین کی فوج کے افسر چند ممتاز ساتھیوں کو قتل کر کے دہلی لوٹ آئے، اب رضیہ نے اپنے لیے فضا ساز کار و کجی، وہ شجاعت سے مظلومیوں کا لباس پہن کر جامع مسجد میں آئی، آتش کی مہربانیاں یاد دلایں اور کہا کہ وہ بھائی کے قصاص کے لیے اٹھی ہر ایک بھائی نے اس کے دوسرے بھائی کو مار ڈالا ہو، نقصان رکن الدین کے خلاف ہو چکی تھی، آتش کا رضیہ کو دلچسپ بنانا لوگوں کو یاد آیا اور فوجوں نے یہ کہہ کر کہ اگر یہ بھائیوں سے ہشتر ثابت ہوئی، تو تاج و تخت کی یہ مالک رہے گی اس کو سخت پیش کر کے تاجدار بنا دیا، ترکان خاتون کو گھر قمار کے قید کر دیا گیا، رکن الدین نے یہ حالات سن کر دہلی کا رخ کیا تو سلطانہ رضیہ نے پیش قدمی کر کے اس کو شکست دی اور گھر قمار کر کے قید خانہ میں ڈال دیا، رکن الدین فیروز صہت ۶ ہجری ۶۸۷ء کو دہلی حکمران رہا اور ہندوستان میں پہلی مسلمان خاتون صاحب تخت و تاج بنی۔

۱۔ فرشتہ ج ۱ ص ۶۸ فتوح و سلاطین عوامی ص ۱۲۶، ۱۲۷، طبقات مصری ص ۱۸۰، ۱۸۵

۲۔ ظہر الوریح ص ۷۰، ۷۱، ۷۲ ابن بطوطہ ج ۲ ص ۱۲۵ فتوح رشید بن مسلم علی بن ابی اسحاق ص ۱۶

۳۔ ۱۱۰، تاریخ جنساق ذکار و شہدہ ص ۴۲، ۴۳، ۴۴۔

سلطانہ رضیہ | سلطانہ رضیہ نے مردانہ لباس پہن کر بے نقاب تخت سلطنت پر جلوس کیا اور تکیہ و ہوش مندی سے حکومت کی باگ ڈور سنبھالی۔
 ۶۳۴ھ ۱۲۳۴ء ۶۳۵ھ ۱۲۳۵ء
 لی سلطان رکن الدین کو شکست صوبائی گورنروں کے ہاتھوں ہوئی تھی، وہ بڑھتے ہوئے وہی تک چلے آئے، اب وہ سلطان کی نامزدگی کو اپنا حق تصور کرنے لگے اور وہ دربار دہلی کے امرا کی رائے سے اتفاق نہ کر سکے اس طرح ارباب سیف کے مستقل گروہ قائم ہو گئے۔ صوبہ داروں کے گروہ میں سے اور وہ کے حاکم نے رضیہ کی حمایت کرنا چاہی مگر وہ گرفتار کر کے قتل کر دیا گیا، سلطانہ نے شہر سے نکل کر جہان کے کنارے نصیب لگایا دوسری طرف ترک امرا بھی دو گروہ ہوں میں بٹ گئے۔ مگر رضیہ کے حسن تدبیر سے مخالفین کو شکست ہوئی، ان گورنروں میں سے اکثر مارے گئے اور کچھ روپوش ہو گئے، رضیہ نے پورا تسلط قائم کر کے حکومت کے نظم و نسق پر توجہ کی، مختلف صوبوں میں گورنر بھیجے اور لکھنوتی سے دیوبند و سندھ تک کا علاقہ اس کا مطیع و منقاد ہو گیا۔

رضیہ نے تین سال تک امن و امان کی حکمرانی کی، بعض قلعے جو پہلے سے قبضہ ہو چکے تھے وہاں ہم بھیج کر ان پر قبضہ کیا، وہ امور جان نزاری سے بخوبی واقف تھی مردانہ لباس میں باہر نکلتی، سوار ہو کر میدان جنگ میں جاتی، گھوڑے پر سوار ہوتی، عدالت و انصاف کے لیے بیٹھتی تو عادلانہ فیصلے کرتی، لیکن سہلائی ملکوں عورتوں کی بادشاہی کا رواج نہ تھا، اس کے کئی بھائی بھی موجود تھے، اس کے خلاف شورش پیدا کرنے کے لیے بعض کوئی بہانہ چاہیے تھا اور باریں ترک انہروں میں سے اس کا ایک مخالف گروہ جو اگرچہ کمزور ہو چکا تھا مگر پھر بھی موجود تھا۔ اس کے دربار میں رفتہ رفتہ ایک حبشی جمال الدین یاقوت کو اقتدار حاصل ہو گیا تھا، ترک ملک و امرا کو اس کا اقتدار ناگوار گزرا، وہ اگرچہ سلطنت کے سارے کام مردانہ شجاعت سے انجام دیتی تھی، مگر اس کی نونیت بہر حال اس میں موجود تھی، اور اس کے مخالفین کے پاس اس کے خلاف بھڑکانے کے لیے یہ آسان حربہ موجود تھا، چنانچہ اندر اندر اس کے خلاف تحریک ہوئی، اور وہ ایک شورش بن کر اٹھی، یاقوت حبشی گرفتار کر کے قتل کیا گیا، اور رضیہ کو جب کہ وہ بھنڈہ پر فوج کشی میں مصروف تھی، خود اس کے

ہمراہیوں نے سازش سے مگر قتل کے بھٹندہ میں قید کر دیا اس نے بھٹندہ کے قلعہ دار سے شادی کر کے وہاں سے نکلے اور گھروں اور جاٹوں کی مدد سے دہلی پر حملہ آور ہونے کی کوشش کی مگر کامیاب نہ ہو سکی آخر دہلی کے اطراف میں ماہ ربیع الاول ۶۳۹ھ میں قتل کر دی گئی اس کو تین سال چند مہینے حکمرانی کا موقع مل سکا۔

معز الدین بہرام شاہ | اس وقت دہلی اور اس کے نواح میں سلطنت کے خلاف ساز باز کرنے میں سازش کرنے والوں کے کئی گروہ قائم ہو گئے تھے چنانچہ رضیہ کی مگر قاری کے بعد تمشک کے بیٹے بہرام شاہ کی بادشاہی کا اعلان کیا گیا اس نے معز الدین لقب رکھا، ترک امرا اور ملک اپنی فوجیں لے کر پائی تخت میں اطاعت کا حلف لینے کے لیے آئے اور معز الدین نے اقتدار اعلیٰ کی کمان ان کے ہاتھوں میں دے دی اور ان کے رحم و کرم پر دہلی کے تخت کا مالک بنا، وزارت کی باگ دوں امیروں اختیار الدین اور مہذب الدین کے ہاتھوں میں آ گئی۔ منوخر الذکر نے بہرام شاہ کے اقتدار کو ہاتھ سے نکلنے ہوئے دیکھ کر ان دونوں پر خفیہ حملہ کر لیا، اختیار الدین مارا گیا۔ مہذب الدین زخمی ہو کر بچ نکلا، ایک دوسرا ملک بد الدین سنقر امیر و حاجب مقرر ہوا اس نے بھی اپنے حدود سے تجاوز کر کے پورے ملک کو اپنے ہاتھوں میں سمیٹ کر لے لیا، اس کے بعد مختلف امرا سازشوں کا جال پھینکے میں مصروف رہی اور یکے بعد دیگرے منصب وزارت پر آئے یہاں تک کہ ۶۳۹ھ میں جب شاہی لشکر مغلوں کے مقابلہ کے لیے جا رہا تھا منصوبہ باندھنے والوں نے اس کو بادشاہ کے خلاف کر لیا، وہ دلی لوٹ آیا، اور شاہی محل کا محاصرہ کر لیا۔ صلح کی کوششیں ناکام رہیں اور بہرام شاہ ماہ شعبان میں مگر قتل اور دلی قتلہ ۶۳۹ھ میں قتل کر دیا گیا۔ وزارت کے منصب پر نظام الملک ستونی بیستور محمود رہا۔

۱۲۹۰ھ (۱۲۹۰ء) طبعات دہلی میں ۱۸۳۱ء ۱۹۰۲ء ظفر اللغات ج ۲ ص ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵، ۱۴۶۶، ۱۴۶۷، ۱۴۶۸، ۱۴۶۹، ۱۴۷۰، ۱۴۷۱، ۱۴۷۲، ۱۴۷۳، ۱۴۷۴، ۱۴۷۵، ۱۴۷۶، ۱۴۷۷، ۱۴۷۸، ۱۴۷۹، ۱۴۸۰، ۱۴۸۱، ۱۴۸۲، ۱۴۸۳، ۱۴۸۴، ۱۴۸۵، ۱۴۸۶، ۱۴۸۷، ۱۴۸۸، ۱۴۸۹، ۱۴۹۰، ۱۴۹۱، ۱۴۹۲، ۱۴۹۳، ۱۴۹۴، ۱۴۹۵، ۱۴۹۶، ۱۴۹۷، ۱۴۹۸، ۱۴۹۹، ۱۵۰۰، ۱۵۰۱، ۱۵۰۲، ۱۵۰۳، ۱۵۰۴، ۱۵۰۵، ۱۵۰۶، ۱۵۰۷، ۱۵۰۸، ۱۵۰۹، ۱۵۱۰، ۱۵۱۱، ۱۵۱۲، ۱۵۱۳، ۱۵۱۴، ۱۵۱۵، ۱۵۱۶، ۱۵۱۷، ۱۵۱۸، ۱۵۱۹، ۱۵۲۰، ۱۵۲۱، ۱۵۲۲، ۱۵۲۳، ۱۵۲۴، ۱۵۲۵، ۱۵۲۶، ۱۵۲۷، ۱۵۲۸، ۱۵۲۹، ۱۵۳۰، ۱۵۳۱، ۱۵۳۲، ۱۵۳۳، ۱۵۳۴، ۱۵۳۵، ۱۵۳۶، ۱۵۳۷، ۱۵۳۸، ۱۵۳۹، ۱۵۴۰، ۱۵۴۱، ۱۵۴۲، ۱۵۴۳، ۱۵۴۴، ۱۵۴۵، ۱۵۴۶، ۱۵۴۷، ۱۵۴۸، ۱۵۴۹، ۱۵۵۰، ۱۵۵۱، ۱۵۵۲، ۱۵۵۳، ۱۵۵۴، ۱۵۵۵، ۱۵۵۶، ۱۵۵۷، ۱۵۵۸، ۱۵۵۹، ۱۵۶۰، ۱۵۶۱، ۱۵۶۲، ۱۵۶۳، ۱۵۶۴، ۱۵۶۵، ۱۵۶۶، ۱۵۶۷، ۱۵۶۸، ۱۵۶۹، ۱۵۷۰، ۱۵۷۱، ۱۵۷۲، ۱۵۷۳، ۱۵۷۴، ۱۵۷۵، ۱۵۷۶، ۱۵۷۷، ۱۵۷۸، ۱۵۷۹، ۱۵۸۰، ۱۵۸۱، ۱۵۸۲، ۱۵۸۳، ۱۵۸۴، ۱۵۸۵، ۱۵۸۶، ۱۵۸۷، ۱۵۸۸، ۱۵۸۹، ۱۵۹۰، ۱۵۹۱، ۱۵۹۲، ۱۵۹۳، ۱۵۹۴، ۱۵۹۵، ۱۵۹۶، ۱۵۹۷، ۱۵۹۸، ۱۵۹۹، ۱۶۰۰، ۱۶۰۱، ۱۶۰۲، ۱۶۰۳، ۱۶۰۴، ۱۶۰۵، ۱۶۰۶، ۱۶۰۷، ۱۶۰۸، ۱۶۰۹، ۱۶۱۰، ۱۶۱۱، ۱۶۱۲، ۱۶۱۳، ۱۶۱۴، ۱۶۱۵، ۱۶۱۶، ۱۶۱۷، ۱۶۱۸، ۱۶۱۹، ۱۶۲۰، ۱۶۲۱، ۱۶۲۲، ۱۶۲۳، ۱۶۲۴، ۱۶۲۵، ۱۶۲۶، ۱۶۲۷، ۱۶۲۸، ۱۶۲۹، ۱۶۳۰، ۱۶۳۱، ۱۶۳۲، ۱۶۳۳، ۱۶۳۴، ۱۶۳۵، ۱۶۳۶، ۱۶۳۷، ۱۶۳۸، ۱۶۳۹، ۱۶۴۰، ۱۶۴۱، ۱۶۴۲، ۱۶۴۳، ۱۶۴۴، ۱۶۴۵، ۱۶۴۶، ۱۶۴۷، ۱۶۴۸، ۱۶۴۹، ۱۶۵۰، ۱۶۵۱، ۱۶۵۲، ۱۶۵۳، ۱۶۵۴، ۱۶۵۵، ۱۶۵۶، ۱۶۵۷، ۱۶۵۸، ۱۶۵۹، ۱۶۶۰، ۱۶۶۱، ۱۶۶۲، ۱۶۶۳، ۱۶۶۴، ۱۶۶۵، ۱۶۶۶، ۱۶۶۷، ۱۶۶۸، ۱۶۶۹، ۱۶۷۰، ۱۶۷۱، ۱۶۷۲، ۱۶۷۳، ۱۶۷۴، ۱۶۷۵، ۱۶۷۶، ۱۶۷۷، ۱۶۷۸، ۱۶۷۹، ۱۶۸۰، ۱۶۸۱، ۱۶۸۲، ۱۶۸۳، ۱۶۸۴، ۱۶۸۵، ۱۶۸۶، ۱۶۸۷، ۱۶۸۸، ۱۶۸۹، ۱۶۹۰، ۱۶۹۱، ۱۶۹۲، ۱۶۹۳، ۱۶۹۴، ۱۶۹۵، ۱۶۹۶، ۱۶۹۷، ۱۶۹۸، ۱۶۹۹، ۱۷۰۰، ۱۷۰۱، ۱۷۰۲، ۱۷۰۳، ۱۷۰۴، ۱۷۰۵، ۱۷۰۶، ۱۷۰۷، ۱۷۰۸، ۱۷۰۹، ۱۷۱۰، ۱۷۱۱، ۱۷۱۲، ۱۷۱۳، ۱۷۱۴، ۱۷۱۵، ۱۷۱۶، ۱۷۱۷، ۱۷۱۸، ۱۷۱۹، ۱۷۲۰، ۱۷۲۱، ۱۷۲۲، ۱۷۲۳، ۱۷۲۴، ۱۷۲۵، ۱۷۲۶، ۱۷۲۷، ۱۷۲۸، ۱۷۲۹، ۱۷۳۰، ۱۷۳۱، ۱۷۳۲، ۱۷۳۳، ۱۷۳۴، ۱۷۳۵، ۱۷۳۶، ۱۷۳۷، ۱۷۳۸، ۱۷۳۹، ۱۷۴۰، ۱۷۴۱، ۱۷۴۲، ۱۷۴۳، ۱۷۴۴، ۱۷۴۵، ۱۷۴۶، ۱۷۴۷، ۱۷۴۸، ۱۷۴۹، ۱۷۵۰، ۱۷۵۱، ۱۷۵۲، ۱۷۵۳، ۱۷۵۴، ۱۷۵۵، ۱۷۵۶، ۱۷۵۷، ۱۷۵۸، ۱۷۵۹، ۱۷۶۰، ۱۷۶۱، ۱۷۶۲، ۱۷۶۳، ۱۷۶۴، ۱۷۶۵، ۱۷۶۶، ۱۷۶۷، ۱۷۶۸، ۱۷۶۹، ۱۷۷۰، ۱۷۷۱، ۱۷۷۲، ۱۷۷۳، ۱۷۷۴، ۱۷۷۵، ۱۷۷۶، ۱۷۷۷، ۱۷۷۸، ۱۷۷۹، ۱۷۸۰، ۱۷۸۱، ۱۷۸۲، ۱۷۸۳، ۱۷۸۴، ۱۷۸۵، ۱۷۸۶، ۱۷۸۷، ۱۷۸۸، ۱۷۸۹، ۱۷۹۰، ۱۷۹۱، ۱۷۹۲، ۱۷۹۳، ۱۷۹۴، ۱۷۹۵، ۱۷۹۶، ۱۷۹۷، ۱۷۹۸، ۱۷۹۹، ۱۸۰۰، ۱۸۰۱، ۱۸۰۲، ۱۸۰۳، ۱۸۰۴، ۱۸۰۵، ۱۸۰۶، ۱۸۰۷، ۱۸۰۸، ۱۸۰۹، ۱۸۱۰، ۱۸۱۱، ۱۸۱۲، ۱۸۱۳، ۱۸۱۴، ۱۸۱۵، ۱۸۱۶، ۱۸۱۷، ۱۸۱۸، ۱۸۱۹، ۱۸۲۰، ۱۸۲۱، ۱۸۲۲، ۱۸۲۳، ۱۸۲۴، ۱۸۲۵، ۱۸۲۶، ۱۸۲۷، ۱۸۲۸، ۱۸۲۹، ۱۸۳۰، ۱۸۳۱، ۱۸۳۲، ۱۸۳۳، ۱۸۳۴، ۱۸۳۵، ۱۸۳۶، ۱۸۳۷، ۱۸۳۸، ۱۸۳۹، ۱۸۴۰، ۱۸۴۱،

سلطان علاء الدین مسعود | بہرام شاہ کے مخالفین میں ملک عز الدین بلین
 کشلو خاں کو اقمیا نہ مل تھا، اس نے اپنی باؤں کا
 ۶۳۹ھ - ۶۴۳ھ
 ۱۲۳۱ - ۱۲۳۵
 کا اعلان کیا، مگر دوسرے ترک ملک امرا نے شاہی خاندان ہی کے کسی رکن کو تخت
 نشینی کرنے کا فیصلہ کیا اور نظر انتخاب سلطان رکن الدین کے بیٹے مسعود پر پڑی اس
 کو قید خانہ سے نکال کر علاء الدین مسعود کے لقب تخت نشین کیا گیا، ملک کشلو خاں
 نے بھی کثرت رائے کی اطاعت کی، اور اپنے دعوے سے دستبردار ہو گیا اس طرح
 ترک امرا اور ملک کی جو مختلف پارٹیاں تھیں ان کی مشترکہ حکومت قائم ہوئی، اصل
 اقتدار ان ہی کے ہاتھوں میں رہا، ملک کشلو خاں کا اعزاز جسے زیادہ کیا گیا، اور اس
 کو جمیر، مانڈو، اور ناگور کے اقطاع کی حکومت سپرد کی گئی، اسی طرح مختلف ممتاز
 ملک مختلف صوبوں کے حاکم بنائے گئے، اور حکومت کی اصل باگ و زادت کے ہاتھ
 میں رہی جس میں وزارت و نیابت کے عہدوں پر مختلف پارٹیوں کے نمائندے مقرر
 تھے، اس طرح بیدار تدبیر امراء کے ہاتھوں حکومت کا نظم و نسق جو بی سے سنبھل کر قائم
 ہو گیا۔

بلین کا اقتدار | کچھ دنوں کے بعد مرکزی حکومت کے وزراء میں رد و بدل
 ہوا۔ وزارت عظمیٰ کا قلمدان غیاث الدین بلین کے ہاتھوں میں آیا اس نے فوج
 کی نئی تنظیم کی، اور اب طاقت کا حشر سپہ اس کے ہاتھوں میں آ گیا، اور مرکزی
 حکومت کی پوری صورت حال بدل گئی، اس نے اپنی پارٹی کے معتبر لوگوں کو مختلف
 منصوبوں پر مامور کیا اور مخالف طاقتوں کی سازشوں اور حزب بندی کے شاخاؤں
 کو ختم کرنے کے لیے راجپوتوں اور خلجوں کے خلاف اپنی فوجی مہیں شروع کیں
 اور حکومت کی ساری توجہ اسی طرف لگا دی، رفتہ رفتہ ترک امراء و ملک کی قوت ٹوٹ
 گئی، یہاں تک کہ بلین خلجوں کے حملہ کو کامیابی سے روک کر واپس آیا۔ تو شاہی فوج
 سلطان علاء الدین مسعود کے خلاف ہو گئی، اور ۶۴۳ھ میں اس کو معزول کر کے
 اس کے چچا ناصر الدین محمود کو جو صوبہ بہرائچ کا گورنر تھا، بلا کر تخت پر بٹھادیا گیا

سلطان علاء الدین کی معزولی کا سبب تلاش کرنے میں اس کی عقل و فراست و اخلاق کو داغدار کیا گیا ہی، مگر یہ بیان منہاج سراج صاحب طبقات ناصری کا ہی، جو بلین کے عہد میں قاضی القضاۃ کے عہدہ پر مامور تھا اور اس کے علاوہ، ہونے کے بعد علاوہ کیا گیا۔ اور برسرِ اقتدار آنے کے بعد نئے سرے سے اس عہدے پر سرفراز کیا گیا تھا، پھر یہ سمجھنا کہ چار سال تک سلامت روی سے حکمرانی کرتا رہا اور پھر ایسے زمانہ میں کہ اس کے عہد میں منلوں کو نمایاں شکست ہوئی پھر اس کی روش میں اچانک ایسی تبدیلی آگئی کہ اس کی معزولی ضروری قرار پائی، بادر کرنا عقل سے بعید ہی بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اس دور میں امراء کی کش مکش جس طرح جاری تھی، اس میں ایسے حکمران کا صاحبِ تاج تخت رہنا جو دوسرے امراء کے زیرِ اثر فرمان روائی کر چکا ہو بلین کے کامل اقتدار کے لیے موزوں نہیں سمجھا جاسکتا تھا۔ اس لیے بلین نے ایک نئے تاجدار کی ضرورت محسوس کی اور وہ ناصر الدین محمود کے ذریعہ سے پوری ہوئی۔

علاء الدین محمود کا عہد حکومت | سلطان علاء الدین محمود لوگوں کے ساتھ حسن سلوک اور اخلاق سے پیش آتا تھا، عدل و انصاف اور دودش میں شہرت حاصل تھی، وزیرِ عظم نظام الملک ستونی ^{۶۳۳ھ} میں قتل کیا گیا تو سلطان محمود نے صدر الملک نجم الدین ابوبکر کو اس منصب پر مامور کیا جو اس کے آخر دور حکومت تک اس خدمت پر مامور رہا۔

سلطان ناصر الدین محمود | ناصر الدین محمود نے بلین کو حجابتِ غلطی کے منصب پر ^{۶۳۳ھ} پر مقرر رکھا اور "انغ خاں" کے خطاب سے ^{۶۳۳ھ} سرفراز کیا، اور حکومت کا اقتدار سچوں کا توں بلین کے ہاتھوں میں رہا، اس نے ^{۶۳۹ھ} میں سلطان کی بہن سے شادی کر لی جس سے اس کے اعزاز میں مزید ترقی ہوئی اور اس نے نائبِ مملکت کے عہدہ پر اپنے بھائی کشلو خاں کو مامور کیا اور اسی طرح مختلف عہدوں پر اور منصبوں پر اپنے آدمی مقرر کر دیے، ترک امراء بلین کی حکمتِ عملیوں سے

غافل نہ تھے، وہ بھی اپنی ریشہ دوانیوں میں مصروف رہے، ان دنوں ایک نئی قوت
 عماد الدین ریکانی کی سرکردگی میں ابھری، یہ ہندوستانی مسلمان تھا۔ ترکوں نے اس قدیم
 ہندی نو مسلم افسر کے ذریعہ سے جو پہلے بلین کے معتمدین میں سے تھا۔ اس کے خلاف
 مورچہ لگایا، اور سلطان ناصر الدین محمود نے ایک دن اچانک ^{۶۵۱ھ} بلین میں بلین
 کے حجابت کے عہدہ سے معزول ہونے اور عماد الدین ریکانی کے مقرر کیے جانے
 کا فرمان نافذ کیا، اور بلین کو اس کی جاگیر قلعہ ہانسی میں چلے جانے کا حکم صادر
 ہو گیا، ریکانی نے برسرِ اقتدار آتے ہی اہم منصبوں سے بلین کے آدمیوں کو معزول
 کر کے اپنے آدمی مقرر کیے، اور اپنا اقتدار قائم کرنے میں مصروف ہو گیا۔

لیکن بلین نے پاپیہ تخت سے نکل کر اپنی حکمت عملی سے ان ترک افسروں کو اپنا ہمنوا
 بنایا، جو مختلف صوبوں کے حاکم تھے، اور ان کا متحدہ لشکر کوئٹہ کر کے دلی آیا، اور
 سلطان کو اپنی اطاعت کا یقین دلا کر عماد الدین ریکانی کو معزول کرنے کا مطالبہ
 پیش کیا، چنانچہ سلطان نے فوجی طاقت کے آگے سپردالی، عماد الدین ریکانی کو معزول
 کر کے بلین کو نئے سرے سے حاجب مقرر کیا اور ریکانی کو پہلے بدایوں پھر بہرائچ
 بھیج دیا گیا، بلین نے رمضان ^{۶۵۲ھ} میں وزارت عظمیٰ کا قلمدان نئے سرے
 سے سنبھال لیا۔

پھر آگے چل کر سلطان ناصر الدین محمود نے بلین کو اپنا نائب مقرر کیا اور کہا میں
 تجھے اپنا نائب بناتا ہوں، اور امور سلطنت سونپتا ہوں، کوئی ایسا کام نہ کرنا کہ کل خدا
 کے حضور میں مجھے اور تجھے دونوں کو شرمندہ ہونا پڑے بلین نے اپنے پرانے آدمیوں
 کو دوبارہ مقرر کر دیا، چنانچہ صدر الملک نجم الدین پھر وزارت کے منصب پر آئے ^{۶۵۵ھ} اور ^{۶۵۶ھ}
 تک اس عہدہ پر فائز رہے۔

اب سلطان شاہی محل میں شاہانہ شان و شکست سے بیٹھ چکا تھا اور لوگوں کی نگاہوں
 سے اسی طرح اوجھل ہو گیا، جیسے کہ اندلس میں خلیفہ ہشام اموی کو منصور غامری نے شاہی
 محل میں بٹھادیا تھا، یہاں تک کہ دلی کے ایک تاجر نے سلطان کی خدمت میں بار بار یہ

کے لیے کثیر دولت نچا اور کرنا چاہی، مگر اس کو حضور کی کاشت و دل سے کہا، بلین سلطنت کے سیاہ و سپید کا اندس کے صاحب ہنصہ عامری کی طرح مالک تھا، اس لیے سلطان محمود کی حکمرانی کا زمانہ اگرچہ میں سال تک رہا مگر اس عہد کی سیاسیات کی پوری تاریخ گوید بلین ہی کی حکمرانی کی تاریخ ہے۔

لیکن امراء کی پارٹی بندی کا سلسلہ پھر بھی ختم نہیں ہوا، ۶۵۶ھ تک کا زمانہ بنادوں کے فرو کرنے میں گزرا، احمد الدین ریکانی نے بھی بغاوت کی اور قتل کیا گیا۔ اسی طرح مرکز میں سیاسی پھل سے فائدہ اٹھا کر حاکم بنگال طغرل طغان خاں نے گویا اپنی خود مختاری قائم کر لی تھی۔ اس نے آگے بڑھ کر کڑا ماناک پور اور اودھ کے بعض علاقہ پر قبضہ کر لیا یہ گویا مرکزی حکومت کے لیے اس کی طرف سے ایک مستقل صلح تھا، بلین نے اودھ کے گورنر تمر خاں کو اشارہ کیا بعد ایسے موقع سے کہ اڑیسہ کی غیر مسلم ریاست جاج نگر سے طغان خاں شکست کھا کر واپس جا رہا تھا کہ تمر خاں ۶۵۶ھ میں پایہ تخت لکھنؤ میں داخل ہو گیا، پھر ۶۵۷ھ میں تمر خاں اور طغان خاں کی وفات کے بعد ازبک خاں نے خود مختاری کا اعلان کیا۔ یہاں تک کہ ۶۵۹ھ میں ارسلان خاں حاکم کڑا نے اچانک حملہ آور ہو کر بنگال پر قبضہ کر لیا، اسی طرح اودھ، سندھ، پنجاب میں مقامی حالات پیش آتے گئے، بلین نے دوبارہ قلمدان وزارت سنبھال کر ان سب صوبوں کی سیاسیات پر عبور حاصل کیا اور یکے بعد دیگرے اپنا اقتدار قائم کیا۔

اسی طرح ۶۳۳ھ سے ۶۶۳ھ تک کے زمانے میں مختلف غیر مسلم طاقتوں نے جاج نگر، بہار وغیرہ میں اپنی سلطنت قائم رکھی اور اس کو ترقی دینے کی کوشش کی بہار میں سلمان حکمرانوں کے اثرات شاہ آباد، پٹنہ، مونگیر اور بھاگل پور وغیرہ میں قائم ہوئے تھے لیکن جنوبی بہار میں بودھ گیا، رہتاس، جڑو وغیرہ کا وسیع علاقہ غیر مسلم حکمرانوں کے قبضہ میں تھا اور موقع پا کر ان کی تاختیں مسلم علاقوں پر جاری تھیں۔ چنانچہ تاج الدین سبکٹرست خاں بہار میں مارا گیا، لیکن بلین کے

مانہ تک ۶۶۳ھ میں بارہ بار دوبارہ مسلمانوں کے اقتدار میں آگیا تھا۔ اور غیر مسلم طاقتیں کمزور پڑ گئیں اور گیارہویں مسلمانوں کے قبضہ میں آچکا تھا، چنانچہ ۶۶۸ھ میں گیا کے ایہی صنف کی سسکرت تصنیف میں بلبن کا نام حکمران کی حیثیت سے آیا ہے۔ تیرھویں صدی میں گیا کو دوسرے مذہبی مقاموں کی طرح ترکوں کے اقتدار سے نکالنے کی کوشش کی گئی، مگر کامیابی نہ ہو سکی۔ ترکی حاکمیت کے اقتدار اعلیٰ کو یہاں کے وہ راجہ بھی قبول کرنے پر مجبور ہوئے جو خود مختاری سے حکومت کی باگ ڈور سنبھالے ہوئے تھے، اسی طرح ریوا، کالجور وغیرہ میں راجپوتوں نے سر اٹھایا، مگر وہ بھی کوئی بڑی کامیابی حاصل نہ کر سکے اگرچہ تبدیل کھنڈ اور بعض جنوبی قلعوں پر ان کا قبضہ ۶۵۶ھ سے ۶۷۹ھ تک برقرار رہا۔ اسی طرح گوالیار، ترہا، مالوہ، گجرات، مارواڑ وغیرہ کے بعض علاقوں پھر اودھ میں قنوج و تارولی وغیرہ میں خود مختار حکومتیں ایک مختصر مدت کے لیے قائم ہوئیں بلبن نے ان مسلم و غیر مسلم ابھرنے والی طاقتوں کو اپنی نیابت کے زمانہ میں یا آگے چل کر اپنی بادشاہی کے زمانہ میں زیر کر لیا، اس طرح بلبن اپنے دور کا ایک کامیاب حکمران تھا۔

سلطان ناصر الدین محمود نے ۱۲ جمادی الاولیٰ ۶۶۳ھ میں وفات پائی، اس کی کوئی اولاد نہ رہی تھی، کہ جانشینی کا دعویٰ کرتی، ترک امراء التمش کے زمانے سے جس طرح جانشینی کا فیصلہ کرتے آئے تھے، اسی اصول کے مطابق بلبن نے اپنے کو مستحق سمجھا، اختیارات تو اس کے ہاتھ میں تھے ہی، اس نے بادشاہ کی وفات کے بعد تاج پوشی کی رسم بھی انجام دے لی،

بلبن سلطان غیاث الدین کے لقب سے تخت پر متمکن ہوا تھا، وہ اسی ترکی قبیلہ البری کا ایک فرد تھا، جس سے سلطان التمش کا نسلی تعلق تھا، قسمت نے اسے راجہ جانی اندین کے ہاتھوں ۶۶۳ھ میں التمش کے ورہا میں پہنچا دیا تھا، ابتدائی خدمت کے بعد رضیہ کے عہد میں امیر فکار بنا، رفتہ رفتہ ترقی کر کے

سلطان ناصر الدین محمود نے ۱۲ جمادی الاولیٰ ۶۶۳ھ میں وفات پائی، اس کی کوئی اولاد نہ رہی تھی، کہ جانشینی کا دعویٰ کرتی، ترک امراء التمش کے زمانے سے جس طرح جانشینی کا فیصلہ کرتے آئے تھے، اسی اصول کے مطابق بلبن نے اپنے کو مستحق سمجھا، اختیارات تو اس کے ہاتھ میں تھے ہی، اس نے بادشاہ کی وفات کے بعد تاج پوشی کی رسم بھی انجام دے لی،

نائب سلطنت قرار پایا، وہ اگرچہ اس خاندان کا خاتمہ ساز غلام تھا مگر ہم نسل ہونے کی وجہ سے شمسی خاندان سے اس رشتہ داری آسانی سے قائم ہو گئی، اور اپنی زندگی کے مختلف دوروں میں آگے بڑھتا ہوا تخت و تاج کا مالک بنا، تختہ سلطنت کی داغ بیل ڈالی تھی، اور یہ بلین ہی کے حصہ میں تھا، کہ وہ اس کا نوادہ (غلام) اور ترقی کے عروج پر پہنچا۔

اس نے تخت نشینی کے بعد سلطنت کے دقار کو قائم کرنے کے لیے سب سے پہلے فوج کو نئے سرے سے منظم کیا، علیٰ عہدوں اور منصبوں میں اپنی پسند کے آدمیوں میں رد و بدل کیا، پایہ تخت کے قریب کے ان جنگلوں کو جہاں سرکش کمین گاہیں بناتے ہیں، صاف کیا، پایہ تخت کے نظم سے فارغ ہو کر وہ دواہ اور اودھ میں آیا، اور سارے علاقہ کو کئی فوجی کمان میں تقسیم کیا، اسی طرح اس نے مختلف دوسرے مقاموں میں جنگلوں سے گزر کر سرکاری نکالیں، اور پھر متحد موقع سے سرکشوں کو سزا میں بھی دیا ان حفظ ماتقدم کی تدابیر سے ملک میں امن و امان پیدا ہوا، اور لوگ زندگی کے مختلف کاموں کا تسکاری اور صنعت و حرفت وغیرہ میں امن و سکون سے لگ گئے۔

اس کے ساتھ اس نے اپنی حکومت کی داخلی حکمت عملی میں بھی نمایاں تبدیلی کی، اس نے سوچا کہ جب تک منغل غزنی پر قابض ہیں اور ہندوستان پر حملہ آور ہونے کی طاقت ان میں موجود ہے، اس وقت تک ہندوستان کے چھوٹے بڑے جو بھی اس وقت تک خود مختار رہیں۔ انہیں زیر کرنا اور ان سے لڑائی مول لینا صحیح نہ ہوگا، اس لیے صرف اس علاقہ کو اپنے زیر حکومت رکھا، جو پنجاب سے لکھنؤ آتی تک اس کے قبضہ میں موجود تھا؛

بنگال کی بغاوت سلطان علاء الدین کے زمانہ میں بنگال میں طغنا خاں کے بعد ملک قرا بیگ تیمور خاں پھر ۶۵۵ھ میں ملک جلال الدین پھر ۶۵۶ھ میں بنگال خاں اور اس کی وفات کے بعد تاتا رخاں یہاں کے والی کیے بعد دیگرے ہوئے، بلین نے

اپنے دور حکومت کے آغاز میں اس کو برقرار رکھا پھر ۶۶۵ھ اور ۶۶۳ھ میں اس کو گوری میں اس کو مرکز کے خدمات کے لیے بلا لیا، اور اپنے ایک غلام طغرل خاں کو یہاں کی گوری

سپر کی، اس نے قوت بہم پہنچا کر جارج منگرو پر فوج کشی کر کے بے شمار دولت حاصل کی اس اثنا میں ملتان پر مغلوں کے حملے شروع ہو گئے، پھر سلطان کی علالت کی خبر موت کی افواہ میں بدل کر مشہور ہو گئی، ادھر مرہٹوں کی حکومت نے ہندوستان کے خود مختار حکمرانوں سے چھیڑ چھاڑ جاری نہ رکھنے کا بھی فیصلہ کیا تھا، اس سبب سے طفزل خاں میں خود مختاری کا حوصلہ پیدا ہوا، اس نے سلطان نصیر الدین کے لقب سے اپنی بادشاہی کا اعلان کر دیا سلطان نصیر الدین کے لیے یہ اطلاع غیر متوقع تھی اس نے اودھ کے گورنر محمد امین کو فوج کشی کا حکم دیا، اس نے شکست کھائی، تو ملک ترمینی کو مامور کیا، اس کو بھی ہزیمت ہوئی اور کچھ لوگ طفزل سے مل گئے تو سلطان انہی سیرانہ سالی کا خیال نہ کر کے خود مکر بہت چست کر کے اٹھ کھڑا ہوا، دو لاکھ فوج اس کے ہمرکاب ہوئی، سخت سے سخت بارش میں بھی سفر جاری رکھا، لکھنؤ کے قریب پہنچا تو طفزل خان فرار ہو گیا سلطان نے کہا جب تک طفزل خاں کی گوفاری عمل میں نہ آجائے وہ واپس نہ ہو گا۔ اس پاس کے غیر مسلم جاگیرداروں نے بھی اس کی تلاش میں مدد دی، اتفاق سے سلطان فوج کے ایک ہرادل دستہ نے اچانک طفزل کو دیکھ لیا اور وہ فرار ہوا، تو تیر کا نشانہ لگا کر گرایا اور سر کاٹ کر سلطان کے پاس لے آیا، سلطان نے لکھنؤ کے بازار میں دو روپے سو لیاں نغیب کر آئیں اور باغی سرداروں اور طفزل کا ساتھ دینے والوں کو منظر عام پر سولی پر لٹکایا، پھر لکھنؤ کی ولایت اپنے بیٹے بفر خاں محمود کو سپرد کی اور وصیت کی کہ وہ دہلی کے بادشاہ کا ہمیشہ تابع فرمان رہے، چاہے بادشاہ دہلی کو کوئی بیگانہ ہو یا اس کا رشتہ دار، کیونکہ لکھنؤ کا ملک کتنے ہی فاصلہ پر ہو وہ دہلی کے مصنافات میں ہمیشہ داخل رہے گا اس کے بعد دہلی واپس چلا گیا۔

ایسا زمانہ میں شاہزادہ محمد ملتان سے آیا تو اس کی دلیپندی کا اعلان کیا، اور پھر اس کو مغلوں کی خبر رکھنے کے لیے سرحد پر واپس کر دیا، کیونکہ سرحد کی حفاظت اہم ترین مسائل میں سے تھی اس لیے کہ مغل اس وقت ایشیا پر چھائے تھے، بڑی بڑی اسلامی سلطنتوں کو تباہ و برباد کر چکے تھے، ہندوستان کی سمت بھی وہ آئے، مگر ترکوں

کی آبدار تلواری نے ان کا منہ موڑ دیا۔ ہندستان کی سرزمین کو منگولوں کی پامالی سے بچانے

میں بلین کے اہم خدمات تھے،

منگولوں کا تعلق ہندستان سے | جس زمانہ میں ہندستان میں سلطان تمش

کا ستارہ اقبال عروج پر تھا، وسط ایشیا کے میدانوں کا خانہ بدوش قبیلہ منگول جنگیز خاں کی سالاری میں اٹھا، اور خوارزمی سلطنت کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔ ۱۲۱۹ء میں خوارزم کا بادشاہ جلال الدین بھاگ کر دریائے سندھ کے کنارے آیا جنگیز خاں سے یہاں محرم ہوا، پھر وہ شکست کھا کر وہلی میں پناہ گزین ہو گیا، پھر ملتان اور اچھ سے گزرتے ہوئے ہندستان سے نکل گیا، اس کے بعد مغلوں کی مستقل پوشش کا سلسلہ جاری ہوا

۱۲۳۹ء میں وہ لاہور تک آ گئے اور اس کو تباہ کیا، اس طرح ان میں پنجاب کی ملکیت کا دعویٰ پیدا ہو گیا، وہ اپنے حملے کرتے رہے، چنانچہ ۱۲۵۹ء میں بلین نے ملتان کو ان کے حملے سے بچالیا، اور باوجودیکہ یہ خوشخوار قوم سارے ایشیا میں تہلکہ مچائے تھی مگر ہندستان کی سلطنت کو بلین کے مضبوط ہاتھوں میں دیکھ کر ہلا کو خاں کو اس کی طرف دھتکی کا ہاتھ بڑھانا پڑا، چنانچہ ۱۲۵۹ء میں اس کے سفیر ہندستان میں آئے، بلین نے ان کا ایسے تزک و احتشام سے استقبال کیا، کہ منگولوں کی نگاہیں خیرہ ہو کر رہ گئیں، اگرچہ اس وقت سفارت کا کوئی پائدار اثر نہیں نکلا، مگر انھیں اس کا حوصلہ نہ ہو سکا کہ وہ وہلی کے تخت پر بھی نگاہ ڈال سکیں، باایں ہمہ وہ پنجاب دعویٰ سے دست بردار نہیں ہوئے اور اس پر شدت

حملے کرتے رہے، غیاث الدین بلین نے شاہزادہ محمد کو مقابلہ کے لیے متعین کر دیا تھا، وہ ۱۲۶۳ء میں جب کہ سندھ و ملتان کا امیر تھا، مغلوں سے ایک لڑائی میں کام آ گیا، باایں ہمہ ہندوستانی لشکر نے مغلوں کو آگے بڑھنے سے روک دیا یہ فتنہ اگرچہ کچھ دنوں کے لیے دب گیا، مگر پنجاب میں اس کی خچکاری کسی نہ کسی طرح سلگتی رہی،

وفات اور جانشینی | سلطان غیاث الدین کے لیے اس نوجوان بیٹے کی جس کی وجہ

کا اعلان بھی کر چکا تھا، موت کا حادثہ ایسا سخت تھا کہ وہ برداشت نہ کر سکا، اور وہ اس کے لیے جان لیوا ثابت ہوا۔ چنانچہ کچھ دنوں کے بعد وہ مرض موت میں مبتلا ہوا، بقرا خاں

باپ کی عیادت کے لیے، سلطان نے بغرا خاں کو اپنا جانشین بنانا چاہا مگر وہ بنگال کی پرامن سلطنت پر دہلی کے تخت کو ترجیح نہ دے سکا، غیاث الدین کو اس کا افسوس ہوا، اور اس نے مقتول شاہزادہ محمد کے بیٹے کینخسرو کی ولیعهدی کا اعلان کیا، مگر غیاث الدین کی وفات کے بعد دندرا کے اشارے سے کینخسرو اپنے تخت سے ملتان چلا گیا، اور بغرا خاں کے بیٹے معز الدین کیتباد کو تخت پر بٹھایا گیا۔

معز الدین کیتباد ۶۸۵ھ - ۶۸۸ھ | کیتباد ۱۷ سال کی عمر میں تخت پر بٹھایا گیا، معز الدین اس کا لقب رکھا کیا

اس کی تخت نشینی بعض امرا کی سازشوں سے عمل میں آئی تھی، انہی نے کینخسرو کو قریب دے کر سندھ کی طرف بھگا دیا اور اپنے اثر و اقتدار کے لیے اس نو عمر کو تخت نشین کیا دوسرے مقتدر امرا ملین کی وصیت کے پورے نہ ہونے کی وجہ سے اس کے مخالف رہے، مگر سلطنت کا کوئی دعوے دار موجود نہ تھا، اس لیے سب نے جبر و اکراہ سے اطاعت کر لی۔

کیتباد دین امرا کے ہاتھوں تخت سلطنت پر بٹھایا، وہ قدرتی طور پر صاحب اقتدار ہو گئے اور مختلف عہدوں میں رد و بدل ہوا۔ یوں تو وزارت و نیابت سب ہی عہدوں پر مختلف لوگ مامور کئے گئے، مگر اصل طاقت ملک الامراء و فخر الدین کو توال کے داماد ملک نظام الدین کے ہاتھوں میں آ گئی، جو داد بگی کے عہدہ پر مامور تھا اس نے سلطان کا اعتماد حاصل کر لیا، اور پوری طرح اس کو قابو میں کر لیا اس کی بیوی شاہی محل میں پونج گئی اور سلطان کی منہ بولی ماں بن کر اندرون خانہ کے انتظام کو ہاتھ میں لے لیا، رفتہ رفتہ اس کو خود صاحب تخت و تاج ہو جانے کا خیال پیدا ہو گیا، ملک فخر الدین کو توال نے اس کو اس ارادہ سے باز رکھنا چاہا مگر وہ اپنی دھن میں لگا رہا، سلطان کو عیش و عشرت کی راہ پر لگا دیا، اور

۱۔ تہذیب و تمدن، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵، ۱۴۶۶، ۱۴۶۷، ۱۴۶۸، ۱۴۶۹، ۱۴۷۰، ۱۴۷۱، ۱۴۷۲، ۱۴۷۳، ۱۴۷۴، ۱۴۷۵، ۱۴۷۶، ۱۴۷۷، ۱۴۷۸، ۱۴۷۹، ۱۴۸۰، ۱۴۸۱، ۱۴۸۲، ۱۴۸۳، ۱۴۸۴، ۱۴۸۵، ۱۴۸۶، ۱۴۸۷، ۱۴۸۸، ۱۴۸۹، ۱۴۹۰، ۱۴۹۱، ۱۴۹۲، ۱۴۹۳، ۱۴۹۴، ۱۴۹۵، ۱۴۹۶، ۱۴۹۷، ۱۴۹۸، ۱۴۹۹، ۱۵۰۰، ۱۵۰۱، ۱۵۰۲، ۱۵۰۳، ۱۵۰۴، ۱۵۰۵، ۱۵۰۶، ۱۵۰۷، ۱۵۰۸، ۱۵۰۹، ۱۵۱۰، ۱۵۱۱، ۱۵۱۲، ۱۵۱۳، ۱۵۱۴، ۱۵۱۵، ۱۵۱۶، ۱۵۱۷، ۱۵۱۸، ۱۵۱۹، ۱۵۲۰، ۱۵۲۱، ۱۵۲۲، ۱۵۲۳، ۱۵۲۴، ۱۵۲۵، ۱۵۲۶، ۱۵۲۷، ۱۵۲۸، ۱۵۲۹، ۱۵۳۰، ۱۵۳۱، ۱۵۳۲، ۱۵۳۳، ۱۵۳۴، ۱۵۳۵، ۱۵۳۶، ۱۵۳۷، ۱۵۳۸، ۱۵۳۹، ۱۵۴۰، ۱۵۴۱، ۱۵۴۲، ۱۵۴۳، ۱۵۴۴، ۱۵۴۵، ۱۵۴۶، ۱۵۴۷، ۱۵۴۸، ۱۵۴۹، ۱۵۵۰، ۱۵۵۱، ۱۵۵۲، ۱۵۵۳، ۱۵۵۴، ۱۵۵۵، ۱۵۵۶، ۱۵۵۷، ۱۵۵۸، ۱۵۵۹، ۱۵۶۰، ۱۵۶۱، ۱۵۶۲، ۱۵۶۳، ۱۵۶۴، ۱۵۶۵، ۱۵۶۶، ۱۵۶۷، ۱۵۶

ایسی صورتیں اختیار کیں، کہ انقلاب سلطنت کا موقع ہاتھ آ سکے،
اس سلسلہ میں اس کو کخیسر کی طرف سے کھٹکا تھا، اس نے سلطان کو کھجا کر اس کے
قتل کرانے کا حکم جاری کر دیا، چنانچہ کخیسر کو دہلی آنے کی دعوت دی گئی اور راہ میں اس
کو فریب سے قتل کر دیا۔

بغرا خاں اور کیتباد کی ملاقات | بغرا خاں نے بنگال میں دار السلطنت کے
حالات سن کر اپنے بیٹے کی بے راہ روی سے
خاندان سے سلطنت کے نکلنے کا خطرہ محسوس کر کے بیٹے کو نصیحت آمیز خطوط بھیجے
مگر کوئی نتیجہ نہ نکلا، تو ملاقات کا قصد کیا لیکن چونکہ اس نے بنگال میں سلطان ناصر الدین
کا لقب اختیار کر کے اپنے نام کا خطبہ دسکہ جاری کر دیا تھا۔ اور ملک نظام الدین
نے کخیسر کو راہ سے ہٹانے کے بعد بغرا خاں کے نصفہ کو بھی پاک کرنا چاہا، اس لیے
کیتباد کو یہ سمجھا دینا آسان ہوا کہ وہ اگرچہ باپ ہی، مگر سلطنت کی راہ میں باپ
بیٹے کا رشتہ نہیں ہوتا اس نے اپنے نام کا خطبہ دسکہ جاری کر کے ایک قسم کی بغاوت
کی ہو اور اب دلی کے تخت کی ہوس اس کے دل میں پیدا ہوئی ہو، کیتباد کے دل
میں خطرات پیدا ہو گئے، اس لیے اس نے اٹھائے راہ میں اودھ میں سرحد کے
کنارے ملاقات کا مقام مقرر کیا اور نظام الدین کے مشورہ سے لشکر بھی ساتھ لے
گیا، بغرا خاں کو یہ حالات معلوم ہوئے، تو وہ بھی فوجی طاقت کے ساتھ روانہ ہوا
اور سرحد کے دونوں کناروں پر باپ بیٹے کے فوجی پُر اوڑ پڑ گئے نظام الدین کوشش
کرتا رہا کہ کسی طرح ان دونوں میں جنگ چھڑ جائے اور ملاقات کے لیے بے دریغ شہر
عائد کر آئیں بغرا تندر اور پش مندی سے کام لے کر سب شہر طین منظور کرتا گیا، اس جہز
اس نے کہا میں سلطان ملہن کا پسر ہوں، اور دہلی کے تخت کا میں حق دار تھا، مگر وہ میرے

دبئیہ حاشیہ ص ۲۶ فیروز شاہی برقی ص ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶ قرآن المسدین خسرو ص ۱۱۸ ریاض ہلالین

ص ۷۳ تا ۷۷، نوڈیشن آف مسلم رول ان انڈیا ص ۲۰ تا ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳،

بیٹے کے قدموں کے نیچے آگیا ہو، اور وہ میرے باپ کی جگہ بیٹھا ہو، دہلی کے تخت کی عزت سلاطین دیا رکرتے آئے ہیں، میں بھی اس کا احترام ملحوظ رکھوں گا، اور ایسی ہی حاضری دوں گا جیسے شہنشاہ کے دربار میں پہنچا جاتا ہو بغرا خاں کی اس تحریر کے بعد ملک نظام الدین کے لیے یہ ممکن نہ تھا کہ وہ حیلہ جوئی سے کام لے کر ان دونوں کی ملاقات کو مزید "معوض التوا میں ڈال سکتا، چنانچہ "شہنشاہ کے دربار میں بنگال کے ایسے حاکم" کو جو اپنے نام کا سکہ و خطبہ بھی جاری کرنے کی جرأت کر چکا تھا، حاضری کی اعازت عطا ہوئی اور وہ دریائے سروج کو عبور کر کے شاہی شہر میں حاضری دینے کے لیے گیا اور دربار میں پہنچ کر اپنی اسی حیثیت کو ملحوظ رکھ کر شاہی مراسم ادا کرنا اور جب دستور میں پوس ہوتا آہستہ خرامی سے سلطان کے روپرو بڑھتا گیا، اُدھر "نگاہ رو برو سلطان جہاں پناہ" کی صداچو بدار نے لگائی، اور "لکھنتی کے گناہ گار کو امان" کی آواز بھی بلند کی گئی، بغرا خاں تخت کے سامنے پہونچ کر مودب کھڑا ہو گیا، اور کعبادشاہانہ جاہ و مہکت سے تخت پر منگن رہا، بغرا خان اس نظارہ کی تاب زیادہ دیر تک نہ لاسکا، اور وہیں بھوٹ بھوٹ کر رونے لگا، اب بیٹے کے لیے بھی اپنے آپ کو سنبھالے رکھنا دشوار ہو گیا، تخت سے اتر اور لپک کر باپ کے قدموں پر سر رکھ دیا، باپ نے اٹھا کر گلے سے لگایا، اور دونوں دل بھر کر روئے، اور اس منظر سے سارے درباریوں پر رقت و گریہ طاری ہو گیا،

اس کے بعد مختلف نشستوں میں باپ نے بیٹے کو نصیحتیں کیں، اور سلطنت کے نشیب و فراز سمجھانے اور اخلاق اور دیں داری کے درس کی تلقین کی، اس کی نصیحتوں کو موغبین نے قلم بند کیا ہو، ملک نظام الدین اور ملک قوام الدین کو سزا بلا کر بھی سلطنت کے متعلق مختلف باتیں سمجھائیں، پھر علیحدہ طریقہ سے نظام الدین کو ہوشیار رہنے کی تلقین کی، بغرا خاں کو بیٹے سے ولی تعلق تھا، وہ سلطنت کے شیرازہ کے معنی قائم رکھنے کا خواہش مند تھا، مگر حالات و قرآن سے اس کو اندازہ ہو چکا تھا کہ دہلی کا تخت اس کے خاندان سے نکلنا ہو، اس نے واپسی کے بعد اپنے رفیقوں سے کہا۔

یہ سہرے سخت جگہ سے میری آخری ملاقات ہو، وہاں ہی کے رقت آمیز منظر کا نقشہ بھی مورخین نے کھینچا ہو، کیتباد! آپ کی نصیحتوں سے کسی قدر متاثر ہوا، سفر کی وہاں ہی میں چند منزلوں تک اس نے شراب نہیں پی، عیش و عشرت کی زندگی بھی ترک کر دی، گر لاک نظام الدین نے حسین عورتوں کے بھر مٹ کو پیش کر کے آخر بھر اس نے اس کو اسی اہ پر لگا دیا،

ملک نظام الدین کا زوال لیکن نظام الدین کے متعلق بفرخاں نے اس سے جو کچھ لکھا تھا، وہ اس کے دل نشین ہو چکا تھا، دہلی پہنچنے کے کچھ دنوں کے بعد اس کو باپ کی بابت یاد آئی، اس نے نظام الدین کو کچھسرو کی جگہ ملتان کی گورنری پر جانے کو کہا وہ اصل مقصد سمجھ گیا، اور حیلہ جوئی سے دہلی ہی میں ٹھہرا رہا، کیتباد نے زہر دلو کر اس کا کام تمام کر دیا، اس کے بعد ایک غلی امیر ملک فیروز کو اس نے حجابت کے عہدہ پر مامور کیا، مگر چند اس کی عادتیں جو بگڑ چکی تھیں وہ درست نہیں ہوئیں، رفتہ رفتہ لاک فیروز غلی کے اقتدار میں اضافہ ہوتا گیا، اس کے ساتھ کیتباد کی غیر محتاط زندگی سے اس کی صحت بھی بگڑ چکی تھی، وہ دماغ تھو اور فالج میں مبتلا ہوا، اور نقل و حرکت سے بھی معذور ہو گیا،

نئے تاجدار کا سوال اب دربار کے امراء کے سامنے دہلی کے آئندہ تاج دار کا سوال تھا، وہ پھر دو گروہوں میں تقسیم ہو گئے، ایک طرف ملک فیروز کی سیادت میں غلی تھے، یہ ہادرپور میں چلے آئے، دوسرا گروہ ملک ایتیم سرخا کی سرکردگی میں ترکوں کا تھا، وہ کیتباد کے سہ سالہ بچے کیو مرث کو شاہی محل سے نکال کر چوتہ ناصری کے میدان میں چلے آئے، اور ان دونوں گروہوں میں اقتدار اعلیٰ کو ہاتھ میں لینے کے لیے کش مکش شروع ہو گئی،

ملک ایتیم سرخا نے کیو مرث کی تاج پوشی کی رسم انجام دی، اور شمس الدین لقب دیا، تین مہینے کے بعد غلیوں نے ترکوں کا محاصرہ کر کے کیو مرث کو پھینک دیا

شمس الدین کیو مرث
۶۸۸ھ - ۶۸۹ھ
۱۲۸۹ء - ۱۲۹۰ء

ملک ایتھر سرخا مارا گیا، سرکشوں نے کیتبا کو جو مردہ حال بستر پر پڑا سسکیاں لے رہا تھا، بے دردی سے پیٹا، پھر ستر سیمت اٹھا کر جینا کی لہروں کے سپرد کر دیا،

اب ہلی میں بلبن کے خاندان کا کوئی وارث موجود نہیں تھا، طاقت فوجیوں کے ہاتھ میں آچکی تھی، چنانچہ انہوں نے غلی سر دار ملک فیروز کو سلطان جلال الدین خلجی کے نام و لقب سے تخت نشین کیا اور ملوک سلاطین دہلی کی سلطنت کا خاتمہ ہو گیا۔

علم و فضل کی ترقی رکن الدین فیروز شاہ کے عہد ۶۳۲ھ سے معز الدین کیتبا دے زمانہ کے خاتمہ ۶۹۹ھ کی نصف صدی اور اکابر و اعیان سے اوپر مدت میں بہت سے ممتاز علما و مصنفین گذرے جن

کے روشن کارنامے یہاں کے تمدن کے مختلف شعبوں کو ترقی دینے میں انجام پائے، ان میں سے بہت سے ایسے ممتاز اعیان ہیں، جن کے درخشاں خدمات کا سلسلہ خطیہ سلطانہ فضیہ کے عہد سے بلبن کے زمانہ تک کسی نہ کسی حیثیت سے جاری رہا، یہ اساتذ فن اپنے اپنے مستقر پر بیٹھے تھے، اور اپنی جگہ خود ایک مستقل درس گاہ تھے، سلاطین کے دور میں مستقل مدرسے بھی جاری رہے، جن میں مختلف علوم و فنون کی تعلیم جاری تھی اس دور میں ملک کی علمی و تعلیمی ترقی کا خاص سبب یہ تھا، کہ خود سلاطین کو علم و فضل سے دلی لگاؤ قائم تھا، چنانچہ سلطان ہمتش کے بعد جو سلاطین تخت دہلی پر آئے، ان میں بیشتر خود صاحب علم و فضل تھے، علما و صلیحا کی قدر کرتے تھے اور علوم و فنون کی ترقی میں حصہ لیتے رہے، نیران میں سے بیشتر سلاطین دیندار تھے، صلیحا و مشائخ کا احترام کرتے تھے اور ان کے ذریعہ رشد و ہدایت کی جو خدمت جاری تھی، اس میں مان ہوتے، چنانچہ سلطان ناصر الدین محمود کے متعلق مورخین کہتے ہیں، ہر سال قرآن مجید کے دو نسخے لکھا کرتا، عبادت و ریاضت میں وقت گزارتا تھا۔ سلطان غیاث الدین اپنے دور کا بہترین حکمران تھا، علما و فضلا اور صلحائے امت و مشائخ کا قدر دان و دوست تھا

۱۔ نظارۃ الادب، ص ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، تاریخ فیروز شاہ، ص ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸،

شیخ برہان بلخی، شیخ سراج الدین سجری اور شیخ نجم الدین ترقی وغیرہ کی مجلسوں اور حلقہ درس میں جانے اور علمی فیوض سے بہرہ اندوز ہونے کا وقت بھی نکالتا تھا، اس کی اس علمی و کچپی سے اس عہد میں علما و فضلاء کی منزلت بڑھی اور علوم کی اشاعت کے مواقع پیدا ہوئے، اس کے زمانے کو ”خیر الاعصار“ کہا گیا ہی، اس دور میں بڑے بڑے اکابر صلحائے امت و مشائخ موجود تھے، اور ان کی خدمت میں حاضر ہونے کو وہ اپنی سادات تصور کرتا تھا۔

نیرشہا خانوادہ کے دوسرے ارکان بھی علم و فضل و صلاح و تقویٰ کے قدردان تھے، سلطان غیاث الدین نے اپنے بیٹے شاہزادہ محمد کلا علی تعلیم و تربیت سے آہستہ کیا تھا، وہ علوم و فنون اور علما و صلحا کا قدردان تھا، امیر خسرو اور امیر حسن اس کے دامن دولت سے وابستہ تھے، ان کے علمی کمالات اسی دور میں نمایاں ہو چکے تھے، اس نے شیخ سعدی شیرازی کو دو مرتبہ کثیر عطایا بھیج کر ملتان آنے کی دعوت دی کہ وہ ان کے لیے خانقاہ تعمیر کرائے گا اور جاگیریں وقف کرے گا، مگر شیخ نے ہر مرتبہ اپنی پیرائہ سالی کی وجہ سے معذوری ظاہر کی، فن و تشا و شعریں بھی اس کو کابل مہلت حاصل تھی، امیر خسرو نے اس کا پرورد مرثیہ لکھا ہی جو اہل علم میں شہرت رکھتا ہے۔

سلطان غیاث الدین کا بھتیجا امیر علاؤ الدین محمد بن کشی خاں دہلوی علم و فضل کی قدردانی میں اپنے دور میں بے مثال سمجھا جاتا تھا اس کی داد و تحسین کی شہرت سن کر عراق، عرب، مصر، شام، و تارسے لوگ اس کے در دولت پر آتے اور کامران کو پہنچ جاتے تھے۔

سلطان غیاث الدین کا دوسرا بیٹا ناصر الدین محمود معروف ب بغرا خاں بھی علم و فضل کی قدردانی میں شہرت رکھتا تھا، ناصر الدین محمود اور عز الدین کیتاباد کی تاریخی ملاقات جو دریا کے کنارے ہوئی تھی، امیر خسرو کا ترانہ السعدین اسی کا آئینہ دار ہے بغرا خاں نے ۶۹۱ھ میں وفات پائی اس دور کے حسب ذیل ممتاز عمیان، فضلاء

علماء و ادباء شہرہ آفاق، اور رباب خیر و صلاح خاص طور پر لائق ذکر ہیں۔

قضاۃ و صدر جہاں | صدر جہاں یا قاضی سالیک کے عہدہ پر ملک کے نامور عالم امور کے جاتے تھے، چنانچہ طبقات ناصری کے مشہور مصنف قاضی ابو عمر عثمان بن محمد جوزجانی معروف بہ منہاج سراج اس منصب پر ۶۵۳ھ تک مختلف زمانوں میں مقرر رہے، منہاج کا تعلق دہلی کی سلطنت سے آتش کے زمانہ میں پیدا ہوا، وہ ۵۹۹ھ میں پیدا ہوئے، تحصیل علوم کے بعد ۶۲۴ھ میں اچھے آئے، ناصر الدین قباجی نے مدرسہ فیروزہ میں درس و تدریس اور اس کے لڑکے بہرام شاہ نے قضا و عسکر کے منصب پر مامور کیا، ۶۲۵ھ میں سلطان آتش نے گوالیار کے امیر شریعہ کا حاکم، قاضی خطیب اور امام مقرر کیا، ۶۳۵ھ تک یہاں خدمت انجام دیتے رہے، سلطانہ ضیہ کے زمانہ میں وہ دلی آئے تو سلطانہ نے مدرسہ ناصریہ دہلی کے اوقات کا دلی مقرر کیا اور گوالیار کی قضاوت کا منصب بیک وقت قائم رہا، پھر بہرام شاہ نے دار السلطنت دہلی کا قاضی مقرر کیا، ۶۳۹ھ تک وہ اس خدمت پر مامور رہے، مسعود شاہ کے زمانہ میں وہ دہلی سے لکھنؤ آئے، طفل طغان نے عزت و احترام سے جگہ دی دو سال کے بعد پھر دہلی واپس آئے اور ۶۴۳ھ میں بلبن نائب سلطنت نے گوالیار کی قضاوت و خطابت پر دوبارہ مامور کیا، پھر اسی سال مدرسہ ناصریہ دہلی کا سابق عہدہ بھی انھیں مل گیا، پھر ۶۵۲ھ میں صدر جہاں کے منصب پر مامور کئے گئے۔

ان کی تصنیفات کا سلسلہ ۶۴۵ھ سے شروع ہوا، سب سے پہلے آتش کا رزم نامہ ”ناصری نامہ“ کے نام سے لکھا، بلبن نے قدروانی سے ان کا تہ صلیہ پڑھایا اور رفتہ رفتہ مختلف جاگیریں عطا ہوئیں، قاضی منہاج فقہ، اصول سیر تاریخ اور شعر میں دستگاہ رکھتے تھے، تصوف کا بھی مذاق تھا، حضرت نظام الدین اولیاء کے دربار میں حاضری دیتے تھے، آتش کی شان میں متعدد قصیدے بھی ہیں۔ طبقات ناصری ۲۳ جلدوں میں لکھی، طبقات ناصری کے نام سے بنگال ایشیا تک سوانحی نسخے ۵۶۶ھ میں جو جلد مشائخ کی ہیں وہ اصل کتاب کی انیسویں جلد تک پر مشتمل ہیں۔

(۲) قاضی جلال الدین کاشانی قاضی (چیف جسٹس) کے عہدہ پر بہرام شاہ کے زمانہ تک مامور رہی اس نے ۶۲۲ھ میں انھیں معزول کیا تو اودھ چلے گئے، اور وہاں عہدہ قضا کی خدمت انجام دی علاؤ الدین مسعود نے انھیں دوبارہ طلب کیا، اور ۶۲۱ھ میں سفارت کی خدمت سپرد کر کے لکھنؤ بھیجا، پھر دہلی کے صدر جہانی کے عہدے پر سلطان ناصر الدین محمود نے ۶۲۴ھ میں دوبارہ تقرر کیا اس منصب پر مامور رہ کر ۶۲۸ھ میں وفات پائی

(۳) قاضی شمس الدین مارہروی بہرام شاہ کے زمانہ میں مارہر کے قاضی تھے ۶۳۹ھ میں شیخ ایوب ترکمانی کے اشارہ سے بعض الزامات کی بنا پر اس نے ہاتھی کے پاؤں کے نیچے ڈال کر بے رحمی سے جان لی۔

(۴) شیخ عماد الدین محمد شتورخانی سلطان مسعود کے زمانہ میں ۶۳۹ھ میں دہلی کے قاضی مقرر ہوئے ۶۴۶ھ میں معزول کر کے بدایوں بھیجے گئے، پھر عماد الدین ریکمانی نے اسی سال ماہ ذی الحجہ میں انھیں قتل کر دیا۔

(۵) قاضی شمس الدین بہرائچی کو سلطان ناصر الدین محمود نے اپنی ولایت بہرائچ کے زمانہ میں یہاں کا قاضی مقرر کیا تھا جب وہ سریر سلطنت پر بیٹھا تو ۶۵۰ھ میں دہلی بلا کر یہاں کی قضا کی خدمت سپرد کی اور ۶۵۳ھ میں معزول کیا، جب امراء نے اس کے خلاف ۶۵۵ھ میں بغاوت کی، تو اس کا اہتمام ان پہی رکھا گیا، اور اسی سال وہ دہلی سے جلا وطن کر دیے گئے اور بہرائچ میں انھوں نے مستقل سکونت اختیار کر لی

(۶) قاضی جمال الدین محمد لبطالی کو سلطان ناصر الدین نے ۶۵۳ھ میں شیخ الاسلام کے منصب پر سرفراز کیا۔ ۶۵۷ھ میں انھوں نے وفات پائی

(۷) قاضی جلال الدین کاشانی سلطان معز الدین کی قیاد کے عہد میں دہلی

میں عہدہ قضا پر مامور تھے۔ سلطان جلال الدین فیروز شاہ خلجی نے انہیں دہلی سے علو کر کے بذاریوں کی قضاوت پر مامور کر دیا، اور یہی ملوک سلاطین کے دور کے آخری قاضی تھے۔

ممتاز اہل علم امام رضی الدین حسن بن محمد صفحانی اس دور کے ان مشاہیر اہل علم میں سے ہیں، جن پر عالم اسلامی کو ناز تھا، وہ ۷۵۵ھ میں لاہور میں پیدا ہوئے۔ یہی نشوونما پائی، اپنے والد شیخ محمد بن حسن صفحانی سے علوم کی تکمیل کی اور ارباب فضل میں شمار کئے گئے، سلطان قطب الدین ایبک نے قضاوت پیش کی مگر علوم کی تکمیل پیش نظر تھی، عہدہ قبول نہیں کیا، لاہور سے غزنی گئے کچھ دنوں وہاں درس و تدریس کی خدمات انجام دیں۔ پھر اس دور میں عالم اسلام میں علم و فن کے جو اہم مرکز تھے، اور جہاں ممتاز شیوخ علم کی سند درس سیکھی ہوئی تھی، وہاں پہنچے اور علم و عرفان کی دولت سے مالا مال ہوئے ۷۸۵ھ میں خلیفہ الناصر الدین التتار عباسی نے خلعت سے نوازا اور ۷۸۵ھ میں اپنا فرمان دے کر سلطان شمس الدین التتار کی خدمت میں بھیجا ہندوستان پہنچ کر انہوں نے یہیں مستقل بود و باش اختیار کر لی۔

اس کے بعد ۷۹۲ھ میں وہ پھر حج کے لیے تشریف لے گئے۔ اور عالم اسلام میں علوم کی خدمت انجام دیتے رہے۔ پھر خلیفہ المستنصر عباسی کی نگاہ انتخاب بھی ان ہی پر پڑی اس نے ان کو سلطانہ نصیب کے پاس سفیر بنا کر بھیجا، اور وہاں وہ دوبارہ قیام فرما کر اس کے بعد ۷۹۳ھ میں وہ پھر بغداد تشریف لے گئے اور وہیں وفات پائی اور ابتداء وہیں مدفون ہوئے، پھر وصیت کے مطابق لاش مکہ منظر لے جای گئی اور وہی ان کا ابدی خواب گاہ بنا۔

علامہ صفحانی علوم حدیث، فقہ اور لغت کے امام تھے، عالم اسلام کے جلیل القدر علماء و مصنفین نے ان علوم میں ان کے علوئے مرتبت کا عقیدت کے ساتھ اعتراف کیا ہو شیخ شرف الدین ذمیاطی، محمد بن عمر ہمدانی، ابن ہبباغ، برہان الدین محمود بن

اسعد بلخی وغیرہ ان کے ممتاز تلامذہ میں سے ہیں، ان ہی علوم میں ان کی بہت سی جلیل القدر تصنیفات ہیں، علم حدیث میں ان کی شہرہ آفاق تصنیف شارق الافاضل کی ضیاء پاشیوں سے ہندستان کے گوشہ گوشہ میں علم حدیث کی روشنی پہنچی، عالم اسلام کی ممتاز اہل علم نے اس کی بہ کثرت شرحیں لکھیں، جن کا تذکرہ حاجی خلیفہ نے کشف الظنون میں کیا ہے، حدیث میں ان کی دوسری تصنیف مصباح الدجانی حدیث المعطفی اور الشمس المنیرہ وغیرہ ہیں، اسی طرح فن لغت میں العیاب الزائریہ مجمع البحرین الزاد فی اللغۃ والتركيب وغیرہ کو عام شہرت حاصل ہے، اسی طرح حدیث، فقہ اور لغت میں ان کی دیگر تصنیفات ہیں۔

مولانا شہاب الدین بدایونی اس عہد کے ممتاز افاضل میں تھے، امیر خسرو نے ان کی شان میں قصائد لکھے ہیں۔ شیخ ضیاء الدین نخشی ان کے تلامذہ میں سے تھے۔ شیخ اسحق بن علی بخاری اس عہد کے ممتاز اہل علم صوفیہ میں سے تھے وہ شیخ منہاج الدین علی بن اسحق بخاری کے صاحبزادے تھے، دہلی میں پیدا ہوئے وہیں نشوونما پائی، مدرسہ معزیہ میں ایک مدت تک درس و تدریس کی خدمت انجام دی، شیخ فرید الدین محمود گنج شکر سے بیعت کی، انھوں نے غرقہ خلافت بھی عطا کیا، مختلف علوم میں دستگاہ رکھتے تھے "اسرار الاولیاء" کے نام سے اپنے شیخ کے ملفوظات جمع کئے تھے، علم صرغ میں ایک منظوم رسالہ بھی لکھا، ۷۹۱ھ میں وفات پائی۔

علامہ برہان الدین محمود بن ابوالخیر اسعد بلخی اپنے دور کے افاضل روزگار میں سے تھے کہا جاتا ہے کہ نحو، لغت، فقہ، حدیث، اور علوم عقلی میں ان کے اہل ہندستان میں ان سے بڑا عالم کوئی دوسرا نہ تھا، فقہ کی تحصیل ہابیہ کے مصنف شیخ برہان الدین مرغینانی سے کی، حدیث امام صنعانی صاحب مشرق الزوار سے پڑھی، اسی کے بعد ہندستان وارد ہوئے اور غیر مسلموں کی عزت و احترام سے

ان کی پذیرائی ہوئی، سلطان غیاث الدین ان کا احترام کرتا، اور ان کی خدمت میں حاضر ہو کر فیض اٹھاتا تھا، ۷۷۱ھ میں وفات پائی، دہلی میں جو منی شمس کے قریب دفن کئے گئے۔

علامہ نجم الدین عبدالعزیز بن محمد دمشقی دہلوی علوم عقلیہ کے ماہرین میں سے تھے امام فخر الدین رازی سے علوم کی تحصیل کی، اس کے بعد ہندوستان وارد ہوئے اور یہاں کے ملوک و امرا نے ان کے درود کو معتق سمجھا، سلطان غیاث الدین ہر ہفتہ ان کی خدمت اور ان کی صحبت سے حظ اٹھاتا تھا۔

مولانا شمس الدین خوارزمی سلطان غیاث الدین کے عہد کے ممتاز اساتذہ میں سے تھے، سلطان نے شمس الملک کا لقب عطا کیا، حضرت نظام الدین اولیا رطب الدین نائلہ اور شیخ برہان الدین عبدالباقی وغیرہ جیسے اکابر ان کے تلامذہ میں سے تھے۔

مولانا برہان الدین بزاز دمشقی دہلوی دہلی کے ممتاز فقہار میں سے تھے، درس و تدریس کا مشغلہ جاری تھا، غیاث الدین بلبن عزت و اکرام سے پیشی کرتا تھا۔

مولانا برہان الدین نسفی بھی دہلی کے فقہار میں تھے، مسند درس کبھی ہوئی تھی جب کوئی طالب علم آتا تو اس سے تین اقرار لیتے تھے، اول یہ کہ شب و روز میں صرف ایک مرتبہ کھائے گا۔ درس میں کسی دن بھی تاخیر سے نہ پہنچے گا۔ اگر اس کے خلاف ہو تو پھر اس کو کبھی درس میں بیٹھنے کا حق نہ ہوگا۔ تیسرے یہ کہ اثنائے راہ میں بجز سلام مسنون کے تعظیم کا کوئی اور طریقہ ان کے ساتھ اختیار نہیں کرے گا۔ بڑے بڑے علما و مشائخ ان کے حلقہ درس سے فیض یاب ہوئے۔

حکیم حرام الدین ماریکلی عہد بلبن میں دار السلطنت کے ممتاز اطباء میں سے تھے، تدریس کا مشغلہ بھی جاری تھا۔

شیخ ابوبکر بن یوسف سجری دہلی کے ممتاز اساتذہ میں سے تھے، غیاث الدین بلبن بڑی عزت کرتا، اور ہر جہہ کو سزا دے بعد ان کی مجلس میں حاضر ہوتا تھا۔

سید صدر الدین محمد بن سندھی اپنے عہد کے ممتاز علماء میں تھے، ۶۶۹ھ میں وفات پائی۔ بھکر میں مدفون ہوئے۔

اسی طرح اس دور کے ممتاز علماء، فقہاء، محدثین میں شیخ کمال الدین احمد حنفی محدث متوفی ۶۷۶ھ، قاضی رفیع الدین گافور دہلوی فقیہ رزہ تہ اخلاط ۱۵۵ھ، قاضی کمال الدین سامانی فقیہ (۱۵۵ھ) مولانا زین الدین بدایونی (نرہ تہ اخلاط ۱۶۰ھ) مولانا سراج الدین ترمذی (۱۶۱ھ) مولانا سعید الدین دہلوی فقیہ (۱۶۱ھ) مولانا شرف الدین والوالی فقیہ (۱۶۳ھ) قاضی ظہیر الدین دہلوی فقیہ (۱۷۱ھ) قاضی کمال الدین جوہری صاحب کتاب ابنی فی الفقہ (۲۰۱ھ) شیخ عبد الدین بن خطیر الدین لاہوری صاحب تصانیف مشہورہ (۲۰۲ھ) شیخ یعقوب بن احمد نہروانی متوفی ۶۵۵ھ (۲۰۹ھ) وغیرہ تھے جو اپنے زمانہ میں اپنی اپنی مسندوں سے کھپائے گئے اور ان کے وجود سے علم کا عام فیض جاری تھا۔

مشائخ | اس دور کو اکابر شائخ میں سے حضرت خواجہ فرید الدین سعد بن سلیمان احمد دہلوی معروف بہ گنج شکوہ کے وجود و گرامی سے شرف حاصل تھا وہ حضرت خواجہ بختیار کاکی علیہ الرحمہ کے اہل خلفاء میں سے تھے ضلع ملتان کے قصبہ کھنول میں پیدا ہوئے ہیں فتوہ سماپانی، اور ملتان میں تعلیم کی تکمیل فرمائی، حضرت ہمار الدین ذکر کیا ملتان سے فیض یاب ہوئے، یہیں حضرت بختیار کاکی سے شرف نیاز حاصل ہوا، فرید تعلیم کی ہدایت پاکر قندھار، سیستان، بدخشان، اور ہندو تشریف لے گئے، حضرت شہاب الدین سہروردی، شیخ سیف الدین بخاری، شیخ سعد الدین حموی سے فیض حاصل کیا، دہلی کے بعد وہاں میں حضرت کاکی کی خدمت میں اقامت اختیار فرمائی اور محابہ دریا ضمت میں مصروف ہوئے، حضرت خواجہ جمیری نے فیض بختیار کاکی سے دستار خلافت سر پر باندھی، پھر شیخ کے حکم کے مطابق بانسی تشریف لے گئے اور وہیں بارہ سال قیام فرمایا جب خلائق کا ہجوم بڑھا، تو احمد دہلوی چلے گئے اور کوہاٹا مستقر بنایا، خوارق عادات و کمالات کثرت سے مشغول ہوئے، اور اپنی

اور اس کی دولت و ثروت سے بے نیاز رہو، سلطان علاء الدین محمود آپ کی خدمت میں باریاب ہوا، بلین کے توسط سے چند گانوں کی معافی کا پروانہ دیا۔ حضرت نے قبول کرنے سے انکار فرمایا، بلین جو آگے چل کر سلطان غیاث الدین ہوا، کی بیٹی حضرت کے عقد نکاح میں تھی اور سر پر سلطنت پر بیٹھنے کے بعد بھی خانقاہ میں حاضری دیتا رہا، مگر حضرت کی شان استغناء میں کبھی فرق نہ آیا، ایک مرتبہ کسی شخص نے سفارش کے لیے مجبور کیا تو حضرت نے غیاث الدین کو حسب ذیل سحریہ لکھ بھیجی۔

”میں نے اس کے معاملہ کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کیا، پھر تمہارے سامنے لایا ہوں۔ اگر تم نے اس کو عطا کیا تو عطا فرمانے والا ہی اللہ تعالیٰ ہوگا اور تمہارا شک یہ ادا ہوگا، اور اگر تم نے اس کو کچھ نہیں دیا، تو روکے والا وہی اللہ ہوگا اور تم مخدور سمجھے جاؤ گے۔“

حضرت کے خلفاء میں حضرت نظام الدین محمد بدایونی ملقب بہ نظام الدین اولیاء حضرت علاء الدین علی صاحب کلیری، حضرت جمال الدین خطیب ہاشمی اور حضرت بدایین الحق دہلوی تھے، حضرت نظام الدین اولیاء نے حضرت سے قرآن مجید کے ۶ پارے اور کتاب العوارف اور کتاب التہذیب کی قرأت کی تھی، ان خلفاء میں سے حضرت نظام الدین نے حضرت گنج شکر کے ملفوظات راحۃ القلوب کے نام سے اور حضرت بدر الدین الحق دہلوی نے سیر الاولیاء کے نام سے جمع کئے تھے، حضرت گنج شکر نے ۹۵ سال کی عمر میں ۶۶۳ھ میں وصال فرمایا،

شیخ ابوالمودع نظام الدین بن جمال الدین غزنوی بھی حضرت بختیار کاکی کے مرید تھے، حضرت نظام الدین اولیاء ان کی مجلس وعظ میں شرکت کرتے اور ان کے پُر اثر وعظ کے مداح تھے، ۶۷۲ھ میں وفات پائی۔

شیخ جمال الدین احمد بن محمد ہاشمی متوفی ۶۵۹ھ، حضرت گنج شکر کے ممتاز خلائق میں تھے، حضرت شیخ فرماتے ہیں ”اکمال جمالی“ فارسی میں ایک دیوان یا گار چھوڑا (زبہنہ انوار ص ۱۲۲)

حضرت خواجہ علاء الدین علی بن احمد صابر قدس سرہ حضرت گنج شکر کے محبوب خلیفہ تھے، وہ ۹۲۲ھ میں بمقام گنجدیپیدا ہوئے، اور شیخ کی خدمت میں تعلیم و تربیت پائی اور حضرت گنج شکر کے اہل خلفاء میں شمار کئے گئے اور حضرت کے توسط سے چشتی سلسلہ کو پورے ملک میں عام مقبولیت حاصل ہوئی کہا جاتا ہے کہ ان پر کبھی شان جلالی کا غلبہ طاری ہوتا تھا ابتداً انھیں شیخ نے دہلی میں اقامت اختیار کرنے کا اجازت نامہ عطا کیا لیکن ہدایت کی کہ پہلے جمال الدین کو اسے دکھالیا، وہ ہانسی تشریف لائے، اجازت نامہ ان کے ہاتھ میں دیا اور تھوڑی دیر انتظار کر کے رخصت چاہی، شیخ جمال الدین نے کہا دہلی کے لیے برادر صاحب ولایت چاہیے، تم ایک لمحہ کے لیے ٹھہر نہیں سکتے، انھوں نے کچھ شان استغناء سے جواب دیا تو شیخ جمال الدین نے برم ہو کر اجازت نامہ کو چاک کر کے پارہ پارہ کر دیا، انھوں نے جلال میں آکر کہا کہ اسی طرح آپ کا سلسلہ بھی پارہ پارہ ہو جائے گا۔ چنانچہ شیخ جمال الدین کا سلسلہ آگے نہ بڑھ سکا حضرت خواجہ علاء الدین ہانسی سے لوٹ کر پھر حضرت گنج شکر کی خدمت میں واپس آئے اور توبہ سنالیا، تو حضرت گنج شکر نے فرمایا جمال الدین نے جس کو ٹکڑے کر دیا ہو میں اس کو جوڑ نہیں سکتا اور دہلی کے بجائے کلیر جاسکے کی ہدایت کی چنانچہ ۹۲۵ھ میں کلیر تشریف لے گئے اور وہیں اقامت اختیار کی اور ان کے توسط سے سلسلہ چشتیہ کا عام فیض جاری ہوا اور جب عام شہرہ ہوا تو خلافت اطراٹ ہند سے جوق ورجوق آکر فیض اٹھانے لگی ۹۲۹ھ میں اصل بکچ ہوئے۔ حضرت خواجہ ابوالحسن الدین ترک پانی پتی حضرت کے ممتاز خلیفہ تھے۔

شیخ بدر الدین انجمن علی بھاری دہلوی درمیرت گنج شکر کے ارشد خلفاء میں سے تھے۔ ان سے حضرت غایت الفت رکھتے تھے، اور اپنے تہذیب سے علوٰیہ کرنا گوارا نہیں فرمایا۔ ۹۹۱ھ میں اجمودھن میں واصل ہوئے۔

حضرت نظام الدین محمد بن احمد مدنی مسعود، بہر عہد آب انھی حضرت نظام الدین اولیا قدس سرہ حضرت گنج شکر کے وہ تائب خلیفہ ہیں جن کے توسط سے چشتی نظامی سلسلہ

کی پورے ملک میں اشاعت ہوئی، حضرت محبوب الہیؒ میں بدایوں میں پیدا ہوئے پانچ سال کی عمر میں والد ماجد کا سایہ سر سے اٹھ گیا، والدہ محترمہ کی آغوش میں تربیت پائی، شیخ علاء الدین ہولوی سے فقہ، اصول اور دوسرے دینی علوم کی تحصیل کی، ۵۰ سال کی عمر میں دہلی تشریف لائے اور یہاں کے اساتذہ شمس الدین خوازمی کمال الدین ماریکلی وغیرہ سے تحصیل علم کی تکمیل فرمائی۔ پھر ۶۵ھ میں دہلی تشریف لائے اور یہیں اقامت کی اجازت عطا کی گئی اور رشد و ہدایت کا فیض جاری ہو گیا، یہ مملوک سلاطین کا آخری دور تھا، حضرت کا قیام غیاث پور میں تھا، معز الدین کہیقاؤ نے اس کے قریب کیل کھری میں شاہی محل تعمیر کرایا، وربار کے قریب ہونے کی وجہ سے امرامو اکابر کی آمد و رفت یہاں شروع ہوئی، اس اثنا میں خلجی سلطنت کا آغاز ہوا۔ اور حضرت کے فیوض و برکات کا یہ سلسلہ اس دور میں جاری رہا، سلاطین و احرار نے سرشارِ غم کیا اور انہی طرف حضرت کی نگاہ کرم منعطف کرانے کو ابدی سعادت تصور کیا، حضرت کی تصنیفات میں نوائد القواد، فضل القوائد اور راحۃ المجین ہیں ۶۵ھ میں واصل بحق ہوئے۔

حضرت شیخ صدر الدین عارف حضرت بہار الدین ذکر الیقانی کے صاحبزادے اور جانشین تھے سلطان غیاث الدین کے بیٹے شاہنواز محمد کو ان سے عقیدت تھی، ان کی مجلس میں حاضر ہوا کرتا تھا۔ ۶۸۳ھ میں وفات پائی۔

شیخ ابوعلی شرف الدین قلندر اس عہد کے ممتاز علماء و مشائخ میں سے تھے ۶۸۸ھ میں پانی پت میں پیدا ہوئے، اکابر علماء سے علوم کی تحصیل کی، عالم اسلامی کی سیاحت فرما کر صلحائے امت کے فیوض سے بہرہ اندوز ہوئے حضرت شمس الدین جبریزی اور جلال الدین رومی سے ختمہ حاصل کیا، تیس سال تک درس و افادہ کی خدمت انجام دی سرکستی کا عالم طاقا ہوا اور آخر عمر تک باقی رہا، ان کی تصنیفات میں حکمت نامہ اور چند دیگر رسائل نقود میں ہیں، ۷۲۲ھ میں واصل بحق ہوئے۔

شیخ ایوب ترکمانی بہرام شاہ کے زمانہ میں با اقتدار مشائخ میں تھے، بارہراہ ان کا مرکز تھا، سلطان کو ان سے عقیدت تھی، دہلی آیا جا کر رہتے تھے، اور مختلف امور میں بہرام شاہ سے اپنی مرضی کے احکام صادر کرتے تھے۔

شیخ ابوبکر طوسی بلین کے عہد کے ممتاز مشائخ میں سے تھے، بلین نے ان کے لیے ایک بڑی خانقاہ تعمیر کرائی، جس میں لنگر جاری تھا، شیخ جمال الدین بانسوی ان کے فضل کے معترف تھے، اور ان کی مجلس میں تشریف لایا کرتے تھے۔

شیخ حسام الدین ملتانی حضرت صدر الدین محمد ذکریا ملتانی کے مرید ہیں سے تھے، ۶۸۵ھ میں وفات پائی۔

حضرت خواجہ محمد بن حسن اجمیری حضرت خواجہ اجمیری کے خلف صدق تھے، اجمیر میں پیدا ہوئے، اور وہیں حضرت خواجہ کے دامن تربیت میں فیض اٹھایا، اور ان کے بندہ شجیت وارشاہ کے منصب پر سرفراز ہوئے، ۶۵۳ھ میں وفات پائی۔

شیخ نجیب الدین بن حماد الدین فردوسی دہلوی، شیخ رکن الدین فردوسی کے مرید تھے حضرت محمد دم شیخ احمد بن یحییٰ منیری ان کے مرید و خلیفہ تھے، ۶۹۱ھ میں دہلی میں وصال پکے ہوئے۔

شیخ بابا رجب گجراتی حضرت سیاحہ کبیر رفاعی کے مرید تھے، ۷۱۶ھ میں گجرات میں آئے، ہنر والہ میں قیام تھا، ایک خلق کثیر ان کے ہاتھ پہنچا۔ ۷۲۲ھ میں وفات پائی شیخ عثمان بن حسن موندی معروف بہ لعل شاہ ہباز ۶۶۲ھ میں ملتان پہنچے سلطان غیاث الدین کے بیٹے شاہزادہ محمد نے ان کے لیے ایک عظیم خانقاہ تعمیر کرائی اور یہ رشید و بدایت میں مصروف ہوئے ۶۷۳ھ میں سیوستان میں مرنے لگے شیخ فخر الدین میرٹھی حضرت خواجہ تمبیا رکاک کی کے مرید و خلیفہ تھے۔ رتبہ زنجیت نامک سفر از ہوئے کہا جاتا ہے کہ وہ سکندر یونانی کی نسل سے تھے۔

۱۷۵ھ ایضاً ص ۱۲۳ ۱۷۶ھ ایضاً ص ۱۲۴ ۱۷۷ھ ایضاً ص ۱۲۵ ۱۷۸ھ ایضاً ص ۱۲۶

۱۷۹ھ ایضاً ص ۱۲۷ ۱۸۰ھ ایضاً ص ۱۲۸ ۱۸۱ھ ایضاً ص ۱۲۹ ۱۸۲ھ ایضاً ص ۱۳۰

شیخ نجیب الدین بن سلمان مؤمل حضرت گنج شکر کے خلفا میں سے تھے ۶۶۹ھ میں
دہلی میں وفات پائی۔

شیخ حسین بن علی بخاری حضرت زکریا ملتانی کے مرید تھے اور بھکر میں مقیم
سکونت رکھتے تھے ۶۹۵ھ میں وفات پائی۔

مولانا شیخ شریف الدین عراقی جو حضرت شہاب الدین سہروردی کے مرید تھے
۶۸۷ھ میں وفات پائی۔

اسی طرح اس دور میں ممتاز صوفیہ و شائخ میں شیخ عبدالرشید کتھلی متوفی ۶۳۸ھ
دربتہ انکھاطر میں ۱۷۱ھ شیخ خواجہ عزیز کشمی بدایونی فقیہ و صوفی متوفی ۶۶۶ھ (۱۷۸)
سید محمد شجاع کی متوفی ۶۴۶ھ شیخ بدرالدین محمد بن محمد سندھی متوفی ۶۸۰ھ بھکر
۱۷۲۳ھ سید صدر الدین محمد بن محمد بھکری متوفی ۶۶۹ھ (۲۲۶ھ) شیخ نور الدین
لاری متوفی ۶۹۵ھ (۷۳۸ھ) وغیرہ کے وجود گرامی سے رشاد و ہدایت کا کام فیض
جاری تھا۔



ملوک سلاطین کا دور حکومت

ملوک سلاطین کے خاتمہ پر پہلی سلطنت کے سلاطین کے سلسلہ کا خاتمہ ہوا جن کا آغاز سلطان شہاب الدین غوری سے ہوا تھا، کہ اسی کے غلام درغلام تاجدار بن کر تخت نشین ہوتے گئے، اس کے ساتھ سلطان محمود غزنوی اور شہاب الدین غوری کے ہاتھوں سے ہندوستان کو زیر نگین کرنے کی جو ہم شروع ہوئی تھی، وہ بھی اسی دور میں پایہ تکمیل کو پہنچ گئی۔

ہندوستان مسلمانوں کے غزنوی اور غوری کشور کشاؤں کے ہندوستان پر حملہ اور ہونے کے محرکات

ہونے کے محرکات کیا تھے، ہمیں اس پر بھی ایک نظر ڈال لینا چاہیے، عام طریقہ سے محمود کی بٹھکنی کے جذبہ کو شہرت دی گئی ہو۔ مگر یہ تاہم یورپ کے مورخین کے ذہن کی پیداوار ہو ان نو مسلم ترکوں میں اس قسم کے کسی جذبہ کے بجائے دراصل اس زمانہ کی سماجی زندگی کے وہ مطالبے تھے جو بلند می اور نام دریا حاصل کرنے کے لیے فوجی طاقتیں مہیا کر کے سپہ سالار، آیات، ملک سے دوسرے ملک میں جایا کرتے تھے۔ ہندوستان کی دولت کی شہرت عام تھی، اس میں بھی ایک خاص قسم کی کشش موجود تھی، ان قبائل میں اپنی نو آبادیاں قائم کرنے کا جذبہ بھی پایا جاتا تھا، وہ اپنے بڑے بڑے جگہوں کے ساتھ نکل جاتے تھے اور جہاں سرسبز می نظر آتی تھی، وہاں ڈیرے ڈال دیتے تھے، محمود نے ہندوستان کو خاص طور پر رہنے کے لیے پسند کیا تھا، لیکن وہ یہاں اقامت اختیار نہ کر سکا۔

مسلمانوں کو ان کی زندگی کے مسالین دینی کے زمانہ میں جن حکمرانوں کے ہاتھوں عام شعبوں میں عمومی آزادی میں ملو اور تھی انہیں اس پر اتنا بھروسہ تھا کہ انہوں نے ہندوستان کے پورے حصے والوں کو ہٹا کرنے کا کبھی قصد نہیں کیا، یہاں انہوں نے قانون سلجھا دیا کرنے کی ضرورت کبھی محسوس نہیں کی، ناسلانیوں کو عام اجازت تھی

کہ وہ ہتھیار بند رہیں، اور اپنی مرضی کے مطابق جو گے تیار کریں، ان کی سماجی، معاشرتی و اپنی زندگی سے بھی کوئی تعرض نہیں کیا جاتا تھا، انھیں ہر قسم کی پوری آزادی حاصل تھی انھیں اپنی اقتصادی دشمنی ترقی حاصل کرنے کے پورے مواقع دیے گئے تھے، اور اسی زمانہ میں وہ حکومت کے شعبوں سے بھی کہیں کہیں وابستہ ہونے لگے تھے۔

ہندوستان میں مسلمانوں کی حکومت کی حیثیت | درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے، اگر ہندوستان پر حملہ اور علی میں کوئی دینی جذبہ کا فروغ ہوتا تو وہ یہاں کی سلطنت کی بنیاد اسلامی اصول و شرائط پر قائم کرتے، اگرچہ بعض نے اس سلطنت کو "عاصی اسلامی سلطنت" لکھا ہے جس کی بنیاد شرعی حکام پر تھی، لیکن اہل نظر جانتے ہیں کہ علی طور پر دراصل یہ اسلامی سلطنت نہ تھی، اور بدنی جیسے مورخ کو بھی اپنی تعریف "مفتاویٰ جہانگیری" میں یہ اقرار کرنا پڑا ہے، کہ یہاں بادشاہ کا نظام خاص "دنیاداری" پر قائم تھا جو دین و داری کے قطعی خلافت تھا جس کا قیام غیر اسلامی طور و طریق اور طرز حکومت کو اختیار کئے بغیر ممکن تھا، سلطان اگرچہ خود اسلامی عقیدہ کا قائل اور شرائط کا پابند تھا، لیکن اس کی سلطنت کا نظام شرائط کے بجائے قائم ہونے کے بجائے خاص تسلط اور فوجی طاقت پر قائم تھا، اس نظام میں شرائط کو بھی وہی حیثیت حاصل تھی، جو دوسرے قوانین کو تھی، اس لیے دراصل یہاں مسلمانوں نے جس سلطنت کی داغ بیل ڈالی تھی وہ نہ ہی حکومت کے بجائے غیر مذہبی اور غیر جانب دار سلطنت (سیکولر اسٹیٹ) تھی پر و فیسر حبیب اللہ نے یہ صحیح لکھا ہے کہ

"مورخین کی بیانات سے اندازہ ہوتا ہے کہ سلطنت خاص اسلامی ریاست

تھی، جو اپنی پابندی کو شریعت کے مطابق بنانے کی کوشش کرتی رہی، لیکن جیسا کہ

گذشتہ اجواب سے معلوم ہوگا کہ عملاً ایسا نہ تھی، بادشاہت کے غیر اسلامی طرز کا

مطالوہ کر چکے ہیں، برقی نے اس کا اعتراف کیا ہے، کہ دنیاداری جس کا منہائے کمال بادشاہت

ہو، وہ حیدر اوی کے خلافت ہو، برقی نے یہ بتایا ہے کہ بادشاہت کے مشترک طریقے

اسلام پس جاری رہی اور اس کے بدوہ اس نتیجہ پر پہنچا ہے کہ غیر اسلامی طریقے

کے بادشاہت ممکن نہیں، بعض خوش عقیدہ مذہبی گروہ اپنے کو پیشی دے سکتا ہو، کہ سلطان صرف مذہب کی اشاعت اور شریعت کی بقا ہی کے لیے جوتا ہو، لیکن فیہر کسی شک و شبہ کے یہ کہا جاسکتا ہو کہ اس کے اعمال میں جو چیزیں فیصلہ کن ہوتی تھیں، وہ قوت اور ضرورت کا قانون تھیں، برنی نے بادشاہت کی اصلیت اور نوعیت کی تفصیل بتائی ہو، وہ کہتا ہو کہ بادشاہت کے معنی و مستی کے ہیں، چاہے وہ قانونی طریقے ہو یا قوت سے ہو اور شریعت کی علمی طور پر اس سے زیادہ توجہ نہ تھی، جیسا دوسرے قوانین کی، برنی کو یہ اعتراض ہو کہ مسلمانوں کو جو سترائیں دی جاتی تھیں وہ قرآن پاک کے خلاف تھیں، لیکن ان کو رد کرکھا جاتا تھا، اہل طرح قانون و رخصت اور حلال و حرام کا امتیاز اور دوسری معروف و مشہور پابندیوں کو توڑ دیا جاتا تھا، مذہب کا طبقہ اس کے خلاف احتجاج ضرور کرتا تھا، سود کے متعلق جو شرعی پابندیاں تھیں ان کا لحاظ اس میں نہیں کیا جاتا تھا، میر خسرو نے واقعہ بیان کیا ہو، کہ ایک تنکیر پر ایک قبیل سودا ہوا اور لیا جاتا تھا، اور فریقین میں جب تحریری معاہدہ ہو جاتا تھا، تو اس کو قانونی وجہ حاصل ہو جاتا تھا، اور قاضی کو اس کو عمل میں لانا پڑتا تھا وہ جو چار شرعی اصول برنی نے بادشاہوں کو عملی کرنے کے لیے لکھے ہیں ان میں سے ایک یہ ہو کہ وہ جب کسی معاہدہ کو جاری کرے، تو ان میں سے اگر کوئی شریعت کے خلاف ہو تو وہ واپس نہ لے لیا جائے، بلکہ جب تک ضرورت ہو اس کو قائم رکھا جاسکتا ہو۔

ہندوستان میں مسلمانوں کی اسی غیر مذہبی سلطنت کی تاسیس عمل میں آئی، اور بیشتر زمانوں میں اپنے کو غیر مذہبی حکمران تصور کیا، انھوں نے اپنی ذات اور مسلمانوں کے لیے دین کی عام پابندی کو لازم کر رکھا تھا، مگر مسلمانوں کے ساتھ اپنے سیاسی برتاؤ میں اس کا لحاظ نہیں رکھا، اس طرح وہ دینداری اور دنیا داری دونوں کو دونوں پلوں پر رکھ کر نظم و حکومت سنبھالے ہوئے تھے اور ان میں سے جو سلاطین دینداری کی طرف مائل ہوتے، ان کا باز کسی قدر جھک جاتا، اور چونکہ ان دنیا داری کے رخ کو سامنے رکھتے، وہ اس سمت کو جھک جاتے تھے، یہی طرز ملک سلاطین ہند سے لے کر تیموری سلطنت کے چرراغ کے کچھ تک

قائم رہا، تیوری دور میں دین داری و دنیا داری کے دونوں مسول کو دو حکمرانوں عالمگیر اور اکبر نے اپنے اپنے دوروں میں اپنے کردار سے زیادہ نمایاں کر دیا تھا اور اسی لیے ان دونوں کی بادشاہی کا طرز ایک دوسرے کے بالکل برعکس تھا با این ہمہ پورے اسلامی دور میں کسی ایک حکمران کا بھی زمانہ ایسا مشکل سے مل سکتا ہے جس کو ہم خالص اسلامی حکومت سے تعبیر کر سکتے ہیں اور جس میں ہم عہد صدیقی و ثلوثی کی مثالیں دیکھ سکتے ہوں، بلکہ یہاں اسلامی حکومت کے بجائے مسلمان بادشاہوں کی حکومت قائم تھی جس میں جب حکمرانوں اور محکموں میں ارتباط بڑھا تو دونوں کو یکساں حیثیت کے شہری حقوق حاصل ہو گئے اور حکومت کا کوئی عہدہ یا منصب محض ہمسلمان ہونے کے سبب سے کسی کے لیے بند نہیں رہ گیا۔

ہندستان کی حفاظت | ملوک سلاطین اپنے دور میں حکمرانی میں مغربی مسیحی کی اہم خدمت انجام دیتے رہے، اس دور میں وسط ایشیا میں بے دریغ انقلابات آئے اور ان کی لہریں دریائے سندھ تک بھی پہنچیں۔ مگر ان سلاطین نے ان کی موجوں کو بکھیر دیا اور پنجاب تک کے علاقہ کو مضبوطی سے زیر نگین رکھا، ان کا یہ کارنامہ مغل سلاطین کے کارناموں سے بڑھا ہوا تھا، اس لیے کہ مغلوں کے تسلط میں افغانستان اور قندھار کا علاقہ بھی تھا اور انھیں آگے بڑھ کر ہندستان کی سرحد کی حفاظت کا موقع حاصل تھا۔

حکومت کا ڈھانچہ | اس لیے ان سلاطین دہلی کی مرکزی حکومت پر ملکی حفاظت و رخصت کا عظیم بار تھا، اور ان کا لحاظ سے ان کے غیر معمولی مصارف بھی تھے اور مرکزی حکومت سب سے زیادہ فوجی اخراجات ہی پر صرف کرتی تھی۔

اس دور وسطی میں مسلمان سلاطین کی سلطانی کا استناد خلفاء کی منظوری سے حاصل ہوتا تھا، ہندستان کے یہ سلاطین بھی خلفاء سے اپنا رسمی رشتہ قائم رکھتے تھے اور رسماً خلیفہ المسلمین کو سب پر تفوق حاصل تھا، اور یہ سلاطین گویا اس کی طرف نیابتہ حکومت کرتے تھے، اس لیے خطبہ میں خلفائے اسلام کے ساتھ ان کے نام لیے جاتے تھے

حکومت کے شعبے | سلطان کے بعد قدرۃ دذرا کو اہمیت حاصل تھی، جنہیں نظام الملک، مویہ الملک، صدر الملک، عین الملک وغیرہ کے خطابات دیے جاتے تھے، لیکن یہ دذرا صرف کنوری امور کے مالک تھے، شعبہ عسکری، شعبہ مال، دیوان انشا، معاملات خارجیہ، اطلاعات اور وزارت انصاف کے شعبے علاوہ قائم تھے ان کے علاوہ امیر، حاجب، وکیل دار، سارجاندار اور کبھی نائب مملکت کے عہدہ دار مقرر ہوئے، پھر آخر میں نیابت کے عہدے مستقل کر دیے گئے جس میں نائب وزیر، نائب وکیل عہدہ دار تھے۔

فوج | فوج کی کئی قسمیں تھیں، ایک توٹ ہی فوج تھی جو ملک اور خصوصاً سرحد کی حفاظت پر مامور تھی، دوسرے صوبائی فوجیں صوبہ داروں کے ماتحت تھیں، کبھی مرہٹہ کے وقت بھرتی ہوتی تھی، فوج کے افسروں کو تنخواہیں دی جاتی تھیں، البتہ جاگیر سپرد تھیں، البتہ قائم فوج کے سپاہیوں کی تنخواہیں، جو موجب کمالات تھیں مقرر تھیں **آئین و عدالت** | قانن شریعت بنیادی آئین سمجھا جاتا تھا، مگر ضرورت کے مطابق اس کے خلاف عمل ہوا کرتا تھا، ہندوؤں کے لیے ہندو کوڈ کے مطابق تو آئین نافذ تھے، خصوصاً پرسنل لاء میں انھیں کامل آزادی حاصل تھی۔ صدر جہاں کا عہدہ ہندستان کی مرکزی عدالت کے چیف جسٹس کے لیے تھا امراء و وزراء سے رتبہ و احترام میں اس منصب کا درجہ اونچا تھا، چنانچہ مورخین نے فہرست میں شہزادوں کے بعد ان کے نام لکھے ہیں وہ صدر جہاں کے علاوہ قاضی نضاۃ، قاضی ممالک یا شیخ الاسلام بھی کہے جاتے ہیں، عدالتی نظام بصرہ اور تکر کے سارے اختیارات اسی کو حاصل تھے۔

پھر اس کے ماتحت عہدہ دار تھے، دیوانی کے مقدمات قاضی اور فوجداری کے مقدمات امیر داد سماعت کرتے تھے کو تو ال اور محتسب پولیس کا کام کرتے تھے۔ زکوٰۃ کا نظم بھی قائم تھا اور دوسرے محاسل بھی لیے جاتے تھے ہمسایہ تقرری

اور طوائف سکے کئی قسم کے جاری تھے۔ ہندوستان کے عہد اسلامی میں زکوٰۃ کا نظام کے عنوان سے اس مجموعہ میں ایک مستقل تحریر علیحدہ مندرج ہے،

ڈاک کا نظم | ڈاک کے نظم کا بڑا عمدہ دار "برید مالک" کہا جاتا تھا، اس کا صدر دفتر پائپ تخت میں تھا اس کے ماتحت راستوں کا مقول نظم قائم رہتا تھا۔ صوبوں کا نظم | صوبوں کا نظم اس طرح قائم تھا، کہ صوبہ دار اپنے حدود کے کامل ذمہ دار ہوتے تھے، کبھی نائب والی بھی مقرر ہوتے تھے صوبوں میں بھی چھوٹے پیمانہ پر حکومت کے وہ سب شعبے موجود تھے، جو مرکز میں قائم تھے اس زمانہ میں صوبوں کے لیے انظار کی اصطلاح قائم تھی، صاحب انظار کو عدالتی نظام میں دخل دینے کا اختیار حاصل نہ تھا، صوبہ دار تختہ دو کوال کی مدد سے نظم و امن قائم رکھتا تھا اور مرکزی حکومت کی طرف سے خطبہ و سکے جاری رہتا تھا، کبھی باجگزار صوبے اپنا سکے علیحدہ بھی جاری کرتے تھے۔

سلاطین کا طرز | مورخین نے مملوک سلاطین کے شاہانہ طرز و بود و ماند کی نہایت **بود و ماند** | دلکش تصویر کھینچی ہو، سلطان کے گرد و صد ہا نقیب و جاوہش پیادہ و سرہنگ امراء و فوجی سوار جمع رہتے تھے، اور ایسا دبہ چھایا رہتا تھا کہ کبھی بڑی بڑی سلطنتوں کے امراء و سفراء "خاک بوسی" یعنی سلام کے وقت شدت تاثر سے لڑکھڑا کر گرتے اور بے ہوش ہو جاتے تھے، اس طریقہ سے رعوب و دبہ قائم کر کے فتنہ انگیزی کو روکنا مقصود تھا، حالانکہ خود پرستی و عظمت منائی کے یہ طریق اسلام اور اس کی تعلیمات کے منافی تھے، لیکن ملین خود کہتا ہے کہ ان کو جائز اس لیے رکھا گیا ہے کہ قیام امن و عدل میں ان سے مدد ملتی ہے، مظلوموں کی دادرسی ان سلاطین کا خاص شیوہ رہا، نیرودہ اور دین میں دینداری کو راہ دینے کا جذبہ بھی رکھتے تھے، لیکن انھوں نے اپنی حکومت کو اسلام کی اشاعت کا ذریعہ نہیں بنایا۔

اسلام کی اشاعت | اس دور میں اسلام کی اشاعت ضرور ہوئی، مگر وہ حکومت کے بل پر ہونے کے بجائے مسلمانوں کے ہندوستان کی منتشر آبادیوں میں

گھل مل کر رہیں جانے سے ہوئی، ہندوؤں میں رورتی پوجا، پر عتیدہ کزدہ ہوتا گیا
 توحید اور مساوات انسانی کے جذبات کی ان میں پرورش ہوئی۔ ہندوؤں کے
 مختلف فرقوں نے بعض اس زمانہ میں اور بعض آگے چل کر توحید کی تعلیمات کو
 اصول کے طور پر مانا اور ویش، شودرا، کھتری اور برہمن کی تفریقوں کو مٹایا، صوفیہ
 کوام شمالی ہند کے گوشہ گوشہ میں پہنچ چکے تھے، اور اسلامی تصوف کے ذریعہ ہندوستان
 میں اسلام کو فروغ ہوتا جاتا تھا، خصوصاً خانوادہ چشتیہ نے وہ خدمات انجام دیے
 جو سلاطین دہلی سے انجام نہ پاسکے، کلاہ تتری رکھنے والے درویش صفت امیر
 اور خواجہ حسن نے سلطان نظام الدین کی چو کھٹ جوئی۔

اس دور میں علمائے دین بڑی وقعت کی نگاہ سے دیکھے جاتے اور خدمتیں
 انجام دیتے تھے، مسجدیں اور مدرسے ان کی میادیت میں مقرر تھے۔
 علوم کی ترقی اجیا کہ اوپر گزرا مملوک سلاطین نے علوم کی ترقی میں غیر معمولی
 دلچسپی لی، ضیاء الدین برنی نے ہر ایک سلطان کے عہد کے میان میں شعرا، علماء
 فضلاء، فقہاء، محدثین وغیرہ کی طویل فہرست درج کی ہے۔ مذکورہ کی کتابوں میں مختلف
 مدارس کا حال ملتا ہے۔ اس دور میں جو علمی و تعلیمی ترقیاں ہوئیں ان کا ذکر جبالا اوپر گزرا اور
 تعلیمی ترقیوں کا تفصیلی بیان اس مجموعہ کے مستقل مقالوں میں ملے گا، آئیے۔

ہندستان کے شمالی حصہ میں اس دور میں ایرانیوں
 افغانستان اور ترکوں نے عربوں کے تمدن سے آمیزش
 انسانی آبادی کے طبقات کے بعد مسلمانوں کی سوسائٹی میں یہاں ایک طبقہ اعلیٰ قائم
 کر لیا تھا، اور پھر ہندوؤں میں سے ایک بڑا طبقہ اسلام میں داخل ہوا، اور جیسا کہ گزرا وہ ترقی
 کر کے نیابت مملکت کے منصب تک پہنچا اس طرح شمالی ہند میں ایک ایسے کلچر کی بنا پڑی
 جس میں عرب تمدن آمیز ایرانی افغانی، ترک کلچر میں ہندی کلچر کی آمیزش ہوئی اور ایک
 نئے کلچر کی تشکیل عمل میں آئی، دوسری طرف سندھ میں مغربوں کے غالب اثرات سے
 ہندی کلچر کی آمیزش سے ایک جداگانہ کلچر کی تشکیل ہو رہی تھی، اس طرح شمالی ہند

کے نئے کلچر میں ایرانی اور سندھ کے نئے کلچر میں عربی اثرات نمایاں تھے، ملوک سلاطین کے دور میں شمالی ہند اور سندھ و عمان کے ان دونوں کلچروں کو ایک دوسرے سے ملنے کا موقع ملا۔ اور ایک نیا ہندوستانی کلچر عالم وجود میں آیا، اور سوسائٹی میں طبقہ اعلیٰ کے وہ مسلمان جو مختلف نسلوں کے تھے اس کلچر کے روح رواں رہے۔ اس سوسائٹی میں اہل سیف اور اہل قلم کی دو شاخیں تھیں۔ اہل سیف میں ارباب حکومت اور اہل قلم میں ارباب علم و فن تھے عدالت و فقہاء کا نظم موثر الذکر طبقہ ہی کے قبضہ میں تھا تیسرا گروہ "عوام" اور "خلق" کا تھا، تجارت کا طبقہ ان ہی میں سے تھا، جن میں ملک التجار بھی ہوتے تھے اور امتیازی شان حاصل کرتے تھے، عوام کا بڑا طبقہ کاشتکاری اور کارخانوں میں کام کرتا تھا، مذہبی حیثیت سے ملک میں سنی شیعہ، صوفیہ اور نامسلمانوں کا تھا، شیعہوں میں کاغذی طبقہ موسوم بہ ملاحدہ قرامطہ تھا، اسی طرح سنیوں میں حنفی و شافعی دونوں تھے

تجارتی ترقی | اس عہد میں ہندوستان کے تجارتی تعلقات ایران و عرب سے قائم تھے، حالانکہ ملوک سلاطین کے قبضہ میں کوئی بندرگاہ نہ تھی مگر تجارت بھی فروغ پر تھی، مختلف قسم کے کارخانے قائم تھے، جن میں سامان تیار ہوتا تھا، مدعی ترقی اس ملک کی جان تھی، حکومت ان دامن قائم رکھ کر اور کہ انہیں کو آسانیاں مہیا کر کے زراعت کو ترقی دیتی تھی۔

اندرون ملک میں رستوں کا معقول نظم قائم تھا، تجارتی راستے زیادہ تر دریائی تھے۔ بحری و بری رستوں اور ان کے وسیلوں کا نظم قائم رکھا گیا تھا۔ جن سے ملک میں غیر معمولی تجارتی و صنعتی ترقیاں عمل میں آئیں۔

ہندوستان کی مرکزیت | ہندوستان کی تجارتی و صنعتی ترقیوں اور فراخ باریں کا شہر ایسا ہوا کہ ایشیاء عالم اسلامی میں اور دوسرے اسلامی ملکوں سے لوگ نقل و حرکت کرنے لگے اور مختلف صنایع، کاریگری اور اہل حرفہ اس ملک میں آباد ہو گئے۔ اس تمدن کا سب سے اہم مرکز خود پایہ تخت بنی تھا، چنانچہ اس دور کے خاتمہ کے چند سال ابو جیب ۱۲۰۰ھ میں شہر سیاح ابن بطوطہ ہندوستان آیا تو اس کو بہترین نظر آیا کہ

"دہلی کو دیکھ کر بلاشبہ تمہارے مشرقی دنیا کے ہلال کے ٹکڑوں پر تفوق و ترجیح حاصل ہو"

ہندستان آٹھویں صدی ہجری میں

ابوالعباس احمد قلعشندہ ری رمنونی ۸۲۱ھ کی مشہور کتاب صبح الاعشی عربی علم ادب میں
 لا زوال شہرت رکھتی ہے اس کا موضوع فن انشا ہے، لیکن اس انشا سے مقصود انشا پر وزی
 نہیں ہو گیا کہ اب سمجھا جاتا ہے بلکہ اس مجموعہ علم و فن سے مقصد یہ ہے جس کی واقفیت ایک شاہی
 سرکاری کے فرائض کیلئے ضروری ہو، اور اس لیے مصنف نے اہل انشا کی عام علمی
 علمی ضروریات کے اقتضا کے لحاظ سے اس کتاب کی ترتیب و تدوین میں ایک ایسا وسیع رستہ
 اختیار کیا، جس کی بدولت اس کی یہ تصنیف دھرتی فن ادب کا ایک عظیم الشان یہ تحفہ بھی بلکہ مختلف
 علوم و فنون کا بھی ایک دلاویز مجموعہ بن گئی ہے۔ یہ کتاب تاریخ دسیہ بھی ہے، اور فن ادب بھی
 تفسیر حدیث بھی ہے، اور فقہ و آقا بھی، عالم اسلامی کا جغرافیہ بھی ہے اور اسلام کی تمدنی ترقیوں
 کا آئینہ بھی، فن انشا کے اصول و تدوین، مختلف ممالک اسلامی میں اس کے مختلف حالات و کیفیات
 و بانوئی کا تمام خصوصیات اور عہد جاہلیت سے آٹھویں صدی ہجری تک تمام عالم اسلامی
 میں اس کی تدریجی نشر و اشاعت اور ان انشا کا قیام اور ہی خاصیت سے خلافت اسلامیہ کا
 ثروت خلافت سے ہول و غمراہ، خلفائے اسلام کے مفصل حالات، تمام عالم اسلامی میں ان کا
 نفوذ و اثر، اور پھر اسی ضمن میں مشرق و مغرب کے تمام ممالک اسلامیہ کے جغرافیائی حدود، ان کی
 حکومتوں کا اہمائی پندرہ، اور خصوصاً مختلف ممالک کے توفیق و تدوین، مخالفت اور عام طرز
 یو دو مانڈ کے حالات نہایت اخصصار اور جامعیت سے مرتب کئے گئے ہیں۔

اس لیے یہ کتاب گویا ایک بحرِ خوار ہے۔ اس موضوع پر اس کے اس طے کو سامنے لانا
 ہی۔ جہاں اس میں ممالک اسلامیہ کے ذیلی میں ہندستان کے عام حالات بیان کئے گئے ہیں۔

صبح الاعشی کا مصنف قلعشندہ ہی مہر کار بنے والا تھا، اور ہمیں دیوان انشا کا افسر
 مقرر ہوا ۸۵۶ھ میں قلعشندہ (ولایت مصر) میں پیدا ہوا، اور ۸۸۷ھ سے اس کی
 علمی و علمی زندگی کا آغاز ہوا ۸۹۱ھ سے دیوان انشا مصر سے متعلق ہوا، اور ہی محمد بن

اس نے صبح الاکشی کی تائید کی ابتدا کی اور سترہ میں اس سے فارغ ہو گیا۔

اس لیے قفقشندی نے مالک اسلامیہ کے ذیل میں ہندستان کے جو حالات فراہم کئے ہیں، وہ دراصل اٹھویں صدی ہجری سے متعلق ہیں۔ ہندستان کے یہ حالات یہاں کی گئی مرتبہ تاریخ کی صورت میں نہیں ہیں، بلکہ اس نے سرزمین ہند کا نقشہ کھینچ کر اس کے ایسے خطہ خالی نمایاں کئے ہیں، اگر آٹھویں صدی کے ہندستان کا ایک مرتبہ تیار ہو گیا ہو تو اس کے عام تہذیب و تمدن و معاشرت کا پتہ چلتا ہو، اور ہندستان کی اسلامی حکومت کے نظام و طریق حکومت کا ایک ایسا نقشہ سامنے آتا ہو جو ہندستان کی عام فارسی تاریخوں میں اس مرتبہ شکل میں موجود نہیں۔

اس لیے تدریجی طور پر ہندستان کے ان حالات کے متعلق قفقشندی کے دو متحدہ ہیں ایک جو ب سیاحوں کے جغرافیہ کی کتاب میں اور دوسرے ہندستان کے بعض ایسے اہل علم کے بیانات جو ان مالک اسلامی تک پہنچے تھے ہندستان کے اہل علم میں سے شیخ مبارک بن محمود الانباتی (کھبائی) شیخ سراج ہندی (شیخ عبدالرحمن الریاء) اندلی وغیرہ خصوصیت سے قابل ذکر ہیں، یہ وہ زمانہ تھا، جب محمد تقی نے مصر کے عباسی خلفاء کی بیعت کر لی تھی اور اس تعلق سے مصر و ہند میں گہرے تعلقات پیدا ہو گئے تھے۔

قفقشندی نے ہندستان کے اس تذکرہ میں اولاً یہاں کا مفصل جغرافیہ دیا ہے، اس ضمن میں یہاں کے شہروں، نواح، پربت دہلی کے حالات، نہایت دل چسپ ہیں، پھر ہندستان کے اقتصادی مباحث ہیں، اس میں یہاں کی عام پیداوار، حیوانات، صنعت، حرفت اور تجارت وغیرہ کے تذکرے کے ساتھ یہاں کے سکنے اور نریخ وغیرہ کو تفصیل سے درج کیا ہے۔ پھر ملین اسلام کا ذکر ہے اور محمد بن قنفق شاہ لاؤکرہ کر کے اس کے عہد کے مفصل نظام حکومت کو پیش کیا ہے، اور خصوصیت کے ساتھ اسی کے طرز حکومت اور لوازم شہری کو تفصیل سے دکھایا ہے۔ ہندستان کے ان حالات کا آغاز "القطر الرابع" سے شروع کرتا ہے، اولاً ہند کا چار تاجدار عرب جغرافیہ نویسوں صاحب ساکب الانصار اور صاحب تحفۃ الادب ابن محمد بن عبد الجیم اندلی وغیرہ کے اقتباسات سے کراہا ہے اور پھر شیخ محمد بن محمود الانباتی وغیرہ کی روایت سے

حالات بیان کئے ہیں، مرقن اس میں ہندستان کے متعلق قیمی معلومات، اختصار کے ساتھ بیان ہوئے
اور اس لائق میں ہر شخص اور دینی کی خاص ترتیب کے ساتھ متعلق کی جائے، ذیل کی سطروں میں
اس خدمت کو انجام دیا گیا ہے۔

ہندستان کا تعارف | فلفندری نے ہندستان کا تعارف صاحب ماسک الالبصار کی

زبان سے حسب ذیل شاندار الفاظ میں کرایا دہ لکھتا ہے:-

”ہندوستان ایک عظیم الشان مملکت ہے اس کے حدود کی وسعت، دولت و ثروت
کی ہمتاء اور فرماں روا یان ہند کا جاہ و جہم، شان و شوکت، اور خدم و حشم تمام روئے
زمین میں یکتا دیگانہ ہے، یہی وہ خطہ ارض ہے، جس کے سمندر و موتیوں سے بھرے ہوئے،
طبقات زمین سونے کی کاؤں سے پے ہوئے پہاڑ، یا قوت و الماس سے مالا مال،
وادیوں و حدود و کافور سے بھرپور اور جنگل، ہاتھی اور گینڈے سے بے ہوئے ہیں، یہیں
کی چند نواہیں اپنی آب داری میں روز ازل سے مشہور ہیں، اور پھر نرنگ کی اوانی
لشکر کی غیر محدود تعداد، اور باتندگان ہند کا علم و حکمت اور دانائی اور فرزائیگی
تعارف سے مستغنی ہے۔“

اس کے بعد فلفندری نے ہندوستان کو دو اقلیموں، اقلیم سندھ اور ہند میں
تقسیم کیا ہے، پہلے اقلیم سندھ کو بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے:-

اقلیم سندھ | اقلیم سندھ کے حدود اربعہ یہ ہیں،

مغرب میں حدود کرمان اور صحرا سے بحبستان، جنوب میں صحرا سے ماہین کرمان
و بحر ہند، مشرق میں بحر فارس اور شمال میں حدود ہند،

منصورہ یا پٹنخت سندھ | سندھ کا پائے تخت منصورہ ہے، یہ سندھ کا مشہور
ترین شہر ہے، اس کا قدیم نام ”مینورہ“ ہے، منصورہ

کی وجہ تسمیہ مختلف بیان کی جاتی ہے، بعض لوگوں کا بیان ہے، کہ جب اسلامی لشکر یہاں
داخل ہوا، تو سپہ سالار کی زبان سے ”نصرنا“ نکلا، اور اسی لفظ سے ”منصورہ“ اور منصورہ
منصورہ“ منصورہ“ نام پڑ گیا، لیکن جبلی کی روایت اس سے بالکل جدا گانہ ہے، یعنی یہ عربی

قدیم شہر نہیں بلکہ خلیفہ عباسی المنصور کے عہد میں عمر بن حفص المعروف بہ ہزار عمر دے اس کو آباد کیا ، اور اسی نے خلیفہ وقت کے نام سے اس کو موسوم کیا ، لیکن مؤرخان ذکر روایت صحیح نہیں ہر ، حضرة الامام مولانا سید سلیمان ندوی نے اس پر مفصل بحث کی ہے ، اور ان کی تحقیق سے یہ بنی امیہ کے زمانہ میں محمد بن قاسم کے لڑکے عمر کے ہاتھوں تعمیر پاچکا تھا

منصورہ نہایت عظیم الشان شہر ہے ، طول بلدہ ۷۵ درجہ ۲۲ دقیقہ اور عرض ۲۲ درجہ ۲۲ دقیقہ ہے ، دریا سے ہران کی خلیج اس کو ہر طرف سے گھیرے ہوئے ہے ، جس سے ایک جوہرہ کی شکل پیدا ہو گئی ہے ، یہاں کی آب و ہوا نہایت گرم ہے ، درخت بہت کم اوتگتے ہیں ، صرف بھجور اور گنے وغیرہ کی پیداوار ہے ، یہاں سیب کے مانند ایک پھل نہایت ترش ہوتا ہے ، جو ”ایموہ“ کہا جاتا ہے

سندھ کے شہر | ”اقلم سندھ میں چند شہر خاص انبیا ذکر کئے ہیں ، اور وہی سندھ کے شہر قابل ذکر ہیں ، ان میں زیادہ شہرت دیبل ، بیرون ، سدرہ ، ملتان ، اور آرزو وغیرہ کو حاصل ہے ،

ویسل (ٹٹھ) منصورہ سے منزل پر واقع ہے ، شہر زیادہ کچھ بڑا نہیں ، گرمی سخت پڑتی ہے ، بصرہ وغیرہ سے اس کے تجارتی تعلقات قائم ہیں ، بصرہ سے بھجوریں آتی ہیں ، اور یہاں سے ”سراع دیبل“ بھیجی جاتی ہے ، تل وغیرہ کی پیداوار زیادہ ہے بیرون یہ دیبل اور منصورہ کے درمیان میں ہے ، یہاں مسلمانوں کی خالص آبادی ہے ، یورپیان بیرونی صاحب کتاب الہند اسی طرف شرف انتساب لکھتا ہے لیکن قلعندی کا یہ بیان صحیح نہیں ہے ، یہ شہر بیرون نہیں ، بیرون ہے ، جیسا کہ مولانا سید سلیمان ندوی نے اپنی کتاب ”عرب و ہند“ میں یہ تحقیق کی ہے ، افسوس کہ ان کی تحقیق کے رو سے حیدر آباد سندھ کا قدیم نام بیرون تھا ، ہو سکتا ہے کہ وہی شہر ہے

یائی ابوریحان بیرونی کے انساب کے تعلق قلعہ شندی نے جو کچھ لکھا ہو، وہ سرے سے صحیح نہیں، ابوریحان بیرونی "ہندوستانی" نہیں بلکہ "خوارزمی" تھا، البیرونی کا یہ انساب خوارزم کے "بیرونی تعلق" کو ظاہر کرتا ہو، سمعانی نے اپنی کتاب الانساب میں ابوریحان کے اس نسبت سے منسوب ہونے کا تذکرہ خاص طور پر کیا ہو، اور یہی لائق اعتماد ہو، وہ لکھنا ہو:-

بہ نسبت الی طارق خوارزم خان ہاں کیون سن یہ نسبت طارق خوارزم کی طرف سے، وطن شخص خارج البلد ولا کیون سن نعمانی قال لہ "فلان بیرونی" شہر سے ابھر رہا ہو اور اندرون شہر کا نہ ہو اس بقال فلان بیرونی است و المشہور بہ نسبت الی کے لیے کہا جاتا ہو کہ "یہ بیرونی ہو" یعنی فلان ریحان انجم البیرونی بیرونی است اور ابوریحان انجم بیرونی ہی طرف منسوب ہو

سردوسان، یہ دریا سے ہران کے مغرب میں نہایت خوب صورت شہر ہو، مضافات میں اچھے اچھے گاؤں آباد ہیں، مولتان اکثر کنٹانوں میں، داؤ کے ساتھ "مولتان" لکھا ہوا ہو اور بعض لوگ "ملتان" بھی لکھتے ہیں، اس کو ابوریحان بیرونی نے شہر سندھ میں اور ابن مقل نے ہند میں شمار کیا ہو، یہ منصورہ سے چھوٹا شہر ہو، ملتان کے ماتحت ایک لاکھ ۲۶ ہزار قریب آباد ہیں، اس کے ایک طرف کران کی سرحد ہو، اور دوسری طرف منصورہ کی سرحد اس کے اور غزنی کے درمیان صرف ۶۸ فرسخ کا فاصلہ ہو، آذرہ یہ تقریباً ملتان ہی کے برابر شہر ہو، اس میں خود شہر تباہ قائم ہیں، دریائے ہران پر واقع ہو، اس کی آبادی خالص اسلامی ہو، منصورہ کے ماتحت ہو، دونوں کے درمیان ۲۰ فرسخ کا فاصلہ ہو، غالباً اس کا صحیح نام المور ہو، اور عربوں نے کہیں اس کو "الرور" بھی لکھا ہو، اسی طرح اقلیم سندھ میں چند دوسرے مشہور شہر کوکلی، تیز، طران، ادرہ، خدیج

ہیں، جن کے مفصل حالات صاحب صبح الاعشی نے تفصیل سے لکھے ہیں، جنھیں یہاں نقل کرنا چنداں ضروری نہیں،

اقلیم ہند | اقلیم دوم، اقلیم ہند ہے، تقویم البلدان میں اس کے حدود اربعہ یہ ہیں:-

حدود اربعہ | مغرب میں بحر فارس، جنوب میں بحر ہند، مشرق میں بحر اے مابین ہندو چین تقویم البلدان میں اس کی شمالی سرحد مذکور نہیں، لیکن مسالک الابصار میں اس کے شمال میں بلاترکستان کو بتایا گیا ہے،

دریا | یہاں چھوٹے بڑے تقریباً ایک ہزار دریا ہوں گے جن میں سے بعض دریائے نیل کے برابر وسیع ہیں، اور بعض اس سے چھوٹے ہیں، یہاں کے بڑے بڑے شہر بالعموم کسی دریا کے ساحل پر آباد ہیں،

آب و ہوا | یہاں کی آب و ہوا اور موسم نہایت معتدل ہے، نہ زیادہ سرد ہے، نہ زیادہ گرم، بلکہ اس کا ہر ایک موسم گویا فصل بہار ہے، ہمیشہ نہایت لطیف اور خوش گوار ہوا کے چھوٹے آتے رہتے ہیں، چار مہینے مسلسل بارش ہوتی ہے، جو بالعموم موسم گرما کے بعد اس کے آخر میں شروع ہو جاتی ہے،

پایہ تخت | حکومت ہند کے دو پایہ تخت ہیں، ان میں سے پہلا پایہ تخت دہلی ہے، اور دوسرا دواکیر (دیوگیر) جہاں محمد تغلق نے اپنے زمانہ میں پایہ تخت کو منتقل کیا تھا،

دہلی ہندوستان کا پہلا پایہ تخت ہے، اس کو دہلی بھی کہتے ہیں، یہ بہت اقلیم میں سے اقلیم ہبہار میں واقع ہے، طول بلد ۲۷ درجہ اور ۵۰ دقیقہ، اور عرض ۲۵ درجہ ۵۰ دقیقہ ہے۔

یہ روے زمین کا ایک بہت بڑا شہر ہے، یہاں کی زمین پتھر ملی ہے، اینٹ کی فصیل قائم ہے، جو حاکم کی فصیل سے (جو دنیا کی بڑی فصیلوں میں بھی جاتی تھی) بھی زیادہ بڑی ہے، دریا (جننا) سے کچھ دور پر آباد ہے، یہاں سے تقریباً ایک فرسخ پر ایک دریا بہتا ہے، جو فرات سے بھی چھوٹا ہے، گرمیوں کے زمانہ میں بارش ہوتی ہے، بارش زیادہ نہیں ہے،

خصوصاً انگوڑا بالکل نہیں پیدا ہوتے ، اس کی تمام مسجد میں ایک مینار ہو ، جو تمام دنیا میں اپنی آپ مثال ہو ، سنگ سرخ کا بنا ہوا ہو ، جس میں تقریباً ۲۰۰ بیڑھیاں ہیں ،
خصوصاً اس کی بلندی خاص طور پر قابل ذکر ہو ، جو تقریباً اسکندریہ کے مینار کے برابر
ہوگی ، شیخ برہان الدین بن خلیل بڑی کوئی کا بیان ہو ، کہ یہ ۴۰۰ فٹ بلند ہو ۔

دلی دراصل متعدد شہروں کے مجموعہ کا نام ہو ، ان کی مجموعی تعداد ۲۱ ہو ، ان
میں سے ہر ایک شہر کے لیے جداگانہ نام ہیں ، ان میں ایک دلی بھی ہو ، پھر سب کے مجموعہ
کو بھی دلی کہتے ہیں ،

پوری دلی تقریباً ۲۰ میل کے دور میں ہوگی ، یہاں کے مکان ، پتھر اور اینٹ کے
ہوتے ہیں چھتیس لکڑی کی ہوتی ہیں ، سڑکوں پر سنگ مرمر کی طرح کا ایک قسم کا سفید پتھر
چھایا گیا ہو ، مکان بالعموم دو منزلہ سے زیادہ نہیں ہوتے ، بلکہ اکثر مکان ایک منزلہ
ہیں ، مکانوں میں سنگ مرمر چھپانے کا حق بہ جز سلطان دلی کے اور کسی کو حاصل نہیں ،

یہاں ایک ہزار مدارس قائم ہیں ،
مدارس ، اسپتال اور خان قایم جن میں سے صرف ایک مدرسہ خانیہ
کا ہو ، بقیہ تمام مدرسے احناف کے ہیں ، اسی طرح ۷ اسپتال ہیں ، جو دارالشفاء کہلاتے
ہیں ، تقریباً دو ہزار خان قایم ہیں ، جہاں زائرین کا ارشاد عام لگا رہتا ہو ، بازار نہایت
کشادہ اور وسیع ہیں ، جاہ جاہ قائم ہیں ،

دلی سارے ہندوستان کا دارالسلطنت اور سلطان ہند کی جائے
شاہی محل قیام ہو ، مستقر سلطانی نہایت عالی شان ہو ، ایک وسیع سلسلہ
محلات قائم ہو ، جن میں سلطان اور حرم سلطانی کے جداگانہ مسکن ہیں ، اسی طرح سلطان
کی خواہں اور دوسرے پیش خدمتوں کے لیے بھی نہایت خوب صورت عمارتیں ہیں ، خواتین
وامراد کو مستقر سلطانی میں رہنے کی اجازت نہیں ، اور نہ محل خاص میں بہ جز اجازت

خاص اور کار خاص کے کبھی کوئی باریاب ہو سکتا ہو، اگر کبھی ضرورت پیش آتی ہو، تو لوگ شاہی محل میں بلائے جاتے ہیں، اور کام کے ختم ہوتے ہی لوٹ آتے ہیں، شاہی محل کے تین طرف مشرق، جنوب، اور شمال میں گرد اگر خوب صورت باغ لگے ہوئے ہیں، اور مغرب کی طرف ایک پہاڑی کے خوش نما قدرتی مناظر ہیں،

دولت آباد دو اکیر دیوگیر ڈیوگرام "دولت آباد کے نام سے مشہور ہوا، یہ ہندوستان کا دوسرا پہ تختہ، دو اکیر دیوگیر نام کا ایک

قدیم شہر تھا، اس کو محمد تغلق شاہ نے نئے سرے سے تعمیر کرانا شروع کیا، اور قبتہ الاسلام نام رکھا، لیکن اپنے حین حیات میں اس کو باپ تکمیل تک نہ پہنچا سکا،

سلطان محمد بن تغلق شاہ نے اس کی بنا ایک بالکل جدید طریقہ پر ڈالی تھی، مختلف قسم کے لوگوں کے لیے جداگانہ محلے قائم کیے تھے، مثلاً فوج کا ایک مخصوص محلہ تھا، وزراء کے لیے ایک جداگانہ محلہ، اہل انشا کے لیے ایک الگ آبادی، اور پھر اسی طرح قضاۃ علماء مشائخ، اور فقراء کے لیے الگ الگ محلے قائم کیے گئے تھے، پھر ہر ایک محلہ کے باشندوں کی ضروریات کی مناسبت سے مسجدیں، حمام، اور بازار کا مختلف اسلوب پر اہتمام کیا گیا تھا، اور ہر محلہ میں مختلف کارگر اور صنایع، رنگینہ رنگ ساز، بخار، اور دباغ و حیرہ بسائے گئے تھے، تاکہ کسی ایک محلہ کے رہنے والے کو کسی دوسرے محلہ میں جا کر خرید و فروخت کرنے کی ضرورت باقی نہیں رہے، گویا ان میں سے ہر ایک محلہ اپنی اپنی جگہ مستقل ایک چھوٹا سا شہر تھا،

ہندوستان کے تین خطے اس کے بعد مصنف نے سارے ہندوستان کی آبادی کو عمومی طور پر تین قسموں اور خطوں میں تقسیم کیا ہے،

قسم اول ہلاہ جرات (گجرات)، قسم دوم ہلاہ خبار (میلیار)، اور قسم سوم ہلاہ معرہ، قسم اول کے ممتاز شہروں میں ملوارہ یا ہندوارہ (ہندوالہ)، کھنایات، تانہ (تھانہ)،

صومناٹ (سومناٹ)، سندان، ناگور، جالور، اور منوری کو شمار کیا ہے، پھر ان میں سے ہر ایک کی ہاے وقوع طلبی بلد اور عرض بلد کے ذریعہ سے، اور ہر ایک کے اہم

خصوصیات بتائے ہیں ،

نہاوارہ (نہروالہ) کی جائے وقوع وغیرہ بتانے کے بعد لکھناہو، یہ شہر کھنیاہت سے بڑا ہے، کھنیاہت کے متعلق لکھناہو، کہ اس کو ”انباہت“ بھی کہتے ہیں، اور اسی سے ”انباتی“ نسبت آتی ہو، شیخ مبارک انباتی اسی طرف منسوب ہیں، پھر جائے وقوع بتانے کے بعد لکھناہو، یہ بہت بڑا شہر ہو، مکان انیسویں کے ہیں، اور شہر میں سپید سنگ خام کچھ بچے ہوئے ہیں، اسی طرح تانہ، نقابہ (نزدیمبئی) کے متعلق لکھناہو، یہ نہایت تجارتی شہر ہو، اس کی زیادہ آبادی ہندوؤں پر مشتمل ہو، اور مسلمان بھی ان کے ساتھ رہتے ہیں، عرب تاجروں کی یہاں کثرت سے آمد و رفت ہو، اور اسی لیے اس کا نام تاجروں کے طبقہ میں ہر خاص و عام کی زبان پر ہو، ”تانشی“ سے اس کی نسبت کو ظاہر کرتے ہیں، ہندوستان کا مشہور کپڑا ”نشاب تانشیہ“ یہیں بناجاتا ہو،

سومناہت کے متعلق لکھناہو، اس کو بھی تجارتی حیثیت حاصل ہو، اور یہ زیادہ تر ”بلادلار“ کے نام سے مشہور ہو، اس کی زیادہ شہرت اس بت کی وجہ سے ہو، جس کو محمود بن سبکتگین نے فتح کے وقت توڑ ڈالا تھا، پھر اسی طرح سندان، ناگور، جالور، اور منورمی کے حالات بیان کیے ہیں، جالور کے متعلق لکھناہو، یہاں کی آبادی نہایت وفا شعار ہو، کہا جاتا ہو کہ جالور نے سلطان دلی سے کبھی بغاوت نہیں کی

قسم دوم بلادیمینبار (دلیبار) کے مشہور شہروں میں ہنور، باسروہ، منجورہ (منگلور) تندپور، خالیات (خالیات) شکلی اور کولم (موجودہ ٹرانکوور میں داخل ہے) وغیرہ ہیں، آخر الذکر شہر میں مسلمانوں کا ایک مخصوص محلہ ہو، جس میں جامع مسجد بھی ہو، ورنہ اکثر شہروں میں ہندو آباد ہیں، اور اکثر شہر بھی غیر مسلم فرماں رواؤں کے قبضہ میں ہیں، مینبار (مالابار) کا پورا خطہ نہایت سرسبز و شاداب ہو، باغ بہ کثرت ہیں، اور ہر قسم کے پھل پیدا ہوتے ہیں، اس کے تجارتی تعلقات بھی دوسرے ممالک سے بہت اچھے ہیں، اور مسافروں اور تاجروں کی عام آمد و رفت جاری رہتی ہو،

بلادیمجہر میں چند مشہور شہر ہیں، جن میں پیرداولہ (پیردھولہ) کو زیادہ شہرت

حاصل ہو، یہی یہاں کا پایہ تخت ہو، یہاں گھوڑوں کی درآمد بہت زیادہ ہو،
ہندوستان کے ان تین خطوں کے اور اچند ایسے شہرہ جاتے ہیں جو خاص طور پر
قابل ذکر ہیں، ان میں سے ماہورہ (متھرا) لوہور (لاہور) اور قنوج خصوصیت سے قابل
تذکرہ ہیں

ماہورہ (متھرا) کے سر بہ فلک تلے بہت شہرت رکھتے ہیں، انھیں زیر کرنا سخت دشوار
ہو، یہاں خالص پرہمنوں کی آبادی ہو،
لوہور (لاہور) بہت بڑا شہر ہو، اور بہت کچھ نفع بخش ہو، یہاں سے ممتاز اہل علم کی
ایک جماعت پیدا ہوئی ہو

قنوج بہادر کا دار الحکومت ہو، ہندوستان کے بڑے شہروں میں شمار کیا جاتا ہو، لوگوں
میں اس کی آبادی اور دولت و ثروت کے تعلق مبالغہ آمیز داستانیں مشہور ہیں، کہا جاتا
ہو، کہ یہاں تین سو بازاں صرف جوہریوں کے ہیں، والی قنوج کے محل کے سامنے ڈھائی
ہزار باغی، جھومتے رہتے ہیں، سونے کی کانیں بہ کثرت ہیں، تجارت کا عام بازار گرم
رہتا ہو، کشمیر اسی کے ماتحت ہو،

اسی طرح ہندوستان کا ایک خطہ قامرون (کامروپ یعنی آسام کے پہاڑوں سے گھرا
ہوا ہو، یہ وسیع سلسلہ کوہ ہو، جو ہندوستان اور چین کے درمیان حائل ہو، (سلسلہ
کوہستان ہمالیہ سے مقصود ہو)

ولایات ہند یہ سب اقلیم فرماں رواٹے دلی کے ماتحت ہیں، قاضی سرراج الدین
ہندی نے سب کو نام بہ نام گنایا ہو، وہ یہ ہیں، اقلیم دہلی، اقلیم دو اکیر (دیوگیر)
اقلیم ملتان، کرائی (کمران علاقہ سرحد) اقلیم ساٹانا، سبوتان (سیستان) و جا

۱۰ مصنف نے یہ معلومات کسی ابتدائی عربی جغرافیہ سے لیے ہیں، حالانکہ آٹھویں صدی ہجری میں یہ حالت
تمام تبدیل چکے تھے، ۱۱
۱۲ اقلیم کی تعداد ہند میں ۲۳ لکھی ہو، اور تین میں ۲۴ درج کیا ہو۔ اس لیے ۱۳ کے بجائے ۲۴ لکھا گیا۔

باشی (ہانسی) شرتی، مغبر (کارومٹل)، تلنگ (گجرات)، برون
(ہریانہ)، عوض (اردھ)، قنوج، کٹوتی (بنگلہ)، ہارہ ہار، کرہ
(یعنی دوآبہ آباد)، طاوہ (مالوہ)، لارڈ (لاہور یعنی پنجاب)، اقلیم کلانور
جائنگز (جائنگز نوگیر وغیرہ)، تلنگ (تلنگ) اور چمپویں اقلیم دور سند (جہاں
اب سیور کی ریاست واقع ہے)،

پھر ان تمام اقلیموں میں ایک ہزار دو سو (۱۰۰۲) شہر آباد ہیں، اس کے بعد ان شہروں
میں کس قدر قریب ہیں، اس کے اعداد و شمار معلوم نہیں، البتہ قنوج کے متعلق معلوم
ہو، کہ اس کے ماتحت ۱۲ لاکھ گاون آباد ہیں،

اس کے بعد قلعہ سی نے جواہر ہند اور ہندوستان کے رہتوں کا ذکر کیا ہے،
پھر اس جزئی تقسیم کے بعد یہاں کے حیوانات اور عام پیداوار وغیرہ کا تذکرہ کیا گیا ہے،
ان حالات میں سب سے دل چسپ بیان یہاں کے جانوروں کے متعلق ہے، لکھنا ہے۔
یہاں گھوڑوں کی دونسیں ہوتی ہیں، ایک عربی اور دوسری براہمن
حیوانات (معمولی گھوڑے) لیکن براہمن میں سے اکثر جانور بے کار ہوتے ہیں
اور اسی وجہ سے ہمسایہ ملکوں ترکستان، بحرین، یمن، اور عراق وغیرہ سے گھوڑے
منگائے جاتے ہیں، اور یہی وجہ ہے کہ ہندوستان میں عربی گھوڑے بڑی بڑی قیمتوں پر
فروخت ہوتے ہیں،

نچر اور گدھوں کا ذکر کرتے ہوئے ان کے متعلق باشندگان ہند کی مخصوص ذہنیت
کا اس طرح تذکرہ کرتا ہے،

یہاں نچر اور گدھے ہوتے ہیں، لیکن ان کی سواری محبوب ہے، اگرچہ عوام کبھی
کبھی سواری نہ جانتے ہیں، لیکن معززین اور اہل علم سے کوئی بھی نچر پر سواری نہیں ہوتا
لیکن گدھے کی سواری تو سخت ذلت آمیز اور باعث ننگ سمجھی جاتی ہے، اس لیے یہ سب
بوجھ اٹھانے کے کسی کام میں نہیں لائے جاتے، اور معززین اور خواص کے طبقہ تو گدھوں
کو بار برداری کے کام میں لانا بھی پسند نہیں کرتے، گدھوں کے بجائے ایسی گھوڑے اور

میل پر بوجھ لادتے ہیں ،

گائے ، بیل بھی کثرت سے ہیں ، اور کاموں کے علاوہ ان پر بوجھ بھی لادتے ہیں ،
اونٹ کم ہوتے ہیں ، صرف سلاطین ، خوانین ، احرار و وزراء اور اکابر سلطنت کے
ہیاں یہ طور شان اتنا نہ رہتے ہیں ،

چوپایہ جانوروں میں ان کے علاوہ بھینس ، بکری ، مینڈھاہو ، پرندوں میں
مرغیاں ، کبوتر ، اور وحشی جانوروں میں ہاتھی اور گینڈے کثرت سے ہیں ، اور ان
کے علاوہ جنگلوں میں ہر قسم کے درندے بھی پائے جاتے ہیں ،

اس کے بعد یہاں کی پیداوار کا تفصیل سے تذکرہ کیا گیا ہو ، اور
یہاں کے ہر قسم کے غلے ، پھل ، پھول ، میوے ، اور سبزی
ترکاریوں ، وغیرہ کو نام بہ نام پوری تفصیل سے درج کیا گیا
ہو ، اور پھر اسی سلسلہ میں مختلف صنعت و حرفت اور پیشہ والوں کا تذکرہ کیا ہو ، جس میں
ارباب صنائع داخل ہیں ، اس کے بعد ہندوستان کے سکوں کا تفصیل سے ذکر آیا ہو ،
سکوں کے متعلق لکھتا ہو ۔

یہاں چار قسم کے درہم رائج ہیں ، ایک ہشت گانی (مساوی آٹھ آنہ)
کے ہو ، کہا جاتا ہو ، کہ یہ مصر کے نفرتی درہم کے مساوی ہوتا ہو ، دونوں میں
بہت کم فرق ہو ، ہندوستان میں آٹھ جلیل کا ایک ہشت گانی ہوتا ہو ، اور ایک جلیل (مساوی)
ایک آنہ) چار فلس (پیسوں) کا ہوتا ہو ، یعنی ۳۲ پیسوں کا ایک ہشت گانی ، ایک دوسرا سکہ
درہم سلطانی ہو ، یہ دو گانی بھی کہا جاتا ہو ، مصری درہم کا چوتھائی ہوتا ہو ، اور جلیل
کا ایک درہم سلطانی ہوگا ، گویا آٹھ پیسوں کا ایک درہم سلطانی ہوگا ، تیسرا سکہ
شست گانی ہو ، یہ ہشت گانی کا نصف درجہ ہوتا ہو ، اور درہم سلطانی سے تین
درہم ہوں گے ، چوتھی قسم کا سکہ دوازدہ گانی ، یہ بھی ہشت گانی کا نصف درجہ ہوتا
ہو ، گویا شست گانی کے مساوی ہوتا ہو ، اور پھر ہشت گانی کے آٹھ درہم مل کر ایک
تنگہ (تنگہ مساوی ایک ٹروپہ) ہوتا ہو ،

پھر ہمیں سو سونے کے سکے شروع ہوتے ہیں، سونے کے سکوں کا حساب مقال سے ہوتا ہو، تین مقال کا ایک تنکہ ہوتا ہو، تنکہ سونے اور چاندی دونوں طرح کے رائج ہیں، سونے کا تنکہ، تنکہ سرخ اور چاندی کا تنکہ پسید (مساوی تقریباً ڈھائی روپیہ) اور پھر ایک لاکھ تنکہ کا ایک لک (لاکھ) ہوتا ہو، اور یہ بھی سونے اور چاندی کے لحاظ سے سرخ و پسید کہا جاتا ہو،

پہاں کارطل ستر (سیر) کہا جاتا ہو، جو مقال کا ہوتا ہو، اور پھر چالیس سیر پیمانہ کا ایک من ہوتا ہو، پہاں تمام خرید و فروخت وزن ہی کے ذریعہ سے ہوتی ہو، ناپ (کیل) کا طریقہ رائج نہیں ہو،

نرخ | ہندوستان میں عام نرخ نہایت ارزاں ہو، ایک ہندی عالم قاضی القضاۃ کا بیان ہو، کہ دہلی میں کام کاج کرنے والی باندیوں کی قیمت تنکہ (روپیہ) سے زیادہ نہیں ہو، اور جو باندیاں کام کاج بھی کر سکتی ہیں، اور ام دلہ بھی بہائی جاسکتی ہیں، وہ تنکہ میں مل جاتی ہیں، یہ تو بابت تخت کا حال ہو، ورنہ دوسرے شہروں میں اس سے بھی انداز قیمتوں پر فروخت ہوتی ہیں، خود سراج الدین ہندو نے ایک غلام صرف ۴ درہم میں خرید لیا تھا، لیکن اس ارذالی کے باوجود ہندوستان میں بعض لونڈیاں اپنے حسن و جمال کی قیمت میں بیس ہزار تنکہ (روپیہ) سے بھی زیادہ پاتا ہیں، اور لوگ نہایت کشادہ دلی سے یہ قیمتیں ادا کرتے ہیں،

شیخ مبارک انباتی نے ایک بیان میں ہندوستان کے عام نرخ کا تذکرہ کیا ہو، جس سے آٹھویں صدی کے ہندوستان کی اقتصادی حالت کا عام اندازہ ہو سکتا ہو ان کے بیان میں نرخ کا حسب ذیل نقشہ ہو،

(لاحظہ ہو صفحہ ۱۹۸)

۱۵ ایک عربی مقال ایک سو جو کے ہم وزن ہوتا ہو، جو ہندوستان کے موجودہ اوزان میں ۰.۴۲ گرام رقی کے برابر ہوتا ہو،

نام	مقدار	قیمت	کیفیت
گیہوں	فی من	ڈیڑھ ہشت گانی درہم	یعنی ۱۲ فی من
جو	" "	ایک	
چاول	" "	پونے دو ہشت گانی درہم	لیکن چاول کی بعض اچھی
چنا	" "	نصف " "	تسہل سے زیادہ ڈیڑھ ہشت گانی
گائے اور بکری کا گوشت	۴ سیر	ایک درہم سلطانی	
بط	ایک عدد	۲ درہم ہشت گانی	
مرخی	۴ عدد	ایک " "	
شکر	۵ سیر	ایک " "	ایک روپیہ
بکری	ایک عدد	ایک تنکہ (۲ درہم ہشت گانی)	یہ خوب تن و مندی بکری
گائے	ایک عدد	۲ تنکے	کی قیمت بکرے کی قیمت
بھینس	ایک "	"	یہ خوب تن و مندی گائے کی قیمت

اسی طرح پرندہ کوتر وغیرہ نہایت ازران قیمت پر ملتے ہیں، اور ہر قسم کے نکارہی جانور بھی سستے داموں پر کثرت سے ملتے ہیں، یہاں گوشت زیادہ تر گائے اور بھیر کا کھایا جاتا ہے، حالانکہ مینڈھے بھی بہ کثرت ملتے ہیں، اس لیے سوائے اس کے اور کوئی وجہ نہیں کہ لوگ لحم بقدر کھانے کے زیادہ عادی ہو گئے ہیں،

نرخ کی عام آزدائی | صاحب مسالک الابصار نے شیخ نجدی کا ایک بیان نقل کیا ہے: "میں اور میرے اوپرین دوستوں نے دلی میں گائے کا گوشت، روٹی، اور اگلی نہایت سیر ہو کر کھایا، اور چاروں آدمیوں کے پورے کھانے کی قیمت ایک جنتیل یعنی صرف چار پیسے تھی، اس کے بعد ہندوستان کے سلاطین اسلام کا اجمالی تذکرہ کیا گیا ہے،

سلطین | جس میں سلاطین غریبہ سے شروع کر کے سلطان غیاث الدین محمود کے حمد و ثناء کیا ہے، یہی آخر تذکرہ سلطان اور قلعہ نجدی صاحب صبح العاشی دونوں ہم عصر تھے۔

سلطان محمد بن تغلق شاہ | اس کے بعد ان سلاطین اسلام میں سے اپنے دور
یعنی آٹھویں صدی ہجری کے فرمان رواے ہند
سلطان محمد بن تغلق شاہ کے عہد کو کسی قدر تفصیل سے لکھا ہے، کیوں کہ شیخ مبارک
انباتی وغیرہ اسی عہد میں گذرے ہیں، اور اسی کے دربار سے وابستہ تھے، محمد بن تغلق
شاہ کے عہد حکومت کے یہ حالات ان ہی کے بیانیوں سے ماخوذ ہیں، اسی عہد حکومت
کے حالات بیان کرتے ہوئے پہلے حکومت کے فوجی نظام اور عمال حکومت پر روشنی
ڈالی گئی ہو، پھر سلطان کے عام مشاغل دربار، سیر و شکار اور طریقہ حکومت کو بیان
کیا گیا ہو، اس سلسلہ میں لکھتا ہے:-

شاہی فوج | سلطان محمد بن تغلق شاہ (جلوس ۷۲۵ھ وفات ۷۵۲ھ)
کی شاہی فوج نولاکھ سے زیادہ ہو، جس میں ترکی، ایرانی،
اور ہندوستانی وغیرہ مختلف قومیں ہیں، فوج نہایت رزق برق لباس میں لباس
اور نہایت شان و شوکت سے عربی گھوڑوں پر سوار رہتی ہو، شاہی فوج کے
عہدے یہ ترتیب یہ ہیں، خوانین، لوک، احرار، سپہ سالار اور سپاہی،
ان تمام عہدے داروں کے ماتحت مختلف تعداد میں فوج ہوتی ہو، جس کا نقشہ
حسب ذیل ہو،

(۱) خان (۱۰۰۰۰) دس ہزار سوار (۲) ملک ایک ہزار سوار
(۳) امیر ایک سو (۴) سپہ سالار ایک سو سے کم
خاص بارگاہ سلطانی میں ۸۰ سے زیادہ خوانین حاضر رہتے ہیں، چھوٹے عہدہ دار
سپہ سالار وغیرہ بارگاہ سلطانی میں خود حاضر ہونے کی جرات نہیں کر سکتے، او
حسب ضرورت وہ بھی بلند مرتبہ عہدہ داروں کے فرائض انجام دیتے ہیں،
سلطان حالت جنگ میں | میدان جنگ میں سلطان کے سرپرست حیر لگائے
جاتے ہیں، جن میں سے وہ خصوصیت کے ساتھ

۱۔ "خان" کی فارسی جمع خانات، اس سے عربی جمع خوانین،

نہایت مرصع مطلق اور نہ ہب ہوتے ہیں، جنگ کا نقشہ یوں ہوتا ہے، سلطان خود قلب فوج میں ہوتا ہے، اور اس کے گرد اگر دائم و علما و اوران کے بعد تیر انداز پرے جمائے کھڑے ہوتے ہیں، پھر سلطان کے دو بازوؤں پر مہینہ میسرہ بنائے جاتے ہیں، اور اس کے سامنے ہاتھیوں کا جھنڈ ہوتا ہے، ہاتھیوں پر برجوں سے ڈھکے ہوئے آہنی ہودج رکھے جاتے ہیں، جن پر تیر انداز سوار رہتے ہیں اور پھر ان ہی برجوں کے ہر سمت میں سوراخ بنے ہوتے ہیں، جن سے تاک تاک کر نشانے لگائے جاتے ہیں اور ان ہی ہودجوں میں روغن لفظ ہوتا ہے، جو شیشہ کی ٹنگیوں سے دشمنوں پر اچھالا جاتا ہے جس سے فضا پیدا ہوتے ہیں۔

ملازمین بارگاہ سلطانی | اس شاہی فوج کے علاوہ ایک متعین تعداد ملازمین بارگاہ کی ہوتی ہے، جو اتنا مال امر کے لیے ہمہ وقت محل شاہی کے گرد موجود رہتے ہیں:-

ترکی غلام	دس ہزار (۱۰۰۰۰)	خواجہ سرا	دس ہزار (۱۰۰۰۰)
خواندہ دار	ایک ہزار (۱۰۰۰)	بشمقدا	ایک ہزار (۱۰۰۰)
ہرکاب غلام	دو ہزار (۲۰۰۰)	یہ اہلہ سے آراستہ ہمہ وقت ساتھ رہتے تھے،	

شاہی فوج اور ملازمین بارگاہ کی تمام تنخواہیں دیوان سلطانی سے ادا ہوتی تھیں۔
عمال شاہی | عمال شاہی میں ایک وزیر اعظم ہے، جس کے چار سرکاری کاتب ہیں ہوتے ہیں، جو ملکی زبان میں دیہ کے جانتے ہیں، اور پھر ہر دیہ کے ماتحت ۳۰۰ ہشتی ہیں، حینہ عدالت شاہی میں سب سے بڑا حیدرہ و ارتقاضی تضاۃ ہے، جو نہایت بلند مرتبہ رکھتا ہے، اس کے ماتحت محتسب، شیخ الشیوخ اور ۱۲۰۰ اہل ہیں،

ان کے علاوہ سلطان کے عام درباری اور حاضر باش عمدہ دار اور اہل مذاہب حسب ذیل ہیں:-

نام	تعداد	کیفیت
بازو دار	۱۰۰۰	شکار کرنے والے جانوروں (بازو وغیرہ) کو
سواق شکار (شکار کرنے والے)	۳۰۰۰	گھوڑے، بھائے رکھتے ہیں، شکار ہنگامے پر لگاتے ہیں
ندیم (مصاحب)	۵۰۰	
معنی و مغنیات	۱۲۰۰	ان میں سے ایک ہزار غلام فن موسیقی پر پورا
شعرا	۱۰۰۰	کمال رکھتے ہیں عربی، فارسی، اور ہندی زبان میں شاعری کرتے ہیں،

جاگیر اور تنخواہیں | ان تمام عہدے داروں، اہل مناصب، اور درباری متوسلین کی مختلف جاگیریں اور تنخواہیں مقرر ہیں، جو خاص دیوان سلطانی سے ادا ہوتی ہیں، ممتاز عہدے دار اور اہل مناصب کی تنخواہیں اور جاگیریں حسب ذیل ہیں:

نام عہدہ	جاگیر یا تنخواہ	کیفیت
نائب کبیر	جاگیر ایک صوبہ	جو وسعت میں عراق کے اندر
خان	تنخواہ ۲ لاکھ تنگہ (روپیہ)	
امیر	۳۰ ہزار سے ۴۰ ہزار تنگہ تک،	
سپہ سالار	۲۰ ہزار روپیہ	
سپاہی اور چھوٹے عہدہ دار	ایک ہزار تنگہ سے ۱۰ ہزار تنگہ	
ملوک	ایک ہزار تنگہ سے ۵۰ ہزار تنگہ	
غلام	دس (۱۰) تقریبی تنگہ (ایک تنگہ ڈھائی روپیہ یا بانہ	
	۲ من گیہوں اور چاول اور ۳ سیر گوشت روزانہ	

ارباب قلم میں سے حسب ذیل عہدہ داروں کی حسب ذیل تنخواہیں اور جاگیریں ہیں:

وزیر اعظم	جاگیر ایک صوبہ	جو وسعت میں عراق کے مثل ہو،
دبیر	۴۰ شہر	جو اپنی آمدنی کے لحاظ سے نہایت ممتاز ہوتے ہیں
نشی کبیر	(سبڈ ناٹک)	تنخواہ ۱۰ ہزار تنگہ

۱۔ تاضی قضاۃ (صدر جہاں) جاگیر ۱۰ لاکھ ۷۰۰ روپے کی آمدنی کم از کم ۶۶ ہزار تک ہوتی ہو،
 شیخ الشیوخ " " " " " " " "
 محتسب ایک لاکھ ۷۰۰ روپے کی آمدنی ۸ ہزار تک ہوتی ہو ،
 ندیم ایک یا دو لاکھ ۷۰۰ روپے میں سے ہر ایک کی آمدنی ۱۲ ہزار سے
 ۲۰ ہزار تک تک ہوتی ہو ،

لیکن ان تمام عہدہ داروں اور اہل مناصب کے جملہ ذاتی اخراجات خورد و نوش ،
 پوشش اور سواری کا سارا بار شاہی مطبخ اور شاہی خزانہ پر ہوتا ہو ، علاوہ ان کی کبھی
 کبھی مختلف موقعوں پر مختلف اہل مناصب کو خلعت ہائے فاخرہ سے بھی سرفراز کیا جاتا ہو
 شاہی محل میں دو دسترخوان ہیں ، ایک دسترخوان عام ہو ،
شاہی دسترخوان جس پر ۲۰ ہزار اکابر طاق ، خوانین ، لوگ ، اُمراء اور ممتاز
 عمال حکومت روزانہ کھانا کھاتے ہیں ، دوسرا دسترخوان خاص ہو ، وہ مخصوص سلطان
 ہند کا ہو ، دسترخوان پر سلطان کی معیت میں صرف ۲۰۰ علماء و فقہا شریک طعام ہوتے
 ہیں ، اور دسترخوان ہی پر سلطان کے سامنے مختلف علمی و مذہبی مباحث پر سرگرم گفتگو
 ہوتی ہو ،

شیخ ابوبکر بن خلّال بیان کرتے ہیں ، کہ انھوں نے شاہی محل کے باورچی سے روزانہ
 کے ذیچوں کی تعداد دریافت کی تو معلوم ہوا کہ ۲۵۰۰ گائیں ، ۱۰۰۰۰ بکرے روزانہ
 ذبح ہوتے ہیں ، ان کے علاوہ دسترخوان پر مختلف قسم کے پرندوں کے گوشت بھی
 ضرور ہوتے ہیں ،

ہفتہ وار دربار سلطان ہفتہ میں ہر سہ شنبہ کو دربار عام منعقد کرتا ہو ،
 اس دربار کے لیے ایک بہت بڑا وسیع ایوان مخصوص ہو

جو ہر قسم کے تکلفات سے آراستہ و پیراستہ رہتا ہو ، صدر میں ایک نہایت بلند صحن
 تختہ زینت لگا رکھا ہوتا ہو ، سلطان اسی پر جلوں کرتا ہو ، دائیں بائیں ارباب حکومت
 ایستادہ ہوتے ہیں ، بیعت پر ہتھیار بند سلطہ و ارادہ سامنے ارباب وظائف و اہل

مناسب حسب حیثیت و مرتبت کھڑے ہوتے ہیں، بیٹھنے کی اجازت صرف صدر جہاں یعنی قاضی القضاۃ اور خوانین کو ہوتی ہو، اور ان کے دیر بھی اپنے اپنے دفناتر منبھالے موجود ہوتے ہیں،

دربار کے افتتاح کے موقع پر ایک نقیب بہ آواز بلند پکارتا ہو، ”مفلوین اپنی فریاد سنائیں“ ”اہل حاجت اپنی ضرورتیں پیش کریں“، جسے کوئی شکایت ہو، یا ہر وہ شخص جو حاجت مند ہو اس کے لیے اذن عام ہو کہ حاضر حضور ہو جائے۔ نقیب کے خاموش ہونے ہی اہل غرض بلا تکلف سامنے آجاتے ہیں، اور سامنے کھڑے ہو کر نہایت صفائی سے حالات بیان کرتے ہیں، اثنائے بیان میں کسی کو کسی کے روکنے کی مجال نہیں، حالات سن کر سلطان خود فرمان قلم بند کرتا ہو،

سلسلہ رسل و رسائل | سلطان کے سلسلہ رسل و رسائل اور یہ چھ نویسی کا نظام نہایت عمدہ ہو، اور اس کی مختلف قسمیں ہیں، مثلاً ملک کی عام رعایا کے درمیان چند ایسے افراد مخصوص ہوتے ہیں، جو عام حالات سے آگاہی حاصل کرنے پر مامور ہوتے ہیں، اور وہی لوگ اپنے اعلیٰ افسروں تک ہر قسم کی خبریں پہنچاتے ہیں جو بہ تند و تیز سلطان تک پہنچا دی جاتی ہیں، دور دراز ممالک سے سلطان تک جلد تر خبر پہنچانے کا انتظام نہایت معقول ہو، تمام ممالک سے قصر سلطانی تک پختہ سرکیں بنائی گئی ہیں، جس کے ذریعہ سے مصر و شام کی طرح ڈاک کا نہایت عمدہ انتظام ہو، اگرچہ ان ممالک میں ڈاک کا انتظام اس لیے زیادہ بہتر ہو، کہ آبادیاں ایک دوسرے سے دور نہیں ہیں، لیکن ہندوستان کی حالت اس سے مختلف ہو، وہاں نہایت دور دور پر آبادیاں قائم ہیں، لیکن اس دشواری کے باوجود ہر چار فرنگ پر ایک مکان بنا ہوا ہو، اور ایک مقام سے دوسرے مقام تک پہنچنے کے لیے دس دس ہرکارے مقرر رہیں، جو خطوط، قرائین، اور دوسری مرسلہ انبیاء نہایت تیزی سے ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچاتے ہیں، اور پھر اسی ترتیب سے نہایت سرسنت کے ساتھ وہ ڈاک قصر شاہی اور قصر شاہی سے دوسرے مقام تک پہنچ جاتی

ہو، ڈاک کے اس راستہ میں ہر جگہ مناسب موقع سے مسجدیں، بازار اور کنوئیں موجود ہیں،

شاہی سفر بڑے تزک و احتشام سے انجام پاتا ہو، ایک شخص گھوڑے پر سوار تاج شاہی پر چتر لگائے رہتا ہو، سلاح دار زرق برق۔

لباس میں ملبوس اپنے چمکیلے ہتھیار سنبھالے ہوئے سواری کے پیچھے چلتے ہیں، دہلی میں تقریباً ۱۲ ہزار خدام با پیادہ رہتے ہیں، سواری کے آگے طبل بجاتا رہتا ہو، طبل میں ۲۰۰ نقارے، ۲۰ کوس، ۲۰ بوق، اور ۱۰ چنگ ہوتے ہیں، سلطان کے ساتھ دوسرے اعیان حکومت اپنے اپنے امتیازی جھنڈوں کے ساتھ ہم رکاب ہوتے ہیں بعض غنائین کو سات سات جھنڈوں کے رکھنے کی اجازت ہوتی ہو، ان اعیان حکومت کے چند دیگر امتیازات خصوصی بھی ہوتے ہیں، مثلاً غنائین عام طور پر دس کوئل گھوڑے اپنے ہم رکاب رکھ سکتے ہیں، اور امراد کو صرف ۳ کوئل گھوڑوں کی اجازت ہوتی ہو،

شکار میں سلطان کی بالکل جداگانہ شان و شوکت ہوتی ہو، وہ خود تو

شکار نہایت معمولی لباس میں ملبوس رہتا ہو، لیکن ایک لاکھ سوار اور دوسو باقی اس کے ہم رکاب رہتے ہیں، شکار کے سلسلہ میں قابل نقل و حرکت "عمل خاص طور پر تیار" کے قابل ہو، یہ نہایت شان و شوکت کے ساتھ آہستہ و پیراستہ قصر ہوتے ہیں،

میدان میں دو منزلہ کھڑے کیے جاتے ہیں، اور محل کی پوری عمارت زرکار و شیشی پردوں سے ڈھکی ہوتی ہو، اس کا سامان دو سو اونٹوں پر بار ہوتا ہو، اور دیگر خیمہ و خرگاہ جو شکار کے لیے مخصوص ہیں، اس کے علاوہ ہیں، لیکن جو سفر محض تفریح کی خاطر ہوتا ہے، ان میں تقریباً تیس ہزار سوار اور ایک ہزار کوئل گھوڑے ساتھ ہوتے، جو جو دیانت کے مجازوں سے آراستہ ہوتے ہیں،

محلات شاہی میں سے ایک عظیم الشان قلعہ سلطان و عمال سلطانی کے

موجودات کو منسوب میں حکومت کا صدر دفتر ہو، بارگاہ سلطانی میں کسی کو ہتھیار بند حاضر ہونے کی اجازت

نہیں، یہاں تک کہ معمولی چھتری بھی اقد میں نہیں رکھی جاسکتی، سلطان خود سات دروازوں کے اندر بیٹھتا ہو، باریاب ہونے والوں کو پہلے ہی دروازہ پر سوار ہوں سے اتر جاتا پڑتا ہو، صرف چند مخصوص اہل مراتب چھ دروازوں تک سوار جاسکتے ہیں، لیکن یہ محض معدودے چند افراد کو خصوصیت حاصل ہو، پہلے دروازے پر بوق و طبل کا اہتمام ہوتا ہو، جب معزز عمدہ دار حاضر بارگاہ ہوتے ہیں، تو ان کی شان انبیاء کے لیے وہ بجائے جاتے ہیں، قصر شاہی کا ساتواں دروازہ صرف ایک مرتبہ کھلتا ہو، لوگ جیسے جیسے آتے جاتے ہیں، ساتویں دروازے پر کھڑے ہوتے جاتے ہیں، جب شرف حضوری رکھنے والوں میں سے ہر ایک شخص آجاتا ہو، تو خاص تہنیم سے وہ ساتواں دروازہ بھی کھول دیا جاتا ہو، تو سب لوگ ایک ساتھ باریاب ہو کر آداب شاہی بجالاتے ہیں، پھر جن اہل مناصب کو بیٹھنے کی اجازت عطا ہوتی ہو، وہ حسب مرتبت نشستوں پر بیٹھ جاتے ہیں، اور بقیہ تمام اشخاص سر جھکائے کھڑے رہتے ہیں، باریابی کے ان آداب و مراسم کی ادائی کے بعد ہر شخص اپنے اپنے دفتر میں اپنی اپنی جگہوں پر چلا جاتا ہو، اور دروازہ کے کام میں مصروف ہو جاتا ہو، ان عمال شاہی میں سے وزیر اعظم، قاضی القضاۃ، اور دیروں کی نشستیں علیحدہ کمروں میں سلطان کی نگاہ سے اوجھل ہوتی ہیں،

اس کے بعد مختلف حاجب اپنے اپنے فسر علی کی خدمت میں آتے ہیں، اور ارباب مظالم اور مظلوموں کے تمام مقدمات کی سلیس تفصیل سے پیش کرتے ہیں، پھر وہ فسر علی ان تمام سلسلوں کو سلطان کے سامنے پیش کرتا ہو، اور سلطان مطالعہ اور غور و خوض کے بعد اپنے احکام ثبت کرتا ہو، پھر سلطان کے اٹھ جانے کے بعد حاجب علی تمام کاغذات و دیروں کے رد و رد پیش کرتا ہو، اور وہی احکام سلطانی کو نافذ کرتے ہیں، سلطان شاہی ۱۰ فرسے اٹھ کر ایک دوسری نرم خاص میں آتا ہو، یہاں غناء

ماہرین فن، اور ارباب ادب صبح رہتے ہیں، اور سلسلہ بحث و مناظرہ جاری ہوتا ہو، اور پھر سب لوگ یہیں سے کھانے پر چلی جاتے ہیں، اس کے بعد ہر شخص اپنی اپنی اولیت کا

پر چلا جاتا ہو ، اور سلطان قصہ شاہی میں جا کر آدم کرتا ہو ،

محمد بن تغلق شاہ کا عہد حکومت | شیخ مبارک انبائی سلطان محمد بن تغلق شاہ
کے شان و شوکت ، جاہ و جلال اور قدم
دشتم پر عام طور سے یوں تبصرہ کرتے ہیں ،

”سند شاہی اپنے عظمت و جلال اور تقوین شاہی اپنے عدل و انصاف اور نظام حکومت
اپنے ضبط و نظم میں ساری دنیا میں بے نظیر ہیں ، دینا نے اس سے پہلے مرت و نظار سے
دیکھے تھے ، اکبر سکندر ذوالقرنین کے وقت میں اور دوسرے ملوک شاہ بن
الپ ارسلان کے عہد میں ، اور اب وہی شان و شوکت ، جاہ و جلال اور کرد و فر
محمد بن تغلق کے عہد حکومت میں ہندوستان میں نظر آتا ہو“ ،

ردمبہر شاہ

عیدین کے مراسم اسلامی ہند میں

ہر قوم اور مذہب کی اجتماعی زندگی میں چند ایسے دن پائے جاتے ہیں جو قومی اور مذہبی حیثیت سے ان کی خوشی کے دن ہوتے ہیں اور اس دن پوری قوم دلی جوش اور ولولہ سے خوشی مناتی ہے۔

یہ دیکھا جاتا ہے کہ جو شخص مسلسل کام کرتے کرتے تھک جاتا ہے وہ کسی وقت دفعۃً کام چھوڑ کر کسی منظر اری حرکت میں مشغول ہو جاتا ہے جس سے اس کی پچھلی مشغولیت اور اس کے بوجھ کے کرنے والے کام میں ایک فصل پیدا ہو جاتا ہے۔ اس سے اس کی تھکن دور ہو جاتی ہے، اور وہ اپنے قومی کو سمیٹ کر نئی قوت اور تازگی سے کام شروع کر دیتا ہے، جو حال افراد کا ہوتا ہے، وہی جماعتوں اور قوموں کا ہے، قوموں کی زندگی مسلسل طور پر اپنی جدوجہد میں لگی ہے، اور اجتماعی حیثیت سے کسی راہ پر جا رہی ہے، اس لیے اسے بیدار کرنے اور اس میں نئی قوت اور تازگی پیدا کرنے کے لیے ایک کروٹ لینے کی ضرورت ہوتی ہے، تاکہ وہ بھی اپنی پچھلی دائرہ زندگی میں فصل پیدا کرے، اور نئے جوش اور ولولہ سے نئی راہ پر چلنے کے لیے تیار ہو جائے، اسی روز فصل کو مختلف قوموں اور ملتوں میں مختلف ناموں سے یاد کیا جاتا ہے، اوشن کی صورت میں، ہوم دھام سے منایا جاتا ہے،

عیدین کے مصالح انام میں پچھلی ہفتوں کی طرح سال کے دو موقعوں پر

میں ان کی قومیت، ملت اور زبان کے اعتبار سے اہم موقعوں کی یاد منانے کے لیے وہ دن مقرر کیے جاتے ہیں۔ اسی طرح اسلام نے بھی دو اہم موقعوں کی یاد دہانی کے لیے دن مقرر کیے ہیں، یہ دونوں عید فطر اور عید الفی ہیں،

اس کے ساتھ اسلام نے ان دونوں عیدوں کے منانے میں مسلمانوں کے لیے

مختلف قسم کے دینی، معاشرتی، اور اجتماعی فوائد ملحوظ رکھے ہیں، مثلاً

(۱) مسلمانوں کے لیے قومی و ملی حیثیت سے سب سے زیادہ مبارک دن وہ ہے جس دن قرآن پاک اس زمین پر اتر اس کے ذریعہ سے باطل مٹا گیا، اور حق کا بول بالا ہوا، جبل کی تاریکی چھٹ گئی، اور علم کی روشنی پھیلی، اور انسان نے سیدھی اور سچی راہ پر چلنا سیکھا، اس لیے اس کو قومی مسرت کا باعث قرار دیا گیا، روزے اس ماہ مبارک میں فرض کیے گئے جس میں قرآن پاک نازل ہوا اور پھر ان کی ادائی کے شکر میں جشن عید منانے کا حکم دیا گیا، فرمایا:-

ولتکبروا لله على ما هداكم (بقرہ - ۲۲)

(۲) عید اضحیٰ کے ذریعہ سنت ابراہیمی کی یاد تازہ کی جاتی ہے کہ انھوں نے حق کی راہ میں اپنی عزیز اولاد کی گردن پر اپنے ہاتھ سے چھری پھیر دینے میں تامل نہیں کیا، اور دنیا کو سبق سکھایا کہ حق کے آگے عزیز ترین اولاد تک کو قربان کر دینا چاہیے، اور اسی قربانی سے حق کے علم بردار نے غرودمی طاقت پر فتح پائی، اس لیے بے مثال فدایت کے اعزاز میں اس دن کو مسلمانوں کے لیے خوشی کا دن قرار دیا گیا، ارشاد ہوا:-

وقد بينا بذي بح عظيم (صافات)

(۳) دین فطرت کا ظہور عرب کی بے آب و گیاہ زمین سے ہوا تھا۔ خاتم المرسلین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے تشریف لاکر اس دین کو پائیدار بنائے، پہنچایا، اور مکہ میں خدا کا جو سب سے پہلا گھر بنایا گیا، دینی حیثیت سے اس کی مرکزیت کی تصدیق فرمائی، اور تمنا محنت کھنے والوں کے لیے اس کی زیارت کرنا فرض ٹھہرایا، حکم دیا گیا،

يا ايها الناس حج البيت من استطاع اليه سبيلا

(آل عمران ۱۰)

ہم، بیت اللہ کے حج میں مختلف ملکوں اور گروہوں کے ایک جگہ جمع ہونے اور دین

اور دنیا کے مسئلوں پر تبادلہ خیال کرنے سے اسلام کو اجتماعی حیثیت سے فائدہ پہنچانے ، مسلمانوں کی باہمی صلاح کرنے اور مختلف ملکوں کے مسلمانوں کی ضرورتوں سے ایک دوسرے کے باخبر ہونے کے موقع حاصل ہونے کے امکانات رکھے گئے۔

فاجعل افئدة من الناس تهوى اليهم (ابراہیم - ۶)

(۵) اسلام نے عالم گیر سادات اور برادری اور انسانی ہمدردی کی دعوت دی ہے عین کے تہواؤں کے ذریعے سے اس نے اس مقصد کے حاصل کرنے کی کوشش بھی کی ہے، ان تہواروں کو امیر اور غریب ، دولت مند اور فقیر سب کے لیے یکساں خوشی کا دن یا اور ان موقعوں پر ان دونوں طبقوں کو ایک دوسرے سے قریب کرنے کی کوشش کی جس میں ہم رنگ ہو کر ملنے جلنے کے موقعے ہم پہنچائے ، امیروں کی دولت میں سے اس خاص موقع پر ایک مقرر رقم غریبوں کے لیے نکالنے کا حکم دیا ، جب فطر میں صدقہ ، فطر کے نام سے ہر استطاعت رکھنے والے پر غلہ کی ایک مقدار یا اس مقدار کی قیمت نقد رقم کی شکل میں نکال کر غریبوں میں بانٹنے کا حکم دیا ، عید اضحیٰ میں قربانی کے گوشت میں سے ایک حصہ غریبوں کے لیے خاص کر دیا ، اور تاکید کی کہ اگر وہ حصہ انھیں دے نہ دیا جائے ، تو اصل قربانی ادا نہ ہوگی ، شریعت نے عیدین کے تہواروں میں بیورسی قسم کی بہت سی مصلحتیں نہایت رکھی ہیں ، حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی نے ان مصالح پر اجمالی نظر ڈالی ہے۔ فرماتے ہیں:-

عیدین کی بنیاد یہ ہے کہ ہر قوم میں ایک دن ایسا ہوتا ہے جس میں وہ زیبہ زینت کرتی ہو ، اور اپنے گھروں میں ہی زیبہ زینت میں نکلتی ہو ، یہ اکیلی عیدیں روشن ہو جس سے عرب و عجم کی کوئی قوم خالی نہیں ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں آئے تو اہل مدینہ دونوں میں کھیل کود کرتے تھے ، آپ نے دریافت فرمایا کہ یہ دو دن کیسے ہیں ان لوگوں نے کہا کہ ہم زمانہ جاہلیت میں ان دونوں دنوں میں کھیل کود کرتے تھے ، ارشاد ہوا کہ خدا نے ان کو ان دونوں سے بہتر دنوں سے بدل دیا ، اور وہ دونوں عید اور بقعہ عید کے دن ہیں ۔“

کہا جاتا ہو، کہ وہ دونوں دن نوروز اور ہرمان کے تھے لیکن وہ اس لیے بدل دیے گئے، کہ لوگ جو حیدر مانتے ہیں، اس کا سبب یا تو یہ ہوتا ہو کہ اس پر شعائرِ دین کا بول بالا ہوتا ہو، یا کسی پیشوائے مذہب کی تقریر خصوصاً ہوتی ہو، یا اسی قسم کا کوئی اور سبب ہوتا ہو، اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خیال ہوا کہ اگر اہل مدینہ کو اسی روش پر چھوڑ دیا گیا تو اس سے یا تو کسی جاہلی اخبار کا بول بالا ہوگا، یا اناتوان جاہلیت کی کسی صفت کی ترویج ہوگی۔

اس لیے آپ نے ان کو ایسے دونوں سے بدل دیا جن سے ملتِ ابراہیمی کے شعائر کا بول بالا اور ان دنوں میں زرب زینت کے ساتھ ذکرِ خدا اور اطاعتِ الہی کے چند بول بھی شامل کر دیے تاکہ مسلمانوں کا اجتماع محض ہوا نہ کہ لیے نہ ہو ورنہ ان کا کوئی اجتماع اعلیٰ کلمۃ اللہ سے خالی نہ ہو ان میں ایک دن تو وہ ہے جب وہ لوگ روزہ کا فایز ہو چکے ہیں اور ایک مہتمم کی زکوٰۃ ادا کر چکے ہیں اس لیے ایک تو طبعی خوشی ہوتی ہو، کہ جو چیز امن پر خالق تھی، اس سے فرحت حاصل ہو گئی، اور فقیروں نے صدقات لے لیے، دوسرے عقلی مسرت ہوتی ہو، کہ خدا نے جو چیز ان پر فرض کی تھی اس کے ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائی، اور ان کے اہل و عیال کو مدد سے سال تک کھڑکھڑاؤں پر احسان فرمایا۔

دوسرا دن وہ ہے جس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے اسمعیل کو ذبح کرنا چاہا، لیکن خدا نے، اول دن پر احسان کیا، کہ ان کے بدلے ایک دوسرا فدیہ لے لیا، اس طرح اس دن ملتِ جنیفہ کے پیشواؤں کی یاد تازہ ہوتی ہو، اور خدا کی راہ میں جان و مال کی قربانی اور صبر کا ان سے سبق لیا جاتا ہو ان دن میں نعرہٴ جنگیر خاص طور پر بلند کرنے کا حکم دیا گیا، کیوں کہ اس میں حاجیوں کی مشائخہ ان کی عزت اور وہ جس حال میں ہیں اس کی طرف توجہ کا بھی اظہار ہوتا ہو، اس لیے تکبیر کہنا بہت ہو، اور خدا نے اس آیت میں اس کا حکم دیا ہو، وائیکبر اللہ علی ما عداکم یعنی خدا نے تم کو روزے کی جو توفیق عطا فرمائی ہو، یہ اس کا شکریہ

اس لیے قربانی کرنا اور ایام منی میں باوجود بیکیر کرنا مسنون فرمایا، اور شخص قرانی کرنا چاہتا ہو، اس کے لیے ستر چٹھرا یا کہ بال نہ نوٹوائے اور نماز اور خطبہ کو مسنون کیا تاکہ مسلمانوں کا کوئی اجتماع خدا کے ذکر اور شعائر دین کی سرپرستی سے غالی نہ ہو،

اس کے ساتھ شارع نے شریعت کے مقاصد میں سے چند چیزیں اس میں ملا دیں وہ یہ کہ ہجرت کے لیے ایک جگہ نمود کی ضرورت ہوتی ہو، جہاں جمع ہو کر وہ اپنی شوکت اور اپنی تعداد کی کثرت کی نمائش کر سکیں اس لیے تمام لوگوں کو حید گاہ میں جانے کو مستحب کیا گیا، یہاں تک کہ بچوں، بوڑھی عورتوں، جوان اور کم سن لڑکیوں کے ٹھکنے کی بھی اجازت دی گئی، اور اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حید گاہ جانے اور آنے میں رستے ملتے تھے، تاکہ مختلف امتوں کے لوگوں کی نظر سے مسلمانوں کی شوکت کا نظارہ گزرے، اور ان کے حید کی اصل زیب و زینت تھی، اس لیے خوش پوشی اور گانے بجانے کے تقریبی سامانوں کی اجازت دی گئی۔

عبدین کے مقول پر تفہیم اسلام کی عملی زندگی میں اولو العبادت پر بھی مشغلوں کی گنجائش نہیں،
مشاغل اور ان کو حشیم پوشی اگر مصلحت اقتباس بالابن شاذہ گذرا، حید کے موقع پر بتنائی، طویل
 ان مشاغل کی طرف توجہ پوشی کی گئی ہو، حشی عتوقوں کا اپنی حید کے دن
 گانا بجانا حضرت عائشہ صدیقہ کا تماشہ دیکھنا، اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تماشہ دیکھنا، حدیث کا تماشہ
 و قہر ہو، امام بخاری نے اپنی صحیح میں اس حدیث کو کتاب عبدین میں ایک خاص باب بندھ کر درج کیا ہو،
اسلام میں عید منانے کا طریقہ پھر امام بخاری نے اہل اسلام کے لیے عید منانے کا طریقہ کے عنوان سے ایک
 باب بندھا ہو، اور اس میں حسبِ میل و تمین درج کی ہیں،

حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ سے روایت ہو، انھوں نے کہا کہ میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطبہ
 فیتہ پڑھتے سنا، اپنے قریب آ کر آج کے دن ہم سب سے پہلے جو کام شروع کریں گے، وہ یہ کہ ہم نماز پڑھیں گے،
 پھر ہم دوسرے جگہ قربانی کریں گے، جس نے ایسا کیا اس نے ہمارے طریقہ کو پورا کیا،

حضرت عائشہ سے روایت ہو کہ انھوں نے کہا کہ انوکھے اور بھارے پاس انھار کی دو ہندیاں ہتھار

گاری تھیں، جو انھارے بھات کی لڑائی کے متعلق کے تھے، اوپر دونوں باندیاں غیبہ نہیں تھیں، یہ بیکر
حضرت ابوبکرؓ نے کہا یہ شیطان مرزبیر رسول اللہ کے گھر میں اور وہ دن عید کا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے حضرت ابوبکرؓ سے جواب میں، فرمایا اے ابوبکر! ہر قوم کے لیے عید کا دن ہوتا ہو، یا یہ فرمایا کہ
”یہ ہماری عید کا دن ہے“

حافظ ابن حجر نے ان مثنویوں پر غنا اور اہل لب کے رد میں لمبی بحث کی ہو، تاہم انھوں نے یہ قرار
کیا ہو کہ ان مثنویوں سے یہ ظاہر ہوتا ہو، کہ عید میں خوشی کا ظاہر کرنا دین کے شعائر میں سے ہو“

عید منانے کی اصلی غایت الحجۃ الباقیہ، صبح بخاری اور فتح الباقیہ کے ان قباہوں سے
یہ ترازہ ہوگا کہ مسلمانوں کے ان دونوں تہواروں میں دو چیزیں

شامل ہیں۔

(۱) دین اور شعائر دین کو سر بلند کرنا۔

(۲) اجتماعی حیثیت سے جشن مسرت منانا، چنانچہ مسلمان اپنی ترقی کے زمانہ میں حبش کی سلطنت کو
عروج تھا، پورے جوش و خروش سے عید مناتے تھے، اور اس میں اسلام کے تہواروں کے حقیقی منشا
کے پہلو نمایاں سمیت تھے، اگرچہ دولتِ ثروت کی بتات سے ابو ولیدؒ کو فخر بھی مشاغلِ صغر و
کبار سے بچ گئے تھے، مگر یہ بھی اہل ملی تہواروں کے دوسرے حقیقی منشا نظر انداز نہ ہوتے تھے، مسلمان
مؤمنین اور ریاچوں نے مختلف ملکوں کے حالات میں ہاں عید منانے کے طریقوں کو تفصیل سے بیان
کیا ہو، خصوصاً مکہ معظمہ، دمشق، مصر، اندلس، انڈیا، جبریل، عید کے جشن بڑی دھوم دھام
سے منائے جاتے تھے، حبش سے آئیں پہلے ہزاروں چٹے کپڑے خلعت کے طور پر تقسیم کیے جاتے،
عید کے دن سلاطین چٹے تزک احتشام سے شاہی محل سے نکلنے اور جلوس کی شکل میں عید گاہ
جاتے، وہیں آکر دربارِ باوقار کھڑے، احرار سے نذر قبول کرتے، اندر غریبوں میں ہزاروں لاکھوں
روپیہ تقسیم کرتے، حبشہ کی دعوت بڑی دھوم دھام سے ہوتی، اور فقرا اس کی کھڑے تقسیم کی
جاتے، ہزاروں بکریاں اور بیڈھوں کی قربانی کی جاتی، اور گوشتِ عورتوں میں بیچ ہوتا، اور
غریبوں میں بانٹا جاتا، عورتوں سے عورتوں کے ساتھ مختلف ملکوں میں یہی طریقہ رائج تھے،

۱۔ بخاری کتاب العیدین باب منۃ العیدین باب الاسلام ۱۵ فتح الباری ج ۲ ص ۶۶ تا ۶۷ ۱۵

ہندستان میں عید کے اتوار مشہور مسلمان سیاح ابن بطوطہ آٹھویں صدی ہجری میں سلطان محمد بن تغلق کے زمانہ میں ہندستان آیا تھا، اس نے یہاں کی عید کے جشن کے چشم دید حالات اپنے سفر نامہ میں لکھے ہیں، جن سے ہندستان کے عید اسلامی میں مسلمان سلاطین کا عید کی خوشی منانے کے طریقوں کا حال معلوم ہوتا ہے، ہندستان کی تاریخ نے لی جی رکھنے والوں کے لیے اس کا مطالعہ دل چسپ ہو گا۔

خلعت کی تقسیم چنان چہ دوسرے اسلامی ملکوں کی طرح ہندستان میں بھی سلطان عید کے خلعت سے خاص و عام کو سرفراز کرتا تھا، اور خلعت عید کی صبح طلوع ہونے سے پہلے لوگوں کے پاس بھیج دیا جاتا تھا تاکہ وہ شاہی خلعت میں لباس ہو کر عید کے مراسم میں شریک ہو سکیں، ابن بطوطہ لکھتا ہے:-

”سلطان نے عید کی رات کو اہل ہوس، خواہشوں، سلطنت کے معززوں، حاشائے شہر، عہدہ داروں، نقیبوں، افسروں، غلاموں اور پرچہ نویسوں کے پاس دستور کے مطابق عمومیت کے ساتھ خلعت بھیجی۔“

عید کا شاہی جلوس اس کے بعد اس نے عید کی صبح سے شب تک دل چسپ نظارہ قلم بند کیا ہے، وہ لکھتا ہے

جب عید کی صبح آئی تو سب ہاتھی ایشی بھولوں اور سونے اور جوہرات سے سنوارے گئے ان میں سے ۱۶ ہاتھی خاص شاہی سواری کے لیے تھے ان پر کوئی سوار نہیں ہو سکتا تھا، بلکہ ہر ہاتھی کے اوپر جوہرات سے مزین ریشم کا چتر تھا، اور بہتر سونے کے ٹکڑوں ڈنڈوں میں لٹے ہوئے تھے اور ہر ہاتھی پر جوہرات کے ٹکڑے لٹے ہوئے تھے، ان میں سے ایک ہاتھی پر بادشاہ سوار ہوتا ہو بادشاہ کی سواری کے آگے غلاموں کی پادشاہ صف ہوتی تھی، بزرگوں پر مٹلا کلاہ شاہیہ پہنے رہتے ہیں اور ان کی کمر میں بھی مٹلا کلاہ بندھی رہتی ہے، غلاموں کی صف کے بعد قرباتین کی تعداد میں نقیب ہوتے ہیں، جو پوستین کی مٹلا کلاہ اوڑھے رہتے ہیں، اور ان کی کمر میں مٹلا کلاہ پٹی ہوتی ہے اور ان کے ہاتھوں میں سونے کے دستہ کی چابک ہوتی ہے، پھر قاضی القضاۃ، صدر جہان، کمال الدین غزنوی، قاضی القضاۃ صدر جہاں ناصر الدین خوارزمی اور دوسرے تمام

عراقی، شامی، مصری، اور مغربی قضاۃ ایک ایک باغی پر سوار ہوتے ہیں، پھر موزوں کی صف
بغیوں پر چلتی ہو، جو بلند وادے تکسیر کرتے جاتے ہیں۔

سلطان جلوس کی اسی ترتیب کے ساتھ شاہی محل سے نکلتا ہو، محل کے سامنے فوجیں
اس کی منتظر رہتی ہیں، ہر میر اپنا اپنا لشکر اپنی اپنی نوبت اور حکم کے ساتھ لیے علیحدہ کھڑا ہوتا ہے،
سلطان جب باہر آتا ہو تو اس کے آگے آگے وہی لوگ ہوتے ہیں، جن کا ہم اوپر مذکورہ کر کے ہیں
اور سلطان کے پیچھے اس کے خدم، علم بردار، نوبت بردار، نقارچی باجے والے اور اس کے
خادموں کی جماعت ہوتی ہو؟

جلوس میں ان سب کے بعد سلطان کے بھائی مبارک خان کی سواری، اس کے خدام
و چشم اور لاؤ لشکر کے ساتھ ہوتی ہو، پھر اسی ترتیب سے سلطان کا بھتیجا ہرام خاں اور اس
کے خدام و چشم، پھر چا زاد بھائی ملا فیروز مع خدم و چشم شاہی خاندان کے بعد وزیرا واد
اعراء کا ہر آتا ہو، وہ (ہاں بہ ترتیب بہت سے امراء کے نام ہیں) اپنی اپنی حیثیت و
مرتبہ کے لحاظ سے کیے بعد دیگرے جلوس میں شریک ہوتے ہیں، ان میں سے جن لوگوں کو نوبت
و نقارہ رکھنے کا عہدہ حاصل ہو، وہ نوبت و نقارہ کے ساتھ اور جو اس مرتبہ تک نہیں پہنچے
ہیں، وہ نوبت و نقارہ کے بغیر ہوتے ہیں، نیز ان میں ہر شخص زندہ پوش ہوتا ہو

شہنشاہ بہتران عید گاہ میں | جب یہ شاہی جلوس عید گاہ کے دروازے پر پہنچتا ہو
شہنشاہ بہتران عید گاہ کے دروازے پر پہنچتا ہو | و سلطان عید گاہ کے دروازے پر خود باغی سے اترتا
ہو، اور امام تار پڑھا کر خطبہ پڑھتا ہو، جس میں سلطان شریک ہوتا ہو،

شہنشاہ کا قربانی کرنا | اور اگر عید ہوتی ہو، تو نماز کے بعد سلطان قربان گاہ میں آتا ہو
اور ایک نیزے سے اونٹ کو خنجر قربانی کرتا ہو، اس وقت
وہ ایک شبی چادر اوڑھ لیتا ہو، تاکہ خون کی چھینٹوں سے کپڑے خراب نہ ہونے پائیں
پھر سلطان قربانی کے بعد شاہی محل میں اس جلا جاتا ہو

عید کے دن محل بڑی فوجیوں سے سجایا جاتا ہو، پوسے محل میں فرش بچھایا
عید کا دربار | جاتا ہو، صحن میں بہت بڑا شامیانہ جسے بار کہ دربار گاہ کہتے ہیں،

بہت سے موٹے کھبوں پر کھڑا کیا جاتا ہے، اور اس کی چابوں طرٹ اس سے لگے ہوئے
 خیمے کھڑے کئے جاتے ہیں، اس شامیانہ کے اندر جگہ جگہ پر معنوی و رخصت لگائے جاتے ہیں
 جن میں کھلے ہوئے پھول اور کلیاں بٹائی جاتی ہیں، ان ورنیوں کی تین قطاریں ہوتی ہیں،
 اور ان کے بیچ میں سونے کا بڑا تخت بچھایا جاتا ہے، اس پر شہمی گدے بچھائے جاتے ہیں جس
 میں جو اہرات لگے ہوتے ہیں، یہ تخت خالص سونے کا ہے، اس کا طول ۱۴ بالمشق اور عرض
 ۴ بالمشق ہے، یہ تخت انگ لگ لگ ٹکڑوں کا بنا ہوا ہے، جو بچھاتے وقت جوڑ دیے جاتے ہیں،
 ان میں سے ہر ایک ٹکڑا اس قدر دھنی ہے، کہ اس کو کسی آدمی مل کر اٹھاتے ہیں، اس تخت کے
 اوپر کسی بچھائی جاتی ہے، اس پر سلطان جلوہ فرم دیتا ہے

تخت کے پاس سونے کی ایک بیٹی لگی ہوتی ہے، یہ بھی تین ٹکڑوں کی بنی ہوئی ہے، جو
 ایک دوسرے سے ملائے جاتے ہیں، اس آئینے میں تین خانے ہیں، اس میں خود و جنر اور لاکھی
 جلا کروں بار میں خوشبو کرتے ہیں،

بارگہ کے تین دروازے ہوتے ہیں، اول دروازے پر حاد الملک تہہ کھڑا ہوتا ہے، دوسرے
 دروازے پر ملک کیہ اور تیسرے پر پوسٹ بگرام ان کے دائیں بائیں دوسرے امر اکھڑے ہوتے
 ہیں، بارگہ کا کووال غنی ہے، اس کے ہاتھ میں سونے کی چھڑی ہوتی ہے، اور اس کے نائب کے
 ہاتھ میں چاندی کی، یہ دونوں درباریوں کو ان کی اپنی اپنی جگہ پر بٹھاتے ہیں، اور صفوں
 کو درست کرتے ہیں، وزیر اور کاتب اس کے پیچھے کھڑے ہوتے ہیں، حاجبہ رقیبہ اپنی جگہ پر
 ہوتے ہیں، اور غلاموں کے ہاتھوں میں چاندی سونے کے گلاب پاس ہوتے ہیں، وہ حاضرین
 پر گلاب بھرتے رہتے ہیں،

جس وقت سلطان تخت پر قدم رکھتا ہے، حاجبہ رقیبہ بلند آواز سے بسم اللہ کہتے
 ہیں، پھر لوگ سلام کرنے (مجرعہ اللانے) کے لیے کیے بعد درگاہ حاضر ہوتے ہیں، صبح سے پہلے
 قاضی القضاۃ آتا ہے، اس کے بعد خطباء، علماء، مشرفاء، مشائخ، شاہی خاندان کے اکلن
 معززین، وزراء، قاضین، لشکر وغیرہ یہاں پر عہدوں کے نام پر ترتیب میں آتے ہیں اور
 اسی ترتیب سے مجرا بجالاتے ہیں،

دربار میں جشن عید کی مندریں | دربار میں شاہی آداب کے مطابق مندریں پیش کی جاتی ہیں

چنانچہ بڑے بڑے جاگیردار ریشمی رومالوں میں اشرفیاں باندھ لاتے ہیں، اور ان میں ان کے نام کا پرچہ بھی لکھا ہوا رہتا ہو، وہ ان رومالوں کو سونے کے ایک طشت میں جو اسی غرض سے سلطان کے سامنے رکھا رہتا ہو، رکھ دیتے ہیں، اس طریقہ سے ہر سال بڑی رقم جمع ہو جاتی ہو اور سلطان جیسے بخشش کرنا چاہتا ہو، دیتا ہو۔

یعنی یہ قیاس شاہی خزانہ میں داخل نہیں کی جاتی تھیں، بلکہ سلطان ان رقموں کو مختلف لوگوں میں داد و بخش کے طور پر تقسیم کر دیتا تھا، اور جشن عید کی خوشی میں میزوں کی جیسے غریبوں کی احتیاجیں سلطان کے توسط سے پوری ہوتی تھیں۔

دعوت طعام محل قصور سردار | دربار کے شاہی مراسم کے ادا ہونے کے بعد کھانے کا اہتمام کیا جاتا تھا، اور کھانے سے فارغ ہونے کے بعد گانے والوں کے طائفے آتے تھے، اور دیر تک قصور و سرد کی محفل بھی رہتی تھی، اس کے بعد بار بار برفا ست ہو جاتا تھا، چنانچہ ابن بطوطہ لکھتا ہو:-

”سلام ہو چکنا ہو، تو کھانا آتا ہو، اور مسکاتے لوگوں کے سامنے رکھا جاتا ہو۔۔۔ پھر گانے والوں کے طائفے آتے ہیں، اور اپنے قصور و کمال دکھاتے ہیں۔۔۔ چار بار مصر کے وقت شروع ہوتا ہو پھر دوسرے دن صبح کے بعد اسی ترتیب سے دربار لگتا ہو، اور قصور و سرد کی محفل گرم ہوتی ہیں تیسرے دن شاہی خاندان کے لڑکوں کے نکاح ہوتے ہیں، اور ان کو طبی جاگیر عطا کی جاتی ہیں، چوتھے دن غلام آزاد کیے جاتے ہیں پانچویں دن باندیوں کے آزاد کرنے کی باری آتی ہو۔ چھٹے دن غلاموں و باندیوں کے نکاح ہوتے ہیں اور ساتویں دن خیرات تقسیم کی جاتی ہو، جو بڑی مقدار اور تعداد میں تقسیم ہوتی ہو،“

اس عید کے اسلامی ہند میں عیدین کے ان مراسم میں اگرچہ شائبہ نہ شان و شوکت کی غیر معمولی نمائش اور مصرفا نہ تکلفات کی تھیں، مگر نظر آتی ہو، بایں ہمہ سلام کے تہواروں کے منانے میں شارع علیہ السلام نے جو حقیقی مصداق یہاں رکھے تھے اور جن کا اجمالی تذکرہ اوپر پیش کیا گیا، ان کے کچھ نہ کچھ دھندلے نقوش ان شائبہ نہ مراسم میں بھی موجود تھے جو اب ہماری معاشرتی زندگی میں گویا خواب و خیال بن چکے ہیں۔

(فروری ۱۹۳۸ء)

”پٹھان اور نغل کی صلیبت“

(مولانا عبدالمجید صاحب دہلوی (مدیر صدق لکھنؤ) اپنے ایک کراکھ نامہ میں فرماتے ہیں ”صدق میں ایک سوال کیا آیا ہے“)

مجھے عصر سے نغل اور پٹھان کی تحقیق کی ضرورت ہے، بعضوں کا خیال ہے، کہ یہ سلتانوں نے
ہندستان کو فتح کیا، ان کو فتح خان یا تھان کہتے تھے۔ یہی رفتہ رفتہ پٹھان ہو گیا، ہر حال سوال یہ ہے
کہ ان دونوں قوموں کی وجہ تسمیہ کیا ہے؟ اذان کا سلسلہ نسب کیا ہے؟ جو اب اس کا خواہ معارف
ہی میں ملے، خواہ صدق کے لیے الگ جائے، بہر حال مجھے اطلاع جارہی جائے تو بہتر ہے،

نیز جناب محمد عظیم صاحب (جہلم) کا ایک سنیہ سا بڑا بھانگہ

”کیا نزل، کیانی نغل، بتا رہی، پانڈی توں، ایک ہی اصل سے ہیں یا علیحدہ علیحدہ ہیں“

ان تفساؤں کے جواب میں جو کچھ عرض کیا گیا، وہ درج ذیل ہے

لفظ پٹھان کی وجہ تسمیہ | بعض کا یہ چھتہ ہے: پٹھان ظاہری، جیسے فرشتہ کا بیان کہ چون کہ

افغان ٹپٹہ ہیں اگر آباد ہوئے تھے، اس لیے وہ پٹھان کہہ گئے۔ حالانکہ پٹھانوں کے تعلق معلوم ہے، کہ
وہ پہلے شمالی مغربی ہند کے میدان پنجاب سندھ میں آباد ہوئے تھے، شمالی مشرقی میدان میں وہ اس کے
بہتوں کے بعد آئے تھے، اسی طرح مرسلہ سوال نامہ میں پٹھان کی وجہ تسمیہ فتح خان یا فتحان بیان

کی گئی ہے اس کو بھی اسی قسم کی ایک بے اصل روایت سمجھنا چاہیے،

پٹھانوں کو افغان بھی کہا ہے، اور اس سے پہچان جاتا ہے، کہ پٹھان دراصل یہی ہیں، جو
افغانستان سے آئے ہیں، اس لیے افغان، پٹھان دونوں لفظ تکرار پاتے ہیں، اور آری یہ ہند
میں پٹھانوں کی حکومت کو افغانی حکومت سے سوہم کیا جاتا ہے، لیکن بعض لوگوں نے ان دونوں کے
مجموع میں اطلاق میں فرق کیا ہے، اور افغان بہتر ہے، جبکہ ان کے تسمیہ کو مرد لبر، اور
پٹھان سے ان تمام قبائل کو مجموعہ کیا ہے، بہتر ہے، ان کو کہتے ہیں،

”تقدیرت پر ہے، کہ اس قوم نے، سنا، کہ اسے اس قدر دیکھتے ہوئے، نہ دیکھتے ہوئے، کیا

پھر رفتہ رفتہ درانیوں اور بعض دوسرے پٹھان قبائل نے اپنے کو افغان کے نام سے موسوم کر لیا، اور باقی ماندہ دوسرے قبائل غلزی، آفریدی، گلش، شیرانی، اور اترانی وغیرہ مثل سابق کے پٹھان کے جاتے رہے، کیوں کہ محققین کے نزدیک اس قسم کی کوئی تقسیم کسی تاریخی یا ذاتی بنیاد پر کبھی نہیں کی گئی، بلکہ صلیت کے اعتبار سے ان دونوں کا قدیم قومی نام "پشتان" (Pash-tan) یا پٹھان (Pakhtan) تھا جو مقام پشاور (Peshawar) یا پٹھانوار (Pakhtunawar) کی طرف منسوب تھا، اور یہی قدیم لفظ آگے چل کر تلفظ میں پٹھان بن گیا،

اس لیے ان دونوں قسم کے قبائل درانیوں اور غلزیوں وغیرہ میں افغان اور پٹھان کے جانے میں کچھ فرق ہو، وہ آگے چل کر اعتباری طور پر اختیار کیا گیا، ورنہ نسل و وطن یا کسی تاریخی ذات کی بنیاد پر ابتداء ان میں باہم کوئی امتیاز نہیں تھا،

اللہ تعالیٰ کے چل کر ان میں سے بعض کے وطن میں بھی تبدیلی پیدا ہوئی، اور ان میں سے بعض قبائل مغرب سے مشرق کی سمت قندہار وغیرہ کے علاقوں میں آکر آباد ہو گئے، تو ان کی اور دوسری قوموں کی آبادی مخلوط ہوئی، اس وقت انہیں ان دوسری قوموں سے ممتاز کرنے کے لیے خاص طور پر ان کے قدیم نام پٹھان سے موسوم کیا گیا، کیوں کہ یہ لوگ یہاں (قندہار) قنداریں ہندوستانی آبادی سے آکر ملے تھے، اور ان ہی ہندوستانیوں سے انھوں نے پشتو زبان سیکھی تھی، کیوں کہ یہ زبان بھی پراکرت ہی کی ایک شاخ ہو، اور شاید ان ہی کی نسبت سے پشتو سے موسوم ہوئی ہو۔ اس میں یہ سمجھا جاسکتا ہو، کہ وہ افغانستانی جو مغرب سے مشرق کی سمت میں آگئے وہ لوگ اگر مغربی افغانستانوں سے نسل میں تو متحد ہے، مگر وطن میں ان سے اختلاف پیدا ہو گیا، اور اب پٹھان کا نام جو ان دونوں گروہوں کا قدیم قومی نام تھا، خاص طور پر ہندوستان اور اس کی سرحدیں اس کو آباد کردہ کے لیے مخصوص ہو گیا، ورنہ قدیم قومیت کے اعتبار سے ہر افغانستانی خواہ وہ مغربی افغانستان کا ہو یا مشرقی کا یا ہندوستان کے شمالی میدان کے مغربی حصہ میں آباد ہوا ہو یا شرقی میں، وہ پٹھان ہو، اور اس لحاظ سے ان میں کا ہر گروہ اس نام سے موسوم کیا جاسکتا ہو،

اس مجموعہ میں انکو یہ عنوان پٹھانوں کی تاریخ کے عنوان سے بھی ہو، اس سے اس سلسلہ

گفتگو میں مزید معلومات مل سکتے ہیں، خصوصاً ایسی فارسی اور اردو کی کتابوں کا پتہ چلے گا جن میں پٹھانوں کی قومیت، نسل، وطن، اور سیاسی کارناموں کا خاص طور پر ذکر کیا ہو، مناسب یہ ہو کہ مزید معلومات کے لیے اسی کی طرف رجوع کیا جائے۔

مغل کی وجہ تسمیہ | باقی ہے مغل تو ان کا بھٹانوں سے کوئی تعلق نہیں، امیر تیمور کا شاہی خاندان جس نے ہندوستان میں حکومت کی، نسل ترک تھا وہ لوگ مغل اس لیے کہ گئے، کہ امیر تیمور کا یہ قدیم ترکی قبیلہ دراصل منگول سے وابستہ تھا اس لیے مغل کے قدیم نسل و وطن کی ساری داستان وہی ہو جو منگول کے نام سے تاریخوں میں ملتی ہو، منگول یا منوگل کے لغوی معنی "ہوان مرد" یا "روہیلی" قوم کے بیان کیے گئے ہیں یہ قوم دراصل منگولی قبیلہ پر مشتمل تھی، منگوسی ایک قدیم ترکی قبیلہ ساکیہ یا کلاں کے متنازعہ قبائل میں سے تھا۔

اس لفظ منوگل یا منگول سے لفظ مغل بنا ہوا، نون غمہ اور گان کا عربی میں غین سے کام لیا جاتا ہے، دور حاضر میں جمنا ہندوستان کے موضعین نے "منگول" اور "مغل" میں ایک اصطلاحی فرق قرار دے لیا تھا، منگول کا اطلاق صرف ان صحراؤں پر دغیر مسلم خاندان پر دوش پڑ گیا ہونے لگا جن کا سردار چنگیز خاں تھا، اور مغل کا لفظ صرف ان مسلمان ترکوں کے لیے وقف کر دیا ہوا، جنہیں سلاطین تیموریہ کہا جاتا ہے، اس لیے ہندوستان میں مغل وہی ہیں جو یہاں کے حکمراں مغلیہ خاں وادہ سے سلسلہ تعلق رکھتے ہیں، لیکن ان سرحدی پٹھانوں کو جو اسی سلسلہ تک ہندوستان کے گوشہ گوشہ میں کاروبار کرتے تھے، جو مغل کہتے تھے، اس کو امر واقعہ اور تاریخی حقیقت سے دور کا بھی کوئی تعلق نہ تھا، یہ شخص ان کا ایک عربی نام ہے جس سے ان کی شہرت ہو گئی ہو،

مغل ترک و تاتاری کی اصلیت | (الف) قدیم تاریخ کے بیان کے مطابق بحر خزرہ

جو وسطی ارض ہے، جس کے ایک حصہ، رواج میں ترکستان کہا جاتا ہے، اور دوسرے حصہ مالک و قتل ہیں، جو اس تاتاری قوم آباد تھی، ترک و تاتاری اور تاتاری ہی خطہ تاتاری

پٹھانوں کی تاریخ کے ماخذ

یہ مقالہ جناب ایس کے الیئر رائز پورہ ایک کے
ایک استفسار کے جواب میں لکھا گیا ، انھوں نے دریافت
کیا تھا کہ :-

مجھے پٹھانوں کی تاریخ سے خاص انس ہو ، اور جانتا ہوں کہ اس کی تلاش کروں ، گراچھی
واقفیت میری جستجو کی رہنمائی نہیں کر سکتی ، براہ کرم مطلع فرمائیں کہ پٹھان اور افغان کی مکمل و
واضح تاریخ موجود ہے اگرچہ تو کون سی ہو ،

پٹھان قوم کا مفہوم | ہندوستان میں پٹھان قوم کے مفہوم میں بحث پیدا ہو گئی ہے ، بعض
یورپین مورخین مثلاً جنرل برگر BRIGGS ، دیگرہ کی فلیٹیو
سے ہندوستان کے عہد وسطیٰ کے وہ مسلمان سلاطین جو مغلوں سے پہلے گزے ہیں ، عام طور پر پٹھان
سمجھے گئے ، جو صریح غلطی ہے ، ان سلاطین کے بیشتر خاندانوں کے نسل سے تعلق رکھتے تھے ، صحیح
معنوں میں جس پٹھان خاندان نے ہندوستان پر حکومت کی ، وہ سوربیہ یعنی شیر شاہی خاندان ہو
البتہ سوربوں سے پہلے لودھیوں کا زمانہ گزرا ہے ، جس کو سلاطین افغانستان شمار کیا جاتا
ہو ، بلکہ کہا جاتا ہو کہ احمد شاہ ابدالی سے پہلے خود افغانستان میں کسی افغانی نسل حکمران کا وجود
نہیں ہو ،

اس لیے جہاں تک پٹھانوں کی تاریخ ملکیت کا تعلق ہو ، وہ ان ہی خان وادوں کی
سیاسی تاریخ پر مشتمل ہو ، جنھوں نے تھوڑے زمانہ تک ہندوستان ، اور افغانستان میں حکمرانی
کی ہو ، ان میں سے ہندوستان کے سوربیہ خاندان کی تاریخ دراصل شیر شاہی کی تاریخ ہو ،
اور اسی سلسلہ میں افغانوں اور پٹھانوں کا ذکر آتا ہو ، شیر شاہ کے حالات کے مآخذ کی دسترس
ہو سکتی ہیں ، یعنی

افغانی مورخین کی کتابیں | ایک تو وہ مورخین ہیں جو سنہ افغان یا پٹھان تھے

دوسرے وہ مورخین ہیں جو اس نسل سے تعلق نہ رکھتے تھے، ان میں سے اول الذکر مورخین کی نسلی و قبائلی ہمدردی قدرۃ شیرشاہ اور اس خاندان کے ساتھ تھی، اور مؤخر الذکر مورخین میں کچھ لوگ ایسے تھے، جو سوریوں کے حریف مغلوں کی سلطنت سے وابستہ تھے، اور ان کے پیش نظر ان ہی کی تاریخ مرتب کرنا تھا، اس لیے ان کا لہجہ سوریوں اور شیرشاہ کے متعلق ہر حال خوش گوار نہیں ہو،

ان میں سے اول الذکر کتابوں میں تھے اکبر شاہی معروف بہ تاریخ شیرشاہی (جہاں سردانی، مخزن افغانہ نعمت اللہ) اور تاریخ داؤدی (عبداللہ معیار سی افغانی تالیف) اگرچہ اکبر کے زمانہ میں اسی کے حکم سے لکھی گئی، لیکن اس کا مصنف عباسی ۱۔ تاریخ شیرشاہی | سردانی افغان تھا، اس کی شادی شیرشاہ کے خاندان میں ہوئی تھی شیرشاہ کے عہد حکومت کے چالیس سال کے بعد اس نے اس کتاب کو لکھا، ایسے لوگ موجود تھے، جو شیرشاہ کے ساتھ قائلے میں شریک تھے، نیز بہت سی خاندانی روایتیں گھروں میں موجود تھیں، عباسی سردانی نے ان ہی آخذ سے یہ تاریخ مرتب کی، اگرچہ خاندانی روایتوں میں طب دیاس کی آمیزش ہو چکی تھی، ہاں ہمہ شیرشاہ کے متعلق مستند معلومات کا بہترین ذریعہ سمجھا جاتا ہو، الیٹ نے کتاب کے مباحث کی تلخیص اپنی تاریخ میں درج کی ہے،

نعمت اللہ کی معروف تصنیف ہو، یہ عہد جمالیگری میں تصنیف ہوئی ۲۔ مخزن افغانہ | یہ تاریخ خان جہانی مخزن افغانی کے نام سے بھی مشہور ہے، اس لیے کہ یہ خان جہاں لودی کی ہدایت سے لکھی گئی، اور اس کا آخری باب خان جان ہی کے حالات پر مشتمل ہو، الیٹ نے اس کا بھی مفصل تذکرہ کیا ہے، ڈورن نے بھی اس کتاب کا انگریزی ترجمہ "تاریخ افغان" کے نام سے ۱۸۳۷ء میں شائع کیا ہے، ڈورن کے ترجمہ اور برٹش میوزیم کے اصل نسخہ میں جو فرق ہو، اس کا تذکرہ دیو نے نسخہ کے حال میں لکھا ہے، بہر حال گویا یہ افغانوں کی تاریخ پر اگر مستقل تصنیف ہو، جس میں ان کے نسب، خاندان، اور افغان حکمران خاندانوں

۱۔ تاریخ ہند الیت ج ۲ ص ۳۴۱-۳۴۲، ۱۱ ص ۵۵، ۶۷، ۱۱۵ سے فرست محفوظ

نادر سی برٹش میوزیم ج ۱ ص ۲۱۰

ابوالفضل، تاریخ رشیدی، مرزا محمد حیدر، تذکرہ واقعات جوہر آفتابچی، طبقات اکبر شاہی نظام الدین احمد، منتخب التواریخ عبدالقادر بدایونی، امین اکبری ابوالفضل، تاریخ فرشتہ خلاصۃ التواریخ سبحان رائے، منتخب الباب خوانی خان، زبدۃ التواریخ نور الحق مشرقی، تاریخ نورنامہ، لب التواریخ رائے بدرابن، منتخب التواریخ جگ جیون داس، تحفۃ الهندال رام، حقیقت ہائے ہندوستان کبھی زاین فہیق وغیرہ،

یورپین مورخین کی تصنیفات میں بھی بعض کتابیں
یورپین مورخین کی تصنیفات
افغان سلاطین پر

سے ایک رنگالی مورخ کی تصنیف پٹھانوں کے سلسلہ میں خاص اہمیت رکھتی ہے، کہ وہ رنگالی شیرشاہ اور محمود شاہ اور ہمایوں کی لڑائیوں کا چشم دید گواہ ہے، پروفیسر کاڈ نے اس کا تعارف کرایا، اور کالی کرخین قانون کو مصنف "شیرشاہ" کے ناخذ میں ہے، اسی طرح رچرڈ ٹیمپل کی "شیرشاہ ایک نئے زاویہ سے" *A new view of Sher Shah Suri* جو ۱۹۲۲ء میں شائع ہوئی، اور دوسری ایک، ڈبلو، بیلو کی "افغانستان کا جائزہ علم الاقوام کے روسے" - *An inquiry into the Ethnography of Afghanistan* - ۱۹۱۸ء میں بھی ہو قابل ذکر ہیں،

ان کے علاوہ آفٹنسن، ارسلن، تھامس، الیٹ وغیرہ کی تاریخ ہند میں، اسی طرح انسائیکلو پیڈیا آف اسلام (سور) وغیرہ میں بھی ذکر آیا ہے،

ہندوستان میں شیرشاہ پر دو قابل ذکر کتابیں انگریزی زبان میں نکلی ہیں، ایک نوذکورہ بالا کالی کرخین قانون کو

پروفیسر رام جس کا لچ دہلی کی "شیرشاہ" ہے، یہ شیرشاہ پر معیاری تصنیف سمجھی جاتی ہے، مصنف نے آخر میں اپنے ناخذ کی فرست بھی دی ہے، دوسری کتاب سر ذوالفقار علی خاں کی "شیرشاہ سور" ہے، جو ۱۹۲۵ء میں شائع ہوئی ہے، یہ ایک مقالہ ہے جسے مصنف

نے سلسلہ میں پنجاب بہار ریل سوسائٹی میں پڑھا تھا، اردو میں اس سلسلہ میں صرف دو کتابیں قابل ذکر ہو سکتی ہیں، ایک محمد علیہ السلامؐ کا پیشتر سب جج کی "نسب افاغیم" ہو، جس کو مصنف نے بڑی محنت اور تلاش و تحقیق سے لکھا ہو، مصنف کے نظریہ کے مطابق افغان نسل اسرائیلی ہیں، اس میں مصنف نے لغات و کے ہندوستان میں آنے اور پٹھان سے موسم ہونے کا بھی تذکرہ کیا ہو، یہ کتاب سلسلہ میں شائع ہوئی ہو، دوسری جناب سید احمد مرتضیٰ کی "مولیت شیر شاہی" ہو، جس میں شیر شاہ کے سادہ وقائع زندگی بیان کیے گئے ہیں، یہ سلسلہ ۱۹۳۳ء میں شائع ہوئی ہو، مختلف زبانوں میں مختلف صوبوں میں مختلف پٹھان صوبہ دار بھی لکھے ہیں، جنہوں نے کبھی اپنی خود مختار یا نیم مختار حکومتیں قائم کیں، اور ایک ونسل ناکان کے خاندان میں رہیں، ان کے حالات صوبائی حکومتوں کی تاریخوں میں ملیں گے، جن کی تفصیلات میں بڑا طویل اہل ہو، کسی خاص مقام یا خاص خاندان کے متعلق کچھ دریافت کیا جاتا تو بڑا کچھ عرض کیا جاسکتا تھا،

(جولائی سلسلہ ۱۹۴۲ء)

گیتا کا منظوم فارسی ترجمہ

جانب ہر پریشا و صاحب گردانی باغ پختہ دریا فت فرماتے ہیں۔
 گیتا کا فیضی کا منظوم ترجمہ عام طور پر متداول ہے، پیش نظر مندرجہ چھوٹی تقطیعی پر لاہور۔
 کے کسی پریس سے شائع ہوا ہے، اس میں کتابت کی بعض غلطیاں ہیں، علامہ شبلی نے شعر گو
 میں ... فیضی کا تذکرہ کیا ہے، اس کے تالیفات و ترجمہ کو بالتفصیل لکھا ہے، مگر علامہ
 موصوف نے یہ کہیں نہیں لکھا ہے کہ فیضی نے گیتا کا بھی ترجمہ کیا ہے، اور اہل کرم وقت
 نکال کر معارف میں اس پر روشنی ڈالیں، کہ فیضی نے گیتا کا ترجمہ کیا تھا، یا متداول
 ترجمہ فیضی کے نام سے لوگوں نے منسوب کر دیا ہے، عین عنایت ہوگی۔
 اس کے جواب میں لکھا گیا :-

افسوس ہے کہ گیتا کے منظوم فارسی ترجمہ کا ذکر میری نظر سے نہیں گذرا، مرآۃ عالم،
 برائوٹی، اکبر نامہ اور آثار الکرام وغیرہ میں فیضی کا جو تذکرہ آیا ہے، وہ گیتا کے منظوم ترجمہ
 کے ذکر سے خالی ہے،

لیکن نہ صرف مولانا شبلی مرحوم، بلکہ مقدم مورخین نے بھی فیضی کی تصانیف کو نام نہ نام
 نہیں گنا یا ہے، صاحب مرآۃ عالم نے اجمالی حیثیت سے صرف یہ کہا ہے کہ
 ”گویدہ صد و یک کتاب و در سالہ تالیف نمود“

پھر چند کتابوں کے نام لکھے ہیں، جو وہی ہیں جن کا ذکر دوسری تاریخوں میں آیا ہے،
 لیکن میرا خیال ہے کہ گیتا کا جو منظوم ترجمہ فیضی سے منسوب لاہور سے شائع ہوا ہے،
 اور جس کا آخری ادیشن آرٹ پیپر پرائیٹام سے چھاپا گیا ہے، فیضی کی طرف اس کا نسب
 صحیح ہے۔

گیتا کے متعلق یہ معلوم ہو کہ دراصل یہ ہما بھارت ہی کا ایک حصہ ہے، جس کو ہما بھارت
 مرآۃ عالم ص ۴۲۳ (دہلی)

گیتا ہر بان فارسی تعلیف فتح و افضل علی از کتاب ہما بھارت کا از فن ششم کہ آن

بہکم پرب گوید سری کرشن جی وارجن شیوا۔

یعنی یہ رسالہ اگرچہ گیتا کا ترجمہ ہے، لیکن اس کو فارسی میں ہما بھارت کے فن ششم کو سامنے رکھ کر منتقل کیا گیا ہے، اس لیے اس کو ہما بھارت کے جزوی ترجمہ سے بھی موسوم کر سکتے ہیں اور چون کہ یہی حصہ گیتا کے نام سے بھی موسوم ہے، اس لیے اس کو گیتا کا فارسی ترجمہ بھی کہہ سکتے ہیں، بہت ممکن ہے کہ فیضی نے اسی فارسی شعر سے اس کو نظم میں منتقل کیا ہے۔

نیز اس منظوم فارسی ترجمہ کا نسخہ بھی جس پر اس وقت گفتگو جاری ہے، بنگال ایٹھانک سوسائٹی میں موجود ہے، اگرچہ اس میں کئی دیباچہ نہیں ہے، لیکن اس نسخہ کے سرورق پر ترجمہ کی حقیقت سے فیضی کا نام درج ہے، اور ہمارے نزدیک اتنی شہادت بھی فیضی کی طرف اس کے اقتساب کی صحت کے لیے کافی ہے، اس نسخہ کا پورا شعر وہی ہے جو مطبوعہ نسخہ میں پایا جاتا ہے، یعنی

طرازندہ داستان کہن بدنیساں، بیگند طبع سخن

اس نسخہ میں دیباچہ کے موجود نہ ہونے سے بھی اس قیاس کی تائید ہوتی ہے، کہ فیضی نے دراصل ہما بھارت کے بعض اجزاء کا ترجمہ نظم میں کیا تھا، اور ان اجزاء میں وہ حصہ بھی تھا، جس پر پچھلا گوت گیتا منتقل ہے، اور اسی وجہ سے پچھلا گوت گیتا کے منظوم ترجمہ کا ذکر فیضی کے سوانح میں نہیں آیا ہے، اس قیاس کی تردید اسی صورت میں ہو سکتی ہے، کہ فیضی کے سوانح میں اس ترجمہ کے اقتساب کا ذکر نظر آجائے، اور اس وقت یہ سمجھا جاسکتا ہے، کہ اُس نے گیتا کے علاوہ نسخہ کو سامنے رکھ کر ترجمہ کیا تھا، لیکن پھر اس پر کسی دیباچہ کا موجود نہ ہونا تعجب خیز ہوگا،

ہر حال خواہ کہیں انفرادی طلبہ ذکر مل جائے، یا نہ ملے، فیضی کی طرف اس نسخہ کا اقتساب صحیح ہے، اور اسی وجہ سے ایٹھانک سوسائٹی کے نسخہ میں حمد قدیم ہی میں کسی نے اس کے سرورق پر فیضی کا نام لکھ دیا تھا، اور غالباً یہ منظوم ترجمہ حسن قلمی نسخہ سے پہلی مرتبہ چھاپ کر شائع کیا گیا ہے، اس پر بھی فیضی کا نام درج ہوگا، فقط

کیا عالمگیر کے عہد میں تاریخ نویسی قانوناً جرم تھی

عالمگیر کی فرد قرار داد جرم میں ایک یہ جرم بھی بیان کیا جاتا ہے، کہ اس نے اپنے مظالم کی پردہ پوشی کے لیے اپنے عہد میں تاریخ نویسی کو قانوناً ممنوع قرار دے دیا تھا۔ چنانچہ دور حاضر کے ایک ممتاز مؤرخ ڈاکٹر انشوری پرخا و صاحب ایم، اے ڈی لٹ، پروفیسر تاریخ الہ آباد یونیورسٹی اپنی تاریخ ہندوستان میں جو اکول کے اوپر کے درجوں کے لیے لکھی گئی ہے، عالمگیر کے جرم تصعب و تشدد میں ایک اس جرم کا بھی اضافہ کرتے ہیں اور لکھتے ہیں:-

”اورنگ زیب نے یہ بھی حکم دیا تھا کہ کوئی اس کے زمانے کے واقعات کا حال نہ لکھے“ مگر

”ایک ہم عصر سلطان مورخ محمد باشم خفیہ طور سے اس زمانہ کے حالات لکھتا رہا اس لیے وہ خانی خان کہلاتا ہے، اس کی کتاب منتخب اللباب سے اورنگ زیب کے زمانہ کا بہت کچھ حال معلوم ہوتا ہے۔“

چار سے ڈاکٹر صاحب نے یہ بیان غائبانہ اپنے پیش رو انگریز مورخین کی تقلید میں لکھا ہے، ہر حال اس دعویٰ کے یہ تین ٹکڑے ہیں

(۱) عالمگیر نے اپنے عہد میں تاریخ نویسی کی ممانعت کر دی،

(۲) محمد باشم خفیہ طور پر اس کے عہد میں اپنی تاریخ لکھتا رہا،

(۳) اسی خفیہ نویسی کی وجہ سے وہ خانی خان ”کہلایا“

واقعہ یہ ہے، کہ جب محمد باشم کی منتخب اللباب شائع ہوئی اور اس

خانی خان کے بیانیہ نسخے کے سرورق پر مصنف کا لقب خانی خان ”بی نظر آیا، تو

اسے تاریخ ہندوستان انشوری پرخا و ص ۲۰۲ مطبوعہ انڈین پریس الزابا دہلی

شیخ میرخوانی رج ۲ ص ۱۲-۱۶-۲۳-۲۵-۲۷-۲۸ وغیرہ) اور خواجہ کلان خوانی
کفایت خاں وغیرہ (ج ۲ ص ۱۹، ۲۰ وغیرہ)
اور محمد شام نے کہیں کہیں ان لوگوں سے اپنی رشتہ داری اور نسبت بھی بیان کی ہے،
خواجہ کلان خوانی کے ذیلیں لکھتا ہے۔

خواجہ کلان خوانی کہ نالوی عمر اور اقامی مشہد صالحہ دہلوی ہیں کہ ...
اور اسی طرح اپنے وطن خواف اور آبائے وطن کے متعلق عالمگیر اور شیخ میرخوانی کے تذکرہ کے
ایک سلسلہ میں لکھتا ہے۔

گوید بہ سبب چنان ماں فغانی کہ ہاں ارادت و عقیدت از شیخ میر بہ طور آمد،
پادشاہ قعدوان قانہ زاد پرورد نسبت ہم مردم خواف توجہ تمام ہم رسید آل قدر کہ
در عمدہ مذکوران عالمگیر پادشاہ مردم خواف کہ محقر ترین اکبر اسے خراسان است پیش آمدند در
تو نہ در سببی عمدے از باو شاملان سلف و نژادینچہ نظر نیامدہ و فی الحقیقت اگرچہ مردم
خواف نسبت بہ مردم خراسان در ظاہر درشت و پر در واقع خدہ اند اما اکثر در کار است
و درست اند و در طریقہ پاس بنک آقا از حلیہ ثابت قدماں می توان محسوب نمود۔
چنانچہ منتخب الباب کے بعد کی تاریخوں میں جن کا وہ ماخذ ہے، کتاب کے مؤلف کا
نام ہر جگہ خوانی خان ملتان ہے، مثلاً آثار الامراء و اب محصنام الدولہ، شاہ نواز خاں میں چند جگہ
اس کا نام آیا ہے، اور ہر جگہ یہی نام مذکور ہے،
دیباچہ میں ماخذوں کی فہرست میں ہے،
”لب لباب تالیف خوانی خان“
ج ۱ ص ۲۶۴ میں ہے۔

خوانی خان صاحب تالیف لب لباب ... آوروہ

اور اسی طرح ج ۱ ص ۴۵۱ میں ہے،

اما خوانی خان در تاریخ خود زبانی خواجہ مکارم جان شاد خاں ... آوروہ

اور پھر ۳ ص ۶۸۰ میں ہے

خوانی خاں صاحب تاریخ منتخب الباب ۔۔ نقل می کرو:

منتخب الباب کا تصنیف | باقی رہا منتخب الباب کو حمد عالمگیر کی تالیف
ان کتاب ہندوستان کی ایک عظیم الشان پونی ورثی کے پرفیسر تاریخ سے مدد و معجب دیگر
ہو، اگر تاریخ ہندوستان کی تالیف کے وقت منتخب الباب سامنے موجود تھی، تو اس
کتاب کا حوالہ دیتے وقت کم از کم کسی قریب مخطوطات ہی میں اس کو دیکھ لیا جاتا، تو یہ التباس
دور ہو جاتا، خیر قریب مخطوطات فارسی انڈیا آفس میں ہے۔

یہ ۱۲۳۰ھ سے پہلے مکمل نہیں ہوئی، اور مؤلف نے ۱۲۴۰ھ میں وفات پائی،

ورنہ منتخب الباب میں سنہ تالیف حویلی کے علاوہ کہ جس سے حمد عالمگیر کی وفات کے
دس برس بعد کی یہ تالیف ثابت ہوتی ہے، جاہر ہادیہ واضح قرآن موجود ہے، کہ اس کو حمد عالمگیری
کی تالیف قطعی سے بھی نہیں کہا جا سکتا، مثلاً عالمگیر کے حالات میں اکثر مواقع پر اس کو متحدہ بکائی
سے موصوف کیا گیا، اور اس کے برخلاف دیباچہ کے شروع ہی میں جہاں محمد شاہ کا تذکرہ آیا ہے، اس
کا نام فرمان رواٹے وقت کی حیثیت سے لکھا گیا ہے، دیباچہ میں ہے

”یاد کر حضرت محمد بن ابی بکر، بادشاہ جاہ، جوان تخت، فرازندہ تاج تخت، خیر برج

جہاں بانی، گوہر درج صاحب قرآن، بر خیز دولت، دھارہ تیرہ ری، الامام خضر ناصر الدین

محمد شاہ بادشاہ فاضل لغات، نہ ہزار صدی کہ یہ تالیف اس جلد پر ختم و دردت

دو صد سال قری ہر چارہ و وطنیت افزائے تخت ہندوستان پر صحت گشتہ اند،“

پھر تمام کتاب میں ہے،

”لغات شروع سہ چارہ یہ تحریر علی ازواج محمد شاہ بادشاہ پر ختم و دردت

تعالیٰ بدایہ، بخرط ہائے حیات و فانوں فرصت پنجہ اتفاق اند، یہ تحریر نیز ختم و دردت

دفعہ زندگانی و ختم و دردت

کتاب کے آغاز و اتمام کو آپ نے پڑھ لیا، کیا یہ حمد عالمگیری کی عبارت ہو، کہ یہ کہا جائے کہ۔
عالمگیر کا ایک ہم عصر سلطان موسیٰ محمد شامی نے خود طور سے اس زمانہ کے حالات لکھتا رہا، اور اس لیے وہ خلیفہ تھا
کہلاتا ہو۔

لیکن اگر اس موقع پر ہم اسے لائق موسیٰ محمد عالمگیری میں تاریخ نویسی کی مبالغہ کیا ایک ہم عصر سلطان
موسیٰ کے نام لقب سے ثابت کرنے کے بجائے اس سلطان موسیٰ کے بعض بیانات سے ثابت کرتے،
تو وہ اولاً اسی فاش تاریخی غلطیوں میں نہ پڑتے، بلکہ یہ ظاہر کسی مذہب و تفریق قیاس و واقعہ نظر آتا، وہ
دہی بیان ہو جس کی طرف ہم بھی اوپر اشارہ کر گئے ہیں، منتخب الباب کے دیا چھ میں ہو۔

اگرچہ خلاصہ سوانح نچاہ سال حمد کا پانچواں چھ ماہ بعد از آمدن آید، آپ دریا کوڑ
بیرون است خصوص احوال چل سال ادھر کہ محمد خان از سلطان ممنوع گشتہ رشتہ
میان نہ کشیدہ اند جو بیت ہے پایاں ۵۵

محمد شامی کا یہ ایک بیان تھا، جس سے حمد عالمگیری تاریخ کی تدوین کے قیام کا مکمل رکت
تھا، لیکن حقیقت اس بیان کو بھی اس الزام سے دور کیا ہو سکتا ہے کہ اس میں ایک بالکل حیدرگانہ
واقعہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہو

واقعہ یہ کہ سلاطین غلبہ کے دربار میں تاریخ نویسی کا ایک سرکاری محکمہ ہوتا تھا،
دربار کے چند اہل قلم تاریخ نویسی کی خدمت پر مامور تھے، وہ وزراء وادشاہ اور دربار
کے چھوٹے بڑے واقعات اور سلطنت کے حوادث و وقایع کو ترتیب سے لکھ کر کتاب

تاریخ نویسی کا
سرکاری محکمہ

کی شکل میں مرتب کرتے، اور پھر یہ کتاب فرما کر لے وقت کے سامنے پیش کی جاتی، وہ جہاں چاہتا اس
میں رد و بدل کر دیتا، چنانچہ توڑک باری، کہ نامہ، چالیس نامہ، اور شاہ جہاں نامہ وغیرہ ہی تمام کی تاریخ
ہیں، جو سلاطین غلبہ کی نگرانی میں ترتیب پاتی ہیں، اور خود عالمگیری کے ابتدائی محکمہ حکومت کے دس سالوں تک
ہر طریقہ رائج رہا، چنانچہ اس کے ابتدائی وہ سالہ حمد حکومت کی تاریخ عالمگیری نامہ ہو، جس کو شیخ محمد کاظم بن
محمد زین نے مرتب کیا ہو، اور وہ ایشیا ناک سوسائٹی سے شائع ہو چکی ہو، محمد کاظم اس کا مثنوی مرتب کرتا، اور
اس کو عالمگیر خود لا خطہ کرتا، اور پھر سال بہ سال یہ کتاب ترتیب پاتی جاتی تھی،

اسی بنا پر عالمگیر نامہ کے مقدمہ میں مصحح کتاب کا بیان حسب ذیل ہے :-

وچوں ہنگام حضرت اعلیٰ خاقانی بقیعہ شائے دانش خدا داد و وفات بلند ولادت
و دعوت جملہ انبیا و ائمانہ را در جنب حق و حقہ نہ نہادہ چہ نامیں آثر بطن مشیر
تو میر و شہنشاہ و جلالہ و بی وقعات وہ سالہ کم حقیقت شہم صادر شد کہ گذارندہ دہستان
مفاخر و مکام محمد کاظم معصوم کتاب بہ خطاب عالمگیر نامہ من بقائے را بقید کتاب
در تیار دہ۔ لہذا وہ ہم ہاں قدر گفتا و نمود۔ ۱۵۔

یہ وہ اس الزام کی اصل حقیقت غریب عالمگیر، اپنی خاکساری و فروغی سے اپنے مفاخر و مکام کی ہر دستان
گوئی کو مستشرقین کو بتا رہا ہے لیکن اس پر الزام یہ آتا ہے کہ اس نے اپنے حمد کے مظالم کی پردہ پوشی کے لیے ترقی تالیف
پر عام حکم اتنا جاری کر دیا، الیہ و تعالیٰ تو ظالم عالمگیر کو اپنے بدلے وہ سالہ جہاد کے انھما کے لیے جو باپ اور
بھائیوں کے ساتھ اس نے کیے، اپنے ابتدائی وہ سالہ تالیف کو خاکسار کرنا چاہیے تھا، نہ کہ آئندہ کے واقعات
کو جس میں مرثیوں کی جنگ کے سوا کوئی اور اہم باب نہیں،

ہر حال اگر حقیقت عالمگیر کے عہد میں تاریخ کا سلسلہ قہمی روک دیا گیا ہوتا تو کج بہت سی کتابیں
جو عہد عالمگیر میں ترتیب پائی ہیں، عالم وجود میں نہ آئی ہوتیں، ورنہ عالمگیر کے عہد میں پرچہ نویسی و تعمیر نگاری کا
جو نظام قائم تھا، اس سے ممکن نہ تھا، کہ مورخین اپنی کتابیں لکھتے اور پرچہ نویس ان سے بے خبر ہوتے چنانچہ
اس وقت یورپ اور ہندوستان وغیرہ کے مختلف کتب خانوں میں عہد عالمگیری کی بہ کثرت کتابیں
موجود ہیں، اور سب سے بظہر یہ کہ ان تالیفات میں نہ صرف مسلمان مورخین کی کتابیں ہیں، بلکہ اس عہد کے
ممتاز ہندو اہل قلم کی تصنیفات بھی ہیں

۱۔ عہد عالمگیری کی تاریخی تصنیفات کی ایک فہرست پیش کی جاتی
ہے، امید ہے کہ یہ فہرست ہمارے لائق موضوع کے تمام شکوک و شبہات کو دور
کر دے گی، اس سلسلہ میں پہلے مسلمان مورخین کی کتابیں درج کی جاتی ہیں،

اور پھر ہندو مورخین کی کتابیں درج کی جائیں گی مسلمان مورخین کی کتابیں حسب ذیل ہیں :-

۱۔ واقعات عالمگیری مصنفہ میرزاں، اس میں عالمگیر کی ولادت، شانہ و اہلی و بھارت

الشیخی سے شاہ جہاں کی وفات تک کے حالات ہیں ، اس کا ایک نسخہ کتب خانہ دار المصنفین

میں ہے۔
۲۔ عجیبہ غریبہ جو تہذیب عبرتیں یا عبرتیں بھی کہلاتی ہے ، مؤلفہ شہاب الدین طالش بن محمد علی احمدیہ کوچ بہار داتا سام کی فتح عالمگیری کی تاریخ ہے ، جو عہد عالمگیری کے ابتدائی سالوں میں پیش آئی ، زمانہ تالیف ۱۰۷۱ھ ہے ،
۳۔ واقعات عالمگیر مؤلفہ عاقل خاں راندی ، عالمگیری کے ابتدائی سالوں از ۱۰۷۱ھ تک کی تاریخ ہے ،

۴۔ تاریخ شاہ شجاعی مؤلفہ محمد مصوم حسن صالح ، شاہ شجاع کی جگہوں کے حال میں ہے زمانہ تالیف ۱۰۷۱ھ ہے ،

۵۔ آئینہ بخت مؤلفہ بختاوردخان ، کتاب کا آغاز تصنیف ۱۰۷۱ھ میں ہوا ، اس میں بابر سے شاہ جہاں کے مختصر حالات اور عہد عالمگیری کے ابتدائی وہ سالہ حکومت کے مفصل واقعات ہیں اور مصنف کے بیان کے مطابق علت غائی اس تالیف کی عالمگیری کے حالات ہیں ، یہ خود ام پور کے کتب خانہ میں موجود ہے اور اس کا مفصل تذکرہ معارف ج ۷۹ نمبر ۴ میں شائع ہو چکا ہے ، بختاوردخان نے ۱۰۷۱ھ میں وفات پائی ، اور عالمگیری نے خود تاج ترازہ پڑھائی تھی ، مآثر عالمگیری ۱۰۷۹ھ پر ۹۵۵ھ میں ہے ،

۶۔ مرآۃ العالم ، بختاوردخان کی ایک دوسری تالیف مرآۃ العالم کے نام سے برٹش میوزیم میں موجود ہے ، اس تصنیف کی تاریخ بھی آئینہ بخت ہے ، منشی احمد علی خاں صاحب تہذیب کتب خانہ رام پور کا خیال ہے ، کہ غالباً بختاوردخان نے ابتداً حضرت بابر سے عالمگیری تک کے حالات لکھے ، اور اس کا نام آئینہ بخت رکھا ، پھر اسی کو بھرت دیا ، اور اس کو مرآۃ العالم کے نام سے موسوم کیا۔ اور اس کا تاریخی نام آئینہ بخت بابتی رکھا ، لیکن انڈیا آفس کی فہرست مخطوطات کے مرتب نے اس تالیف مرآۃ العالم کو شیخ محمد بقا رسالہ ۱۰۷۱ھ کی تالیف قرار دیا ہے ، عجیب نہیں کہ شیخ محمد بقا پر صوف کی تصنیف مرآۃ جهان نام سے ہیں کا ذکر آئے آنا ہے ، اقتباس ہو گیا ہو ، مصداق اللہ

۱۔ فہرست مخطوطات برٹش میوزیم ۱۰۷۱ھ انڈیا آفس فہرست برٹش میوزیم

شاہ نواز خاں نے آثارالام میں بنجارہ خاں کا ذکر کیا ہے، اور اس کی تصنیف مرآۃ العالم کو اپنے
تلف میں شمار کیا ہے، مرآۃ العالم کا نسخہ دار المصنفین میں بھی موجود ہے۔

۷۔ مرآۃ جهان نما۔ یہ اسی شیخ محمد بقادر مولود سلسلہ متوفی ۱۱۹۵ھ کی تالیف ہے جس
میں عالمگیر کے وہ سالہ حکومت تک کی تاریخ ہے، اور سلسلہ میں مصنف کی وفات کے بعد اس
کے بھتیجے محمد رفیع (۱۱۹۵ھ) نے اس کو حمد عالمگیری ہی میں اڈٹ کیا، انڈیا آفس میں اس
کا ایک نسخہ موجود ہے،

۸۔ زمیتر التواریخ مؤلفہ عزیز الشہ، یہ تاریخ عام ہے، زمانہ تالیف ۱۱۸۶ھ ہو۔ برٹش
میوزیم میں موجود ہے،

۹۔ تنقیح الاخبار مؤلفہ لا محمد بھی حمد عالمگیری کی تالیف ہے، فیروز میر کے حمد ۱۲۵ھ
تک کی عام تاریخ ہے، حمد عالمگیر میں ۱۱۸۵ھ سے اس کی تالیف شروع ہوئی،

۱۰۔ اکواب عالمگیری۔ مؤلفہ نسی الممالک شیخ ابو الفتح قابل خاں، یہ کتاب حمد عالمگیری
کے سرکاری دستاویزات اور خطوط وغیرہ پر مشتمل ہے، ۱۱۱۵ھ میں یہ مجموعہ کتاب کی شکل میں مرتب
ہوا، اور اس کی تاریخ ”گل اذباغ جان“ سے تعیین کی گئی ہے، اس کا ایک قلمی نسخہ ہمارے
کتب خانہ دار المصنفین میں بھی موجود ہے،

۱۱۔ خلاصہ عالمگیر نامہ مؤلفہ قائم خاں، یہ اگرچہ عالمگیر کے ابتدائی وہ سالہ حمد کی تاریخ
ہو، لیکن اس دسویں سال کے بعد ترتیب پائی ہے، جب عالمگیر نے محمد کاظم کے عالمگیر نامہ کی
ترتیب روک دی تھی، یہ تاہم سہی کا خلاصہ ہے، اور پیش میوزیم کا نسخہ عالمگیر کے ۴۷ ویں سال
حکومت ۱۱۵۱ھ کا مکتوب ہے،

۱۲۔ وقائع نعمت خان عالی۔ اس میں عالمگیر کے حملہ، حیدر آباد ۱۱۹۷ھ کے چند
دنوں کے حالات قلم بند کیے گئے ہیں، جو اسی زمانہ میں لکھے گئے تھے، اس کا نسخہ عام طور پر
شائع ہے،

۱۳۔ جواہر التواریخ مؤلفہ سلمان قزوینی یہ از ابتدائے آفرینش تا عہد عالمگیر کے حالات

پر مشتمل ہے، لیکن بوڈلین لائبریری میں جو نسخہ ہے، وہ جانگیر کے عہد تک کے حالات میں ہی مگر مصنف نے دیا ہے جس عہد عالمگیر تک کی تاریخ کی ترتیب بتائی ہے، اور ترتیب نہرت نے اس کو عہد عالمگیر کی تصنیف قرار دیا ہے، کتاب میں عالمگیر کے نام کے ساتھ خلد اللہ علیہ السلام کے الفاظ بھی موجود ہیں، ۱۴۔ مجموعہ اقتباس تو ایسی مختلفہ۔ یہ بوڈلین لائبریری کا ایک نسخہ ہے، مصنف کا نام درج نہیں، لیکن زمانہ تالیف مشہور ہے، اس میں حسب ذیل تاریخوں کے خلاف ہیں، تاریخ سلاطین خلافت ترمین سلسلہ علویہ صفویہ متحمل بر حالات از ۱۰۰۰ تا ۱۰۰۰، تاریخ بعضہ از قوت تسمیہ طالع و ولادت و سو اسخ و واقعات و بناے مساجد و روحانات و انبیہ و عمارات و حیاض و باغات و تولد و عروسی و شادی و عالی کا مکار و متل بر حالات تا ۱۰۰۰، تاریخ سلطنت بادشاہ خلیجہ، تاریخ سلاطین سلسلہ علیہ صاحبقران امیر قیوم گودگانی، فتح نامہ کہ مولانا علی کل از برائے حسین نظام شاہ نوشت و تاریخ سلاطین سلسلہ علیہ قطب شاہیہ تا حالات مشہور۔ اب ذیل میں عہد عالمگیر کے چند ہندو مورخین کی کتابیں پیش ہیں :-

۱۵۔ قوت حیات عالمگیری مصنفہ سیر و اس قوم ناگزیر وطن بلدہ پٹن، اس میں عالمگیری کی تخت نشینی سے ۳۲ ویں سال حکومت ۱۰۰۰ تک کے حالات ہیں، یہ عہد عالمگیری کی تالیف ہے،

۱۶۔ فتح دل کشا مولفہ بیہم سین ولد رگھو نندن و اس، یہ عالمگیری کی کئی معرکہ کارائیوں کی رزمیہ تاریخ ہے جس میں عالمگیری کی فوج کشی سے شاہ عالم کی تخت نشینی تک کے حالات ہیں بیہم سین ۱۰۰۰ء میں پیدا ہوا، اور عالمگیری کی فوج سے وابستہ تھا، تاریخ کی ترتیب اگرچہ عالمگیری کی وفات کے دو سال بعد ۱۰۰۰ء میں اتمام کو پہنچی، لیکن اس کا بیشتر حصہ وہ عہد عالمگیری کے عہد حکومت میں جب وہ مختلف مقامات پر جاتا رہا ترتیب دیا ہے۔ (برٹش میوزیم)

۱۷۔ منتخب التواریخ مولفہ جگ جیون داس ولد منوہر داس، اس کا مصنف عالمگیری کے عہد حکومت میں ۱۰۰۰ء سے اس کا مواد فراہم کرتا رہا، لیکن ترتیب کا موقع نہیں ملا، یہاں تک

کہ سنہ ۱۱۸۷ میں اس کو مرتب کیا (پیش میوزیم)

۱۸۔ لب التواریخ ہند مؤلفہ رائے بنڈا بن پسر رائے بہراں، اس میں ہندوستان کے مسلمان فرمانا
شہاب الدین غوری (۱۱۹۱ء) کے عہد سے عالمگیر کے ۱۲۰۷ء میں سال حکومت سنہ ۱۱۸۷ء کے حالات
ہیں، عالمگیر کے عہد میں تالیف ہوئی، اور اس کا ایک نسخہ ہی عہد عالمگیر کے ۱۲۰۷ء میں سال حکومت
سنہ ۱۱۹۸ء کا لکھا ہوا انڈیا آفس میں موجود ہے،

اس کتاب کی نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ اس ہندو مصنف نے اپنی یہ تالیف خود عالمگیر کے
نام معنون کی ہے،

۱۹۔ خلاصۃ التواریخ مؤلفہ سجان رائے، بعض نسخوں میں سجان رائے یا بعض میں سوجن رائے
یہ بھی ہندوستان کی عاصم پایتخت ہے، اور عالمگیر کے عہد کے چالیس سال یعنی سنہ ۱۱۹۹ء تک کے حالات پر
ختم ہوتی ہے، اور اسی سال یعنی سنہ ۱۱۹۹ء میں اختتام کو پہنچی، اور عالمگیر کی خوش قسمتی سے اس ہندو
مصنف نے اپنی یہ تاریخی تالیف عالمگیر کے نام معنون کی ہے، اس کا ایک نسخہ کتب خانہ دارالمصنفین
میں بھی موجود ہے، اور اس میں مصنف کا نام سجان رائے تو طنز بالہ (یا ٹیالہ) ہے،

لیکن تاریخی حیثیت سے عہد عالمگیری کی ان تصنیفات سے زیادہ اس عہد کے مجموعہ کاتب
دفرین و حکام کو ہمیت حاصل ہے، یہ خطوط و احکام صبر و حمت و درایت و ہوشیاری اور روزانہ
جو حادثات پیش آئے، اور حوادث کے مختلف پہلوؤں میں جو حکمت عملی اختیار کی گئی، اور جو
سیاست برتی گئی، یہ خطوط و فرہین ان کا صحیح ترین مرقع ہیں، یہ اس عہد کے پوشیدہ سے پوشیدہ
رہل و مسائل کی وہ کہانیاں ہیں، جنہیں دور حاضر کی حکومتیں بھی انتہا احتیاط سے رکھتی ہیں،
اس لیے عالمگیری عہد کی تاریخ کا حقیقی آئینہ ہی بن سکتی ہیں، کیوں کہ خطوط و فرہین جب صادر
ہوئے تھے۔ اس وقت نہ ان کی اشاعت کا خیال تھا، اور نہ انہیں حوادث عالمگیری کے حق و
باطل میں فیصلہ کار قرار دینے کا خیال تھا،

لیکن عہد عالمگیری کے چند سال گزرنے کے بعد جب لوگوں کو ان کاتب و فرہین کی بڑی
کا خیال پیدا ہوا، تو عالمگیر نے اس میں کوئی مزاحمت نہیں کی، اور اسی عہد میں اس قسم کے مختلف
مجموعے تیار ہو گئے۔ اور ان خطوط میں صرف عالمگیر کے کاتب نہیں ہیں بلکہ اس عہد کی اہم شخصیات

شاہ جہاں، پادوران عالمگیر، شاہزادگان عالمگیر، سیداجی، جے سنگھ، اور مختلف سرکردہ
 اہل حکومت کے خطوط جمع کیے گئے،

انہی ہی طرح لوگوں نے عالمگیر کے سرکاری کاغذات کو استعمال کیا، اور ان سے فراہم
 کے مختلف مجموعے تیار کیے گئے، لیکن عالمگیر نے ان سرکاری کاغذات سے جمع و ترتیب کرنے
 میں منع نہیں کیا،

نیز خود عالمگیر نے اپنے سرکاری کاغذات کا مکمل و منظم و فرائم رکھا، جو اس عہد کی تاریخ میں
 نہایت اہمیت رکھتے تھے، چنانچہ اس وقت بھی انڈیا آفس میں عالمگیری عہد کے سرکاری
 کاغذات کا ریکارڈ موسموں، انجارات، دربار حلقی، موجود ہے، جس میں عالمگیر کے ۲۲ ویں سال
 حکومت تک کے جتنے جتنے کاغذات ہیں، اور ۲۲ ویں سال حکومت سے عہد آخر تک کی مکمل
 کڑیاں موجود ہیں،

اسی طرح عہد عالمگیری کے مکاتیب و فرامین کے بیشتر مجموعے مختلف مقامات پر آج بھی
 پائے جاتے ہیں، جن کے حوالے سرحد، نانہو سرکار اور ہائے دوست سید نجیب اشرف صاحب
 ندوی ایم، اے نے اپنی تالیف میں تفصیل درج کیے ہیں، ان مجموعوں کو نہ صرف مسلمان اہل قلم
 نے جمع کیا ہے، بلکہ ان میں متحدہ ہندو متین بھی شامل ہیں،

اس لیے عالمگیر پر یہ الزام لگانا کہ اس نے تاریخ نویسی کو قانوناً حرم قرار دیدیا تھا، عالمگیر
 پر ظلم ہے۔ جس کے بغیر خود اپنی تاریخ: انو پرکس قدر صریح ظلم ہے،

(مئی ۱۹۵۷ء)

”مہرانی کر کے آپسیری تانچ اور نگ زیب ہلڑ سوم متعلقات نمبر ۵ ص ۲۸۰ تا ۲۸۶ ملاحظہ کریں، جس میں ایسی فاری تار یوں کے رجبے درج ہیں، جو مسلمانوں کی لکھی ہوئی ہیں، ان میں سے بیشتر اور نگ زیب سے متعلق ہیں، اور ثابت کرتی ہیں، کہ شہنشاہ نے حکم دیا کہ ہندوؤں کے سب کے سب مندر لٹوڑ دیے جائیں اور اس نے اس کی مشق اپنی تختہ نشینی کا پہلے سے شروع کر دی تھی، مولانا شبلی نے اس کی کوئی وجہ نہیں لکھی کہ کپوں اور نگ زیب کے حمہ حکومت کی ایسی سرکاری تاریخ کو قابل یقین نہ سمجھا جائے، جس کو محمد ساقی نے شہنشاہ کے مقرب مہسار (مرید خاص) عنایت اللہ کی ہدایت کے مطابق سرکاری کاغذات کی مدد سے مرتب کیا ہو، اور جس میں بیان کیا گیا ہو، کہ

”سنہ ۱۸۵۷ء اقامتِ اسلام نظامِ ناطان کل صوبجات سمار شد کہ مر اس حجاب نے دینان دست خوش اندام سازند“ (ص ۸۱)۔

اس سے ثابت ہوتا ہو، کہ سولہ صدیوں میں یہ فرمان صادر ہوا کہ مندر سمار کیے جائیں اور سنسکرت کے سکول پر سے غلبہ سلطنت میں بند کر دیے جائیں، مثال اس امر کے قیوت میں جو کہ حکم اور نگ زیب کے بہت ہی آخر حمہ حکومت (ختم حمہ سنہ ۱۸۵۷ء) میں صادر ہوا، اور اس کی مثالیں میری کتاب میں موجود ہیں، جو مستند مؤرخین سے ماخوذ ہیں، اور سجد کے اندام کا کوئی واقعہ اور نگ زیب

کی تاریخ میں موجود نہیں۔

تحقیق طلب امور | ان دونوں مراسلوں میں حسب ذیل امور تنقیح طلب نکلتے ہیں۔
۱۔ مولانا شبلی مرحوم نے اپنے اس بیان کی تائید میں کوئی حوالہ نہیں دیا کہ مندر جو اب منہدم کیے گئے،

۲۔ اور نگ زیب نے اپنی خاہنراوی کے زمانہ سے مندروں کے سمار کرنے کی مشق شروع کی، پھر اپنے دور حکومت میں کل صوبوں میں مندروں کے اندام اور مندروں کے مددگار کے بند کرنے کا عزم فرمایا، اور ہی بنا پر عالمگیر کے زمانہ میں بہت سے مندر سمار

کیے گئے، جن کا ذکر مستند روایتیں نے کیا ہو، اور پھر اس بعد ذرا بعد سرکار نے اپنی تاریخ میں جمع کیا ہو،

۳۔ مولانا شبلی مرحوم نے ان موضوعین خصوصاً متحداتی کے اس بیان کے بادر نہ کرنے کے وجہ بتائے کہ سنیہ میں مندروں کے مسمار کرنے اور بد رسوں کے بند کرنے کا عام منہ مانا جاری ہوا،

اب ذیل میں سلسلہ وار معروضات پیش ہیں :-

مولانا شبلی مرحوم کا بیان | مولانا شبلی مرحوم کے تعلق یہ لکھنا صحیح نہیں کہ انھوں نے عالمگیر کے زمانہ میں مسجدوں کے مسمار کیے جانے اور مسلمانوں کے ہندو بنائے جانے کا ذکر کیا ہو، کہ اس نے اپنے عہد کی ان حرکتوں کے جواب میں مندروں کو مسمار کر دیا، بلکہ انھوں نے کسب کے عہد سے عالمگیر کے زمانہ تک کے ہندوؤں کے طرز عمل کا جائزہ لیا ہو، اور دکھایا ہو کہ

”اب ہندوؤں نے علاقہ مسلمانوں پر تعدی اور ظلم شروع کیا، ذبح یہاں تک پہنچی کہ ہندو مسلمان عورتوں سے بہرہ شادی کرتے تھے، ادران کو گھروں میں ڈال لیتے تھے، اس سے بڑھ کر یہ کہ مسجدوں کو زور گدنی عمارتوں میں داخل کتے تھے، شاہ جہاں نامہ عبدالحمید لاہوری جو شاہ جہاں کی شاہی تاریخ ہو اور غوث شاہ جہاں کے حکم سے لکھی گئی ہو، اس میں یہ واقعہ تفصیل سے لکھا ہو،“

جہاں جہ اس کی حجابت یہ ہو :-

دعویٰ ریاست حلال بہ حوالی گجرات پنجاب ریدھیج از سادات و مشائخ آل قصبہ متغافہ خودند کہ پرستے از کھانا بکا ہرگز آوازے مومنہ را در تصرف دارند چند سے از میان مساجد بہ تعدی و عمارات خود آورده جا برکن شیخ مجتبیٰ گجراتی کہ از بھی دانش بہرہ در است دار فلی مردم جدید الاسلام بود مقرر نصرت یافت تا بعد از ثبوت نسا و مسلمہ را از تصرف کفایت کرد و مساجد عمارات آن عا مین عدا سازد، اصطلاح حکم عمل آورده ہفتاد و سہ وجاہ یہ مومنہ از تصرف کفرہ

فجرہ آورد و اہر جا کہ مسجد سے دہ زیر عمارت ہندو در آمدہ بود، بعد از تحقیق آن
را فرزند خود سے ازاں جا بہ طریق جواز گرفتہ و دستور سابق بعد ساخت ،
پس ازاں کہ ایں باجرانہ ساجہ جلال رسیدہ یعنی تضافاً از صادر شدہ کہ بہ خود
قدیم ہر کہ سلمان شود مسلمہ را بہ عقد مجدد یاد کنند پس اندوہ و دفرمان مجھے
از سادات یاد دہی بہ پایتہ اسلام ، سیدہ زمانہ مسلمہ را بہ کالج جدید متصرف
گشتہ و حکم شد کہ در کل ممالک محروسہ ہر جا جنیں واقع شدہ باشند ، پس دستور
عمل نماید ، چنان چہ اناں بیاد از دست کلا برآمدہ و در کالج مسلمانان و راکندہ
و گروہہ از کفار بہ قبول دین میں از آتش و دینہ را آئی یافتہ
و بعد خانہ ہندم گردید و بجائے آن مساجد بنا یافتہ

کیا فاضل جہاں نامہ کی یہ عبارت مولانا شبلی مرحوم کے مدعا کے اثبات کے لیے کافی نہیں ہے؟
۲۔ اندنگ زیب کی شاہزادی کے زمانہ سے آخر و
حکومت ملک مندروں کے سما کیے جانے کے جو وقت
میش آئے ، ان کی حقیقت سمجھنے کے لیے ان اسباب
انہدام کی حقیقت کو ذہن نشین کرنے کی ضرورت ہے ، جو وقتاً فوقتاً پیش آتے
گئے ، اور ان کے نتیجہ میں ہندو ہندم کیے گئے :

الف۔ شاہ جہاں کے زمانہ میں ہندوؤں کی جو زیارتیں
ہوتی رہتی تھیں ، ان کا حوالہ مولانا شبلی مرحوم کی تحریر بالا
میں گزر چکا ، محمد صالح لاہوری نے عمل صالح معروف بہ شاہ
جہاں نامہ میں اس واقعہ کو زیادہ تفصیل سے بیان کیا ہے ،
وہ لکھتا ہے :-

جن ظاہر قصبہ گجرات پنجاب مغرب خیام دولت و اقبال شد ، چند سے از

سادات و مشائخ اُن قصبہ معروض واقفان عقیبہ سدرہ و رہبر ہشتنگر کہ بعض از
 کفرہ فخرہ زمان و کینز ان مسلمان را در تحت تصرف دارند و گویے بہر بہت خارج
 از دائرہ دین نیز از طور صمد اندانہ خود پائے میریں نمادہ، مساجد اداخل عمارات
 خود نمودہ اند، ہندگان حضرت تحقیق حقیقت ایں امر را بہ شیخ محمد گجراتی کہ دارو
 بگی و مسلمانان بدو مفوض بود مروج فرمودہ مقرر ساختند کہ بعض از نبوت ایں
 مقدمہ زمان و کینز را از دنیا گرفتہ مساجد از منازل ایں بے دینان جدا نمود
 حقیقت ہر ض مقدس رسانند، چون شیخ اُن قصبہ رسید، ہفتاد و میلہ و کینز کمر را
 از تصرف اُن مردہ و آں یاد آورده بہ مردم متدین پیمبر گار سپرد و چندین مسجد را
 از خانہائے ایشان فراز ساخت و بے سواد تے کہ نیست یہ مصحف مجید و تحفائے
 از دوسر نمودہ بود، بعد از انہات اور اگر دن زدند، آں گاہ امر اعلیٰ بصد دست
 کہ در سائر ولایت پنجاب ہر جا ایں صورت ہے معنی دو نمودہ با خدا مکتفلان
 ہما تشرعی و متصدیان خدمت عرفی شراط قص و محبس بجا آرد و مسلمات را از
 قبضہ تصرف و آدانی مساجد از خانہ کفار یاد آورده چہ قد مسلمانان در آورند،
 قریب چار صد ہند و بطیب خاطر قائل کلتین طیبین گشتہ از تہ دل مسلمانان خند
 و ہفت مسجد از کفرہ فخرہ بآردہ بہ ازگی عبادت گاہ اہل اسلام گردید، و بہت خانہ
 از بنی و بنیاد رکندہ خود بجائے آں مساجد و عمارت اس یافت ۱۱

یہ صورت حال شاہ جہاں کے زمانہ میں جو ہر طبقہ میں غیر متعصب حکمران مانا گیا ہو، قائم تھی، اور
 صرف کسی ایک قصبہ کا نہیں بلکہ پورے صوبہ پنجاب میں جا بہ جا اس کی مثالیں پائی گئیں، اور یہ
 ایک ایسے صوبہ کا حال تھا، جہاں مسلمان زیادہ تعداد میں آباد تھے، اور جو بہت ہی قریب بانہ
 میں دایہ حکومت رہ چکا تھا، اور ہندوستان کے شہنشاہ کو اکثر یہاں کی آبادیوں سے گذرنے
 کا اتفاق ہوتا رہتا تھا، اسی مناسبت سے ان صوبوں کے مسلمانوں کا حال تصور کیا جاسکتا ہو،
 جو دار الحکومت سے دور پڑتے تھے، اور جہاں مسلمانوں کی آبادی بھی زیادہ موجود نہ تھی، پھر

شاہ جہاں کے آخری حکمرانوں میں دارالحکومت کا دارنعدہ ہوا، جس کی حدود پرستی کوئی بھی ہوئی بات نہیں ہے، اس لیے ہندوؤں کے متشدد مذہبی گروہ کا جبروتندی اس زمانہ میں جس حد تک نہ بڑھ گیا ہو کوئی تعجب کی بات نہ ہوگی،

عالمگیر کے عہد میں مسلمانوں میں | ملک کے ایسے اہل میں عالمگیر تخت نشین ہوا، اس نے رعایا کے مختلف فرقوں کے مذہبی و سیاسی و معاشرتی حقوق کو اسی پھیلانے والے مرکز متعین کیے، اور ہر فرقہ کو کسی دوسرے پر ظلم کرنے سے ڈکا، لیکن ہندوؤں کے مذہبی گروہ کی طرف سے اس نوعیت کے واقعات اپنی شکل بدل کر اس کی شکل کے دور میں بھی پیش آئے، جیسے کہ شاہ جہاں کے زمانہ میں پیش آچکے تھے، اس لیے اس کو بھی اسلام کا ردائیاں حل میں لانی پڑیں، چنانچہ شاہ جہاں کے زمانہ میں اگر تعین یہ معلوم ہوا کہ مسلمان عورتوں کو ہندوؤں نے اپنے گھروں میں ڈال لیا، مسجدوں کو اپنے مکانات میں داخل کر لیا، اور قرآن مجید کے ساتھ سوادب سے پیش آئے، اور شاہ جہاں نے ان کے اسناد میں جوابی کا ردائیاں کیں، تو عالمگیر کے زمانہ میں ان واقعات نے یہ قالب اختیار کیا، کہ ہندوؤں کے مذہبی مقتدا مسلمان بچوں کو باٹ خالوں میں داخل کرنے، اور انہیں مختلف ترغیبیں دے کر دور دور سے بلانے لگے، اور ان کے پاٹ خالے اور مندر مسلمانوں میں کفر و شرک پھیلانے کا ایک ذریعہ بن گئے، اور یہ خطرہ سامنے آیا، کہ ہندوستان میں مسلمانوں کی نسل کی نسل اسلام کی آغوش سے نکل کر ہندوؤں میں جذب ہو جائے، اس لیے عالمگیر نے اس کا تدارک کیا، اور اسی کے تذکرہ میں وہ فرمان نافذ کیا، جس کو سرحد و ناتھ سرکار نے اپنے مکتوب میں نقل کیا ہے،

لیکن انہوں نے جو کہ سرحد و ناتھ نے صرف بیچ کی عبارت نقل کر دی، اور اس سے اوپر اور نیچے کی وہ عبارتیں چھوڑ دیں جن سے اس فرمان کا اصل منشا ظاہر ہوتا ہو، اور وہ واقعات علم میں آتے ہیں جو اوپر بیان کیے گئے، مگر عالمگیری کی وہ پوری عبارت ذیل میں پیش ہے،

بعض خداوندین پرورد سید کہ در صوبہ ٹھٹھ و ملتان خصوص بنارس و جہان

بطالت نشان در مدایع مرقبہ تدبیر کتب باطلہ بتعالی دانند و راغبان طالبان

از ہندو مسلمانان سافہتائے بعیدہ نے نوہ جہت تحصیل علوم شوم، زنداں جہاں

میں مندریں کے اندام کی حقیقت سمجھنے کے لیے یہ ذہن نشین رکھنا بھی ضروری ہو کہ اس زمانہ میں یہ کچھ دستور سلہو گیا تھا، کہ لڑائیوں کے موقع پر دشمن کی عبادت گاہیں ڈھائی جاتی تھیں، جہاں چہ ہندو اگر کسی مسلمان حکمران پر فتح مند ہوتے، تو مسجدوں اور مصحفوں کی بے حرمتی کرتے، اور انہیں پر باد کر دیتے تھے، اور مسلمان عورتوں کی عصمت تک محفوظ نہ رکھتے تھے، فیروز شاہ کے زمانہ میں قزرت حسن کا مکوم عبر پرستولی ہو گیا تھا، ایک ہندو سرکش کن اس پر چڑھ دوڑا، اور عبر میں اس نے جو تباہی پھیلائی، شمس سراچ عقیقت نے اپنی تاریخ میں اہل کو درج کیا ہو، لکھا ہے:-

”کن مفد کردہ والی عبری با خدا با محبت انوہ دپلان با غلوہ و مہر۔“

ورما دوقرت حسن کا نکوراندہ گرفتہ، عہد انگلتن گشتہ ہنرمعبر و درگرفتہ۔

ہر تمام مہر کہ ہنرمسلطانان ہند در خراب گردانیدہ بلکہ حوروات مسلمانان ہند

ہند در گرفتہ خدمہ در ہنرمعبر کن اقامت کردہ۔“

اسی طرح اگر مسلمان حکمران کو کسی باغی ہندو باوی پر فتح ہوتی، تو وہ مفتوحہ علاقہ کے مندوب پر حملے کرتے تھے یاں تباہ کر کوئی ہندو دراکہ کسی مالی کی مدد کے لیے کسی دوسرے مسلمان حکمران کے مقابلہ میں آتا، تو بھی وہ مفتوحہ علاقہ کی مسجدوں و مصحفوں کی بے حرمتی سے باز نہ آتا تھا، جہاں چہ شہسہ علی عادل شاہ دکنی نے رام راج والی جیا بکر کو نظام شاہ کے مقابلہ میں اپنی مدد کے لیے بلایا تو رام راج کی فوج کے ہاتھوں خود علی عادل شاہ کے ملک کی مسجدیں اور مصاحف بے حرمتی سے تہ تیغ کیں، اور دونوں مذکورہ آتش ہوئیں، حالانکہ علی عادل شاہ نے معمول کے مطابق بے حرمتی کے حادثے میں آنے کے خواہ سے پہلے ہی وعدہ لے لیا تھا کہ کسی موقع پر مساجد و مصاحف کی بے حرمتی نہ کی جائے گی، لیکن موقع کے وقت رام راج اپنے عہد پر قائم نہ رہ سکا جہاں چہ مرقوم ہو کہ

”کفار جیا بکر... دست پیدا در آکر وہ... مساجد و مصاحف سوختہ۔“

اکبر اور جہانگیر کے عہد میں اسلامی معاہدہ و شعائر کی بے حرمتی کا نقشہ دوسری تاریخوں سے

قطع نظر کر کے مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی میں جاہ نظر فرمائیے، اور اس سے مغللوں کے اس دور میں اسلامی معابد کے ساتھ کس قسم کا زیادہ جاری تھا، ... نہ کیا جاسکتا ہو، مثلاً ایک جگہ فرماتے ہیں:-

کفار ہندو بہ سختی ہم مساجد میں تھامید و دریاں پانی لہر بہہ اسے خودی سازند۔
 ... - کفار ہندو ہم کفر کا نام نہ دے سکتا تھا اور جو اسے اکثر احکام اسلام عاجزانہ

ایک دوسرے موقع پر فرماتے ہیں:-

غیر اسلام نزدیک بہ ایک قرن پہلے قرار دیا ہے کہ اہل کفر و بدعت کے احکام کفریہ بڑا دریا اسلام پر نہی نہی شونہ، یہی تھا کہ احکام اسلامیہ، بالکل زائل گرد نہ وائے از مسلمانان و مسلمانی پیدا نہ شود کا دساتا تا آج ہر حد رسانیدہ اند کہ اگر سلطان از شعار اسلام انکار نماید قتل ہی رسید۔

اسی ہی زمانہ کے بعد عالمگیر کی شاہزادگی کا زمانہ شروع ہوتا ہو، جس کے تعلق سے مجدد و ناظم سرکار فرماتے ہیں کہ اس نے شاہزادگی کے زمانہ سے مندروں کے انہدام کی مشق شروع کر دی تھی لیکن جو واقعات اور نقل کیے گئے، ان سے اندازہ ہوتا ہو، کہ اس زمانہ میں عبادت گاہوں کے احترام کے متعلق جو متحارب قوموں کا سلوک ایک دوسرے کے ساتھ کس طور و طریق پر قائم تھا، ایسے ہی ماحول میں عالمگیر کی شاہزادگی کا زمانہ گزرا، اور پھر وہ تختہ نشین ہوا، اس لیے عام طریق کے مطابق اس کے زمانہ میں بھی بنگاؤں کے انہدام میں بہت خاص نہ ہو کہ یہ کیسے گئے، کیوں کہ عالمگیر اپنی مطیع رعایا کی عبادت گاہوں کی حفاظت عائد تھی، نہ کہ باغیوں اور سرکشوں کی جب باغیوں کے جرم کی سزا میں ان کی جانوں کی قیمت باقی نہ تھی، تو ان کی عبادت گاہوں کا کیوں احترام ہوتا، اگر انہیں اپنی عبادت گاہوں کو بچاؤ تھا، تو اطاعت کا یہ جھکاؤ نہ رہتے۔

عالمگیر کے عہد میں مندروں کے انہدام کا واقعہ اس لیے جب عالمگیر کے عہد میں بنگاؤں سرکشیوں، اور شور و شراب کے حالات

پیش آئے ، تو اس احمد کے علم طریق کے مطابق مندروں کے انہدام کے واقعات کا پیش آنا بھی ضروری تھا ، سرحد و ناتھ سرکار نے اپنی تاریخ میں مندروں کی مسماری کے جو واقعات کیے جا چکے ہیں ، اگر ان سب کو اتقصاد کے ساتھ دیکھا جائے ، تو وہ کسی نہ کسی بغاوت ، سرکشی ، اور فساد کے نتیجے میں ثابت ہوں گے ، مثلاً سرموصوف نے سب سے پہلے اورنگ زیب کی شاہزادی کی دمشق ، دکھانے کے لیے مرات احمدی کے حوالہ سے جنتا من مندر کے مسمار کیے جانے کا ذکر کیا ہے ، جو سرش پور میں واقع تھا ، اور سینا داس جوہری کا تعمیر کردہ تھا ، اب یہ دیکھا جاتا ہے ، کہ اورنگ زیب ۵۵۸ھ میں گجرات کا والی بن کر واپس گیا ، اور ۵۵۸ھ میں ایک دوسرے اہم منصب پر بھیج دیا گیا ، عبدالحمید لاہوری اور صاحب مرآۃ احمدی لکھتے ہیں ، کہ گجرات میں اورنگ زیب کا یہ پورا زمانہ یہاں کے سرکشوں کو زیر کرنے میں گزرا اور اس کے اہتمام میں اس کو مزید فوج رکھنی پڑی ، غیر معمولی انہماک سے اس نے سرکشوں کو زیر کیا ، اور شنشاہ سے خراج تحسین وصول کیا ، اس لیے قدرت ہی سمجھا جائے گا ، کہ اس مندر کی بربادی بھی ان ہی بغاوتوں کے زیر اثر عمل میں آئی ، بلکہ اس موقع پر نہ صرف ایک مندر بلکہ کئی مندر مسمار کیے گئے ، جیسا کہ مرآۃ احمدی میں عالمگیر کے فرمان مودۃ ۳۲ جمادی الاول ۱۰۳۵ھ جلوس مطابق ۲۹ نومبر ۱۶۲۵ء سے آنکارا آئے ، لیکن سرموصوف نے اس فرمان کو علیحدہ حیثیت سے جگہ دیا ہے ، اور بت خافوں کے انہدام کے واقعات میں اضافہ کیا ہے ، حالانکہ اس فرمان میں گجرات کے باغیوں کے ان ہی مندروں کا ذکر ہے ، جو گجرات کی صوبہ داری کے زمانہ میں اس نے مسمار کرائے تھے ، اور جن کو وہاں کے باشندوں نے دوبارہ تعمیر کر کے پوجا شروع کر رکھی تھی ، عالمگیر نے اس فرمان کے ذریعہ ان ہی مندروں کو دوبارہ مسمار کرایا ، چنانچہ

مذکورہ ہے :-

دہم جنیں بیٹھے از راکنان محال مرقوم بت خانہ را کہ پیش از جلوس والا

۱۰۳۵ھ تاریخ اورنگ زیب ج ۲ ص ۲۸۰ ، ۵۵۸ھ بادشاہ ۵۸۸ھ لاہ عبدالحمید ج ۲ ص ۱۱۱ و ۵۱۰ و مرآۃ احمدی ص ۲۳۲ ، ۵۵۳ مرآۃ احمدی ص ۲۴۳ و ۲۴۵ ، ۵۵۸ تاریخ اورنگ زیب ج ۲ ص ۱۱۱

دیوسر افران جو بنارس سے متعلق ہو، رائل ایشیاٹک سوسائٹی بنگال کے جرنل میں چھپ چکا ہو، اور اب بھی بہ کثرت پڑھنے والے ہندو معاہدے میں موجود ہیں،

اسلامی حکومت کے حدود میں بہت خانے۔

راج (مندرعل کے اندام کے سلسلہ میں تیسری بات یہ یاد رکھنے کی ہو، کہ ہلالی قانون کے رو سے اسلامی حکومت کے حدود میں جہاں کسی نئے بت خانہ کی تعمیر قانوناً ممنوع ہو وہاں صلح و امن کے قیام کے بعد عایا کے عقائد سے تعرض کرنا بھی اسلام کے قانون کے خلاف ہو، اور انھیں اپنے گھروں میں یا پہلے سے چنے ہوئے معبود میں اپنے طریق عبادت کرنے کی پوری آزادی حاصل ہو، اور غیر مسلموں کی جو عبادت گاہیں اسلامی فتح سے پہلے کی تعمیر کی ہوئی ہوں، ان کو ان کے حال پر باقی رکھنا اور ان عبادت گاہوں کے مخالفوں کے ہاتھوں سے ان کا بچانا، ہلالی حکومت کے فرائض میں داخل ہو، اسلام کے دورِ اہل میں عہد فاروقی میں شام و عراق کی فتوحات میں اس کی بہ کثرت مثالیں دیکھی جاسکتی ہیں، اور خود ہندوستان میں سندھ و ملتان کی عربی نکتوں کے عہد میں پورے احترام میں یہ معاہدہ قائم رہا،

اسی کے ساتھ دوسری طرف کسی اسلامی حکومت میں اگر کسی غیر مسلم کی کوئی نئی عبادت گاہ بنیہر اجازت تعمیر ہوگی تو اسلامی قانون کے مطابق وہ منہدم کر دی جائے گی، کیوں کہ حقوق اسلامی حکومت کو قبول کر لیں گی، انھیں اسلامی قانون کے مطابق ہی مسلمان حکمران سے اپنے تعلقات قائم کرنے ہوں گے، اور قوانین کی پابندی کرنی ہوگی، اسی بنا پر عالمگیر کے عہد میں بھی بعض ایسے مندر ڈھا دیے گئے، جو اس قانون کی زد میں آگئے تھے، جہاں چہ عالمگیر کے عہد میں جو بہت خانے مسمار کیے گئے، ان میں سے اکثر موقعوں پر ان کے نوادرات کو ہونے کی تصریح موجود ہو، اور اس قانون اسلامی پر عمل درآمد صرف بدنام عالمگیر کے عہد ہی میں نہ تھا، بلکہ شاہ جہاں تک کے عہد میں موجود تھا، جس کے متعلق ہمارے غیر مسلم مؤرخین بھی حسن ظن رکھتے ہیں، چنانچہ منتخب الباب خوانی خان ہیں سلسلہ کے واقعات کے ضمن میں مذکور ہو :-

از دا قعہ صیہ بہا بنیض رسید کہ نہاد در شش بت خانہ نوادرات مسمار و مصالح بنام ساجد شہ

عالمگیر کے عہد میں برانے | پھر بھی ذکر کیے جانے کے لائق ہو کہ عالمگیر کے عہد میں
مندروں کا احترام | اگر ایک طرف محض نئے مندروں کو دھائے گئے مگر دوسری
طرف اس نے پرانے مندروں اور ان کے پرانے پتوں

کے حقوق کی حفاظت کے بھی فرماں جاری کیے، جہاں جہاں جادوی الکاتریس ۱۷۹۱ء کو بنائے
گئے، ان پر انیس کے نام اس نے ایک فرمان جاری کیا تھا، جس کی عکسی تصویر کا عریضہ (کلیکٹڈ) ^{۱۷۹۱}
شائع ہوئی تھی، نیز نزل ڈی سی فلٹ نے بھی انگلستان سے اس کو شائع کیا، اور اس کا
ذکر سروسوں نے بھی اپنی تاریخ میں کیا ہے، اس فرمان میں وہ تصریح لکھتا ہے۔

خرمیت غرائف قدس خلائق کے حلاق گئے مند نہیں بنائے جاسکتے مگر بننے نہ دے
کو ڈھائی نہیں جاسکتا، ہائے گوش گزار یہ خبر ہوئی ہے کہ بعض حال اندازہ جہر و تدا

تھہر ہندس، اہل اس کے آس پاس کے دوسرے مقامات کے ہندوؤں اور
برہمنوں کے جو قدیم پتوں کے پر وہت ہیں، کشادہ کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ برہمنوں
کو ان کی پڑوسی سے الگ کر دیں، جس کا نتیجہ اس کے سوا کچھ نہیں ہو سکتا،
کہ یہ پاپ سے پریشان ہو کر صلیب میں مبتلا ہو جائیں، اس لیے تم ابراہیم کو حکم
دیا جاتا ہے، کہ اس فرمان کے پر نہ چنچے ہی ایسا نظام کر دو کہ کوئی شخص تھا ہے
علاقہ سکھ پٹنوں اور دوسرے ہندوؤں کے ساتھ کسی قسم کی زیادتی نہ کرے،
امکان کی تنویر کا باعث نہ ہو، تاکہ یہ جامعہ بہ دستور سابق اپنی اپنی جگہ
پر اور اپنے منصبوں پر قائم رہ کر اطمینان قلب کے ساتھ ہماری دولت خداداد
کے حق میں مصروف دعا ہے، اس باب میں تاکید فرمے جاوے۔

جس عالمگیر کے قلم سے یہ فرمان صادر ہوا ہے، اس کے متعلق یہ یاد رکھنا اکتفا کرنا چاہیے،
کہ اس نے تمام ناطوں کو علی الاطلاق حکم دے دیا، کہ سب مندروں کو دھائیے جائیں، اور ان کے
کے سب مندروں سے بند کر دیے جائیں،

مولانا شبلی کا شکوہ | ۳۔ سرحد و ناقد سرکار فرماتے ہیں، کہ مولانا شبلی نے اس کی کوئی وجہ نہیں لکھی، کہ کیوں اورنگ زیب کے عہد کی ایسی سرکاری تاریخ کو قابل یقین نہ سمجھا جائے، مولانا شبلی مرحوم نے

تو خود اعتراف کیا ہی، کہ عالمگیر نامہ کا مسودہ خود عالمگیر کو دکھایا جاتا تھا، اور سائبر عالمگیری متعلق ساقی کی تصنیف ہو، چوں عالمگیر کا عہد دار تھا، اور دوس برس اول کے حالات اس نے صرف عالمگیر کے عہد سے لکھے ہیں، اور اسی کو مختصر کر دیا ہو، البتہ مولانا مرحوم کو اس مورخ سے یہ شکوہ ضرور ہو، کہ اس نے ۹۸۰ھ کے اس زیر بحث فرمان کو جس میں ناطوں کو مندوں کے ڈھانے کا حکم دیا گیا ہو، ایسے عوامی احکامات میں لکھا ہو، کہ بظاہر دھوکا دہتا ہو، کہ عوامیت کے ساتھ پوری سلطنت مغلیہ کے ہندوؤں کو مدد رسوں اور مندروں کو ڈھانے کا حکم دیا گیا، اگرچہ اس مورخ کی لکھی ہوئی جہارت کے ٹپھنے کے بعد یہ شکاک ہو جاتا ہو کہ مگر وجہ سے یہ حکم دیا گیا تھا اور اس کی کیا غرض تھی۔

اب سرحد و ناقد سرکار جیسے فاضل روزگار مورخ کے مکتوب بالا میں بیچ سے اسی جہارت کو نبوت میں پیش کرتے دیکھ کر یہ کہہ سکتا ہو کہ اس مورخ سے مولانا نے مرحوم کا یہ شکوہ، شکوہ بجا تھا، (ستمبر ۱۳۲۳ھ)

تکملہ بحث | مذکورہ بالا مقالہ کے شائع ہونے کے تقریباً چار سال کے بعد آل انڈیا مہتری کانگریس کے سالانہ اجلاس میں جن مورخین کی طرف اس سے موضوع کا ذکر دوبارہ چھیڑا

گیا اور معارف ماہ فروری ۱۳۲۴ء کے خذرات میں راقم سطور نے اس پر تبصرہ کیا، مناسب ہو کہ اس مقالہ کے نگار کے ذریعہ ان کو بھی ذیل میں پیش کر دیا جائے، اس میں لکھا گیا ہے۔

پچھلے دہائی کے جناب میں، انڈیا مہتری کانگریس کا سالانہ اجلاس ٹیٹن میں منعقد ہوا جس کی سرزیریں مظاہرینوں کے ہونے کی وجہ سے اس وقت تک لالہ زار تھی، ضرورت تھی کہ اس مناسبت سے اس میں آئیے کے ایسے مناظر و مناظر ہوتے۔ ایک دوسرے سے نفرت کرنے والوں کو باہم ملاتے، اور وہ تباہی کے آئینہ میں اپنے اساف کی صورتیں دیکھ سکتے کہ وہ کیسی شیر و شکر کی زندگی گزار چکے ہیں اور اس دہائی میں اچھے ٹیڈیوں کی طرح مل جل کر رہ چکے ہیں، لیکن افسوس کہ اس اجلاس میں نہ

صرف زندگی کے ان اعلیٰ اخلاقی تصورات کو فراموش رکھا گیا، بلکہ ایک سے زیادہ مقربین اس موقع پر بھی اسی بدنام عالمگیر کی ہندو کشی و شکاری کے پامال افسانہ کو دہرائے بغیر زندہ کے،

اور چند سال کے اندلانات کی یاد تازہ کرنے کا سہرا عالمگیر کے قدیم **عالمگیر کے قدیم محسن** | محسن سرحد و ناتھ سرکار کے سر پر، ناظرین کو یاد ہو گا کہ سنگم میں حکومت

بنگال کے حکمران تعلیم نے تاریخ کی درسی کتابوں کی چھان بین کا دواہ کیا تھا، اس سلسلہ میں عالمگیر کے دور میں مندروں کے انہدام کی پادریہ داستان بھی زیر بحث آئی تھی، اور ڈاکٹر حکمران تعلیم نے اس موضوع کے ماہر سر موصوف کی طرف رجوع کیا تھا، موصوف نے جواب میں محمد ساقی کی تاخیر عالمگیری کی ایک عبارت اخذ کر کے دکھایا تھا، کہ عالمگیر نے ۱۰۷۰ھ میں ملک کے سب صوبوں میں مندروں کے ڈھانچے کا حکم علی الاطلاق بھیجا تھا، حکومت بنگال نے اس مراسلہ کو دارالمصنفین میں بھیجا تھا، اور قائم سطور کو اس کا جوابی مراسلہ بھیجے کا موقع ملا تھا، جس میں تاخیر عالمگیری سے اس موقع کی پوری عبارت اخذ کر کے دکھایا گیا تھا کہ سر موصوف نے بیچ کی ایک عبارت کو لے کر اپنا دوا ثابت کرنا چاہا اور مولانا دراصل اس فرمان کا تعلق ٹھٹھ لٹان، اور خصوصاً بنارس کے چند ایسے مندروں سے ہے جو اس زمانہ میں فتنہ و فساد کا مرکز نہ ہوئے تھے، اور جن میں مسلمان بچوں کو لے جا کر پستی کی تعلیم دی جاتی تھی۔ نہ یہ کہ وہ کوئی علی الاطلاق عالمگیری فرمان تھا، یہ مراسلات مقالہ کی صورت میں سادہ ماہ تعمیر ۱۰۷۰ھ میں شائع کر دیے گئے تھے،

مہتری کانگریس کے اجلاس ٹرنہ میں ڈاکٹر پرماتما سرین نے پرنسپل سرحد و ناتھ سرکار کے **دعویٰ ہے رجوع** | دیباچہ ریڈر (موزنہ جو ریاستہ میں ہندوستان کی تاریخ میں اور وسطی کے عنوان سے شائع ہوا ہے، اس میں عالمگیر کی رجوع ہے۔

و تنزل پذیر سیاسی حکمت عملی، اور ہندوؤں کے ساتھ اس کی انتہائی غفلت شعاری کو دل کو ل۔ بیان کرنے کے بعد ارشاد ہوتا ہے:۔

دوسری یہ بات علمی علم میں لے آئی جو کہ بعض اہل قلم کی طرف سے، چند حقیقتیں بھی روشن

ہیں ان کی ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ پرنسپل اہم مرکز جیسے بنارس کے مندوب تھے، ہندوؤں

کی طرف سے مذہب و مذہبوں کے اڈوں کے طور پر فعال کیے جاتے تھے، اور ان حالات

شہنشاہ نے ہمتاں میں علی، اقدم کیا اور اس کو اب اس کے تعصب کی شہادت میں پیش کیا جائیگا،

لیکن یہ بات فراموش نہیں کی جا سکتی کہ ان مندروں کے بے رحمانہ اندام کی کوئی تھوڑی مشکل سے کی جا سکتی ہے جن کو شہنشاہ نے شاہزادگی ہی کے زمانہ میں ڈھایا تھا، اور اسی طرح قلعوں، قسَم کے تعزیری اقدامات وہ مندروں کے خلاف کرتا رہا، اور پھر کیا یہ سوال نہیں کیا جا سکتا کہ یہ ضروری اور ترس و رانش مندی تھا کہ آدمیوں کے ایک گروہ کے حصیہ کی مزان مقدس آثار پر تاراجی جائے، جو پورے ملک کی ایک عظیم اکثریت کی عقیدت و ارادہ گاہ تھے، کیا ہندوؤں کے مذہبی احساسات کو مجروح کیے بغیر ان پر جبریت ہوگی

کو کسی اور طرح تبدیل نہیں لایا جا سکتا تھا۔

نوشی کی بات پر کہ اس سچ پر سب سے جلد و ناقد سرکار کے اس دعویٰ سے تو رجوع کر لیا گیا جو انھوں نے مسلمانوں کے اس زمانہ کو اپنے ملک کے مندروں کے اندام کے لیے حکم عری کے طور پر قرار دے دیا تھا، پھر اگر عظیم اکثریت کے افراد ان عمارتوں کی تقدیس کو قرار دے کر کہنا چاہتے تو ان مجرموں کو اجازت نہ دینے کہ وہ ان کو مٹا سکا مگر کوئی ایسے موقع پر اس زمانہ میں جس کی بھی حکومت ہوتی، وہ ایسے مرکوز کو اس زمانہ کی عام روش کے مطابق بے باک کرنے کی کوشش کرتا اس معاملہ میں عالمگیر کے پیش رو حکمرانوں اور عالمگیر کے حوزہ علم پر کوئی فرق نہ تھا، کہ عالمگیر کو خاص طور پر بطون کیا جائے،

شاہزادگی کے زمانہ کے اندامات | عالمگیری شاہزادگی کے انداموں کو ایک سے زیادہ مرتبہ نمایاں کیا جا چکا ہے۔ اگر کتنے مہین نہیں سوچتے کہ اگر کسی مذہب حکومت کے لیے داغ ہو تو اس کے مدد پر شاہ جہاں کا دہس داغ وار ہو جائیگا، عالمگیر نے

شاہزادگی کے زمانہ میں گجرات نے مندر ڈھائے تھے، ان میں سے ہر واقعہ کی تحلیل کی جا چکی ہے اس کی تہیں کوئی نہ کوئی بغاوت، شورش اور کشتی بانی تھی، آخر وہ کن کی وضع مثال بھی تو ہوئی ہو، عالمگیر نے ان ۲۲ سالہ بانی کی، وکن قدیم ہند کی تہذیب، کلچر اور تعمیر کا گواہ ہے، اگر تعصب کی وہ آگ جس کی تپش ہمارے زمانہ کے مومنین اب تک محسوس کرتے ہیں عالمگیر کے دل میں دھنسی لگتی ہوئی تو بچ دکن، یہ بچہ بڑا تہذیب و تمدن کے آئینہ کار نشان باقی نہ رہتا، وہاں کی ہاکی

پرانی عبادت گاہیں جو کج ہندو تعمیر کی جاتی ہیں، صنفِ ہستی سے مراد چکی پوتیں، لیکن معلوم ہو کہ عالمگیر نے دکن کے ۲۵ سالہ دورِ حکومت میں کبھی کسی مندر کو ہاتھ نہیں لگایا، رعایا پر امن رہی وہ بھی اس سے حکومت کرتا رہا، معارف کے مذکورہ بالا مقالہ میں ان امور کی تفصیل بیان کی گئی ہے،

ہندو مسلم رشتہ اتحاد کا ایک انمول موتی | اس صوبہ میں جہاں سہری کانگریسی کا تازہ اجلاس منعقد ہوا، دور دور سے آئے ہوئے مورخین صوبہ کے ایک عظیم الشان مجسمہ ہندو مسلم رشتہ اتحاد کو درخشاں کرنے والے ایک انمول موتی کی زیارت بھی کر گئے

تھے جو اسی بدنام عالمگیر کے ہاتھوں وہاں دو بیت دکھایا ہو اور جس کو بودھ گیار مندر کا پرہیت عقیدت کے ساتھ سینے سے لگائے ہو، اس میں ایشیائی مسجد کی، مندر جاگیر جو لاکھوں لاکھ کی مالیت ہو، اور جس سے آج لاکھوں لاکھ جائزی خاندہ اٹھائے ہیں، اسی عالمگیر کے ہاتھوں رہیں منت ہو، اس کا ذکر معارف کے اس مقالہ میں بھی آیا ہو،

حقیقت کی ایک کرن | بہر حال غرضی کی بات ہو کہ عالمگیر کے کارناموں کو گھٹا ٹوپ اندھ دھارسی میں چھپانے کی ہزاروں کوششوں کے باوجود حقیقت کی کرن کبیر کیس چمکنے لگی ہو، دہر حاضر کے مورخین کے خیالات کی رو میں اس روشنی کی لگی سی جھلک دکھائی دینے لگی ہو، شاید جب تلخوں کی یاد کا زمانہ گزر جائے تو تاریکیوں کے پردے پورے طور پر ہٹ جائیں، ڈاکٹر پرماتما سرن وصوف نے ان عجیب جوڑوں اور کتبہ چینیوں کے باوجود اس مقالہ کے آخر میں کچھ استرافات بھی کیے ہیں، وہ تائید کے مستحق ہیں، فرماتے ہیں :-

دہر حاضر میں یہ دکھانے کی کوششیں کی گئی ہیں کہ اندھ دھارسی مذہب ہندوؤں کے حق میں نہایت اعتدال پر تھا، ایسے فرہین کی ایک خاصی نادر و منظر عام پر لائی گئی جس میں تلخوں نے ہندوؤں کو عطیہ دیے، اور مندروں پر جاگیریں وقف کی ہیں۔۔۔ قدیم یورپی اڈان کا اتباع کرنے والے ہندوستانی مومنین کے وہ نقوش و ناخرات نا پسندیدہ ہیں جو انھوں نے اورنگ زیب کے عہدِ حکومت کے تعلق پیدا کیے ہیں، اورنگ زیب کی تاریخ پر ان فرما

کی اساحت سے بعد روشنی پڑتی ہو، اس سے عقلی طور پر نہ صرف ان پوری ہوشیوں کے
سید اکروہ تاثرات کی اصلاح ہوتی ہو، بلکہ یہ بھی امکان ہوتا ہو کہ عالمگیر لوگوں کے ساتھ
اپنے زمانہ کے طرز عمل اور نظم و نسق میں ایک شرف اور دوسروں کا پاس و لحاظ رکھنے
والا انسان تھا، اس میں کوئی شک نہیں کہ اس زمانہ کی تاریخ کے متعلق جو غلط نظریے لوگوں
میں پھیل گئے ہیں، ان کی تصحیح کی بڑی ضرورت ہو تاکہ مختلف تاریخی پہلوؤں اور صفت
کے کارناموں کے متعلق صحیح فہم پیدا کیے جا سکیں اور ان غلط فہمیوں کو دور کیا جائے جو
پھیلائی گئی ہیں، اور جاہلی قومی ترقی کو جو نقصان پہنچانے والی ہیں۔“

فاضل مقرر کی یہ آندہ وصل اس وقت پوری ہو سکتی ہو جب غیروں کی مرتب کی ہوئی تاریخ کے پھیلائے
مجموعے اس تخیل کو ذہن کو متاثر کیا جائے، کہ مسلم قوم باہر سے آئی ہوئی ہو، اگر باہر سے آنا ہی غیریت ہو، تو اس
میں سماجی اور باہرین دونوں نسلوں کا حال یکساں ہو، آریوں کا آخری قافلہ ہندوستان میں تقریباً ۱۵۰۰ ق م
میں آیا تھا، اس طرح ہندوؤں کے آخری اور مسلمانوں کے پہلے قافلہ کی آمد کے زمانہ میں صرف ایک ہزار
برس سے کچھ بالاکافرق رہتا ہو، جو قوموں کی تاریخ کے لیے کوئی بڑی مدت نہیں،
(فردوسی ص ۳۸)

عہد مغلیہ کے مناصب ہفت ہزاری وغیرہ

"ہفت ہزاری، پنج ہزاری، سہ ہزاری، چھبیسویں سے کیا مراد ہو، آیا یہ امر اتنی سپاہ رکھنے کے مجاز تھے یا اتنی تنخواہ ملا کرتی تھی، جو سپاہ ان کے ماتحت ہوا کرتی تھی اس کی تنخواہ کون دیتا تھا، اگر نے ایک خاص نظام کے ماتحت یہ مناصب قائم کیے تھے، مناصب کی ابتداء جو اس کے جانشینوں کے عہد میں بھی تغیر یا بالائے تغیر قائم ہو، اس نظام اور ان کا مدعا، کامدعا فوج میں اصلاح و ترتیب کا پایا کرتا تھا، تعداد سے ان

کی ارتقائی ترتیب کو ظاہر کرنا تھا، چنانچہ پنج ہزاری سے اوپر کے مناصب صرف خزانہ داروں کے لیے مخصوص کر دیے گئے تھے، باقی مناصب کو تین درجوں میں تقسیم کیا گیا،

مناصب کے قائم کرنے کا اصول یہ رکھا گیا کہ منصب کو اعداد مناصب کے قائم کرنے محض یا اعداد ہی سے اور اس کے درجہ کو سواروں کے شمار کا اصول سے ظاہر کیا جائے، اگر سواروں کا شمار اعداد منصب کے

برابر ہو، تو وہ منصب درجہ اول میں شمار کیا جاتا تھا، اگر سواروں کی تعداد اعداد منصب کا نصف یا اس سے زیادہ ہو، تو درجہ دوم، ورنہ درجہ سوم سمجھا جائے گا، مثلاً پنج ہزاری،

پنج ہزار سوار، پنج ہزاری چار ہزار سوار، پنج ہزاری دو ہزار سوار، ان میں پنج ہزاری ہر گز منصب ہو، اور یا پنج چار اور دو ہزار سوار کی قید منصب کے اول، دوم اور سوم درجہ

کو ظاہر کرتی ہو، اگر کوئی اپنے منصب کی فوج خود ہی سمجھتا تو وہ واقعی منصب دار ہوتا تھا، اگر وہ کسی منصب دار کی فوج کے کسی حصہ کی سرداری پر مامور ہوتا تھا، تو وہ داخلی منصب

کہا جاتا تھا، اس کے ساتھ ہر منصب اور اس کے ہر درجہ کی داغیلوں کی تنخواہ کا ضابطہ مقرر تھا، اور تنخواہ ذات سے موسوم تھا، اور ہر ایک کی تنخواہ مع دو اب شاہی کے

مصارف کے حکومت سے اس کو ملتی تھی،

آئین اکبری میں ہے:-

ازیں روئیمان خدیو منصب پایا زده باشی تادہ نیرازی قرار فرمودہ و انفرز
 از پنج نیرازی خاص فرزند نواب سوادشہ شہرت گردانیدہ و گاہے منصب
 انفرزودہ سوادشہ ہمراہ سازندہ از کار آگاہی بہر کیے را اندازہ دستور بہ گرفت و در
 خدیو سوار رہا ہوا و دایگوں کی رفت ہر کر اسوار موافق منصب باشند اولین
 پایہ داد و نیمہ دہ زیادہ و دوم و کمر از اس را بر ساندہ
 و پوزہ باشی یا زده گونہ شدہ تخت آں کہ با او صدر رہا بود و ماہوارہ ہفت
 صد روپیہ و یا ز دہم آں کہ با او سوار نہ بود، چنان چہ پیشتر در دہلیاں اعتبار
 شود پان صد روپیہ دہ مہانے را در ہر دہ سوار است و روپیہ ہست و دہ
 گرد۔

منصب : اوں کی قسم | منصب و اپنی تنہا اوں کے عذاب سے بھی دو قسم کے تھے بعض تھے
 تعلقہ کے منتظم ہوتے تھے، اور اپنا اور اپنی فوج کا گدارہ اسی سے مول
 تھے اور ان کے اعتبار سے، اور بعضوں کو نقد تنخواہیں ان کے منصب، فوج اور جانور
 کی تعداد کے لحاظ سے دی جاتی تھیں،

اس موضوع پر آئین اکبری میں مختلف آئین کے ماتحت مفصل معلومات ملیں گے اور دہلی شہر العلماء لوی
 عبد الرحمن صاحب روہی اپنی درستی نے ادا کے عارف اسلامیلہ اور کے جہاں سلیم ۹۳۳ھ میں مناصب
 اکبریہ اور ان کی تنہا میں کے عنوان سے مضمون پڑھا تھا، جو اس کی روداد میں چھپ چکا ہے، اس مضمون
 سے اس موضوع کے تفصیلات معلوم ہو سکیں گے،

(جون ۱۹۳۳ء)

ہر موضع کے لیے علیحدہ علیحدہ دفتر اور ان کے عہدہ دار تھے، جو معلومات کی مفصل روداد
 رکھتے تھے، اور ہاکیس فصل میں اگر بھاریا رہ جاتا، تو اس کا اندراج دفتر میں کر لیتے، اور اس کے
 گاؤں کے سربراہ بدوہ لوگوں کے دستخط لیتے، اور دوسری فصل کے موقع پر بھاریا بھی وصول کرتے تھے،
 اکبر نے پورے ہندوستان کی زمین کی بیابان کر کے ان کو مختلف صوبوں میں تقسیم کیا تھا، اور ہر مقام
 کی آراضی کے لحاظ سے مال گزاری کی تخصیص کرائی تھی، اور پہلی مرتبہ یہ وہ سالہ بند و بست قرار پایا
 تھا، لیکن عملاً یہی بند و بست تقریباً ۳۷ سال تک قائم رہا، زمین انہی مختلف جماعتوں سے خالصہ
 جاگیری، اور معافی میں تقسیم تھی، اسی لحاظ سے ان سب مال گزاروں کو وصول ہوتی تھیں،
 (بحوالہ سلسلہ)

ہندوستان کے عہد اسلامی میں زکوٰۃ کا نظام

دعوتِ شیخ عطاء اللہ ام اے استاد شریعہ حاشیاتِ مسلم یہ نیریشی علی گڑھ نے ہتھار
فرمایا تھا کہ میں نے امیر خاندان کو پرمات میں آپ کا مہم طرقتا در پڑھا۔
درخواست ہو کر اندازہ کر م مجھے تاریخ ہند کی کسی کتاب کا حوالہ دیجئے، جس سے آپ کے
اس دعویٰ کی تصدیق ہو سکے، کہ ہندوستان کے عہد اسلامی میں بھی نظام زکوٰۃ قائم تھا،
اور نیز بیت المال کی آمدنی سے تعلق کچھ معلومات ہو سکیں، امید ہو کہ آپ اس مسئلہ کے
سمجھنے میں میری اعانت فرمادیں گے،

اس کے جواب میں عرض کیا گیا۔

ہندوستان کے عہد اسلامی میں زکوٰۃ کے نظام قائم رہنے کا تذکرہ اس عہد کی تاریخوں میں
عمومی طور پر مل سکتا ہے جس سے اندازہ ہو سکے گا، کہ عہد اسلامی کے مختلف دوروں میں زکوٰۃ کی
تحصیل وصول اور اس آمدنی کے مصارف کا طریقہ شرعی احکام کے بموجب قائم رکھا گیا،
اس سلسلہ میں پہلے یہ بات ذہن نشین رکھی جائے، تو حقیقت کے سمجھنے میں آسانی ہوگی،
کہ ان اسلامی حکامین میں جو عہد وسطیٰ میں مشرق و مغرب میں قائم رہی ہیں، ان کے مالی نظام
میں دو عملی طریق کا رواج ہو گیا تھا، ایک طرف وہ شیعہ کی پابندی کے لیے زکوٰۃ کے نظام کو
قائم رکھتی تھیں، اور دوسری طرف مختلف سلاطین اپنی حکومت کے استحکام اور شاہی مصارف
ملکی مہمان اور فوجی ضروریات کے لیے اور دوسرے ٹیکس بھی وصول کرتے تھے، اس طرح
زکوٰۃ کی آمدنی و مصارف کی حیثیت ایک قسم سے دینی سرمایہ کی ہو گئی تھی، حالانکہ اگر یہ
سلاطین دینی کے ماہرین اور ابابیل و عقیدہ کے مشوروں سے اپنی حکومت کے اقتصادی
نظام کو قائم کرتے، تو پھر اس دو عملی طریقہ کار کے اختیار کرنے کی ضرورت نہ ہوتی، چنانچہ
بعض دہوں و ادوار سلاطین وہ ولادت نے اپنی بعض دوسرے کٹوں میں کسی ایک زمانہ میں خاص
دینی نظام مالیات کو برقرار رکھ کر کامیابی سے حکومت کی، اور انہیں دوسرے ٹیکسوں کے

لگانے کی ضرورت نہ پڑی۔

ہندوستان کے بعد اسلامی میں بھی حکومت کے مالی نظام میں بھی صورت حال نظر آتی ہے مختلف زمانوں میں بھی یہاں کی حکومتوں کے مالی نظام میں زکوٰۃ کا نظام قائم رہا، اگر اس عہد کی تاریخوں کو مستحضر سے دیکھا جائے، مختلف دوروں کی تفصیلات سامنے آسکتی ہیں، ذیل میں ارشاد گرامی کی تعمیل میں چند سہ سہری حوالے پیش ہیں،

ہندوستان میں مسلمانوں کی پہلی حکومت سندھ میں قائم ہوئی، حکومت ابتداً اخلاص اسلامی اصول پر قائم تھی، اس لیے شریعت کے مطابق مسلمانوں سے صدقہ و زکوٰۃ اور نامسلمانوں سے جزیہ کا رقم وصول کی جاتی تھی، اسی طرح انہیں کی پیداوار میں مسلمانوں سے دسواں حصہ اور نامسلمانوں سے مقرر خرچ وصول کیا جاتا تھا، سچ نامہ میں ہے:-

اس میں جو مسلمان ہو گئے تھے وہ غلامی اور جزیہ سے آزاد ہو، اور چاہتے مذہب پر قائم
ہے ان کے تین درجے قائم کیے گئے، اعلیٰ طبقہ یعنی دولت مندوں سے ۲۸ درم متوسط لوگوں
سے ۱۲ درم اور نیچے طبقہ سے ۱۲ درم تھے، جن لوگوں نے اسلام قبول کر لیا تھا وہ اس سے سزا
کیے گئے اور جو لوگ اپنے باپائی مذہب پر قائم رہے انھوں نے جزیہ دیا، لیکن ان کی زمینیں اور
اس سے جائیدادیں انہیں کی گئیں، مگر علیٰ حالہ ان ہی کے قبضہ میں رہنے دی گئیں۔

موجودہ زمانہ میں ایک درہم ساڑھے تین آنہ کے برابر ہے، اس طرح دولت مندوں سے دس روپے
متوسطوں سے پانچ اور غریبوں سے ڈھائی روپے سالانہ کے حساب سے وصول کیا جاتا تھا، اور
عوامیں سب سے بڑھے مذہبی سربراہ اور اسی، اور نہ کمانے والے معذورین متعلق تھے، مسلمانوں
سے جزیہ کے بجائے ڈھائی روپہ سیکڑہ زکوٰۃ اور انہیں کی پیداوار میں دسواں اور نامسلمانوں
سے مقرر خرچ وصول ہوتا تھا،

پھر دوسرے آنے والے فاتحین نے جو حکومتیں قائم کیں، ان میں سے فہرہ رشاہی دور کے متعلق
تہ تیغ الی، یہ کہ اس میں رعایا کے درمیان سلم و دمی، انانی اور دوسری طرف حملی کی تقسیم و مصلح قائم
تھی شمس السراج تحقیق لکھتا ہے:-

”وہابی گفوا نطفہ فرمایا و اما تہا ان زید ساجد فیروز شاہی از رعیت بادشاہی برقا
ی گلدانہند، و اہل و احباب را ہر سال نہایت تاراجی کردند

اس دور کے متعلق یہ تصریح معلوم ہو کہ اس میں زکوٰۃ کا نظام قائم تھا، لیکن سلطان کے فوجی ہوں
میں مصروف رہنے کی وجہ سے حکومت کے نظام میں اتہری پیدا ہو گئی تھی، جب اس نے سلطنت
کی اصلاحات کی طرف توجہ کی، اور خصوصاً مسلمانوں کے خلاف لشکر کشی سے جو نقصانات متصور
ہوئے، اور سامنے آئے، ان میں ذیل کی دو باتیں تھیں،

”دوم آنست کہ احوال بیت المال برائے اس صحیحی کفایت اوت در اسلام زیادت
گرد و زآن کہ بیت المال خرج کنند برائے طمع سلطان دوم“

”سہمتم آنست، احوال باطل و فاسد شروع در بیت المال صحیح شود“

اسی طرح اسلامی ملکوں کے مالی نظام میں دو عملی طریق کار کے جاری ہونے کا جو تذکرہ اوپر گذرا،
وہی طریقہ اس دور میں ہندوستان میں جاری تھا، فیروز شاہ نے اس کو ختم کرنا چاہا، اور ان تمام
ٹیکسوں اور محصولوں کو بغیر شرعی طریق سے وصول کیے جاتے تھے، معاف کر دیا، اور حکومت
کے مالی نظام کو خالی شرعی حدود میں لانا چاہا، شمس سراج حنفیہ لکھتا ہے،

”سلطان فیروز شاہ بعنایت الہ و حمایت اللہ اسخچہ در بلاد مالک ماشر و عاتق

بظرافت شروع دی می نمود بتمام از محصول بلا و ملک و دہ کنانید، ان مقدار رو شہا کہ

در قسم کی وضع بود فاک رو شہا مخالف شرعی نمود بھر راضع گردانید

اس کے بعد علماء نے ان مشروع محصولوں کی فرست تیار کی، اور فیروز شاہ نے ان سب کو قبول
کر دیا، لکھتا ہے:-

”علمائے درگاہ شہنشاہی از آثار خوف حضرت آقوی جلالت و حکم توالمہ چند چیز از قسم

ماشر و عاتق پیش حضرت شہنشاہ شنش جہات باز نمودند کہ در عہد سلاطین ماضیہ وضع

کردہ بودند“

یہ خرابیاں دو قسم کی تھیں، ایک تو جا بہ محصول زکوٰۃ کی وصول میں بغیر شرعی طریق اختیار کیا جاتا تھا،

دوسرے سرے سے ناروا ٹیکس عائد کیے جاتے تھے، علما نے ان دعووں کے تدارک کرنے کا مطالبہ پیش کیا تھا، چنانچہ غیر وزہ شاہ نے ان کے متعلق تحقیقات کرنے کا حکم دیا، پھر شرع کے مطابق اپنے فیصلے صادر کیے، شمس سراج عقیقت ان تفصیلات کو لکھ کر آخر میں کنٹاڑ،

”الروضہ جلد علمائے باصفاء و تمام مشائخ متنبی و صاحبان دیوان نقابہ حضرت شاہ طلب شدہ و انانیان استفتاء و طلبیدہ، جمیع علماء و مشائخ متفق اللفظ و المعنی فتویٰ و داندان کتب معتبرہ و آیات راجع بیرون آدند اکہ ستون ای و جہات و در علم شریعت کی از مشروعات است چوں علمائے شریعت و مشائخ طریقت فتویٰ حقیقت تحقیق مراد و بر محل حضرت شمس شاہ، بکل زمو و تا ای محبہ چیز با و در گردانند،“

اس کے بعد ایک شاہی فرمان تیار کیا گیا جس میں شروع محصولات کی تفصیل درج تھی اور آخر میں مذکور تھا،

”اگر یہ سلاطین پیش از سبب مصلحتے ای چنین خواہاں زندند، و یا پیش انیاں دستور مشورہ مستویا زندند چوں از دوسے شرع گرفتار، ای چنین چیز با زندند من در حمد دولت خویش از آتا نفعت بیش ای جمیع چیز با صد گردانند“

اس شاہی فرمان کو سنانے کے لیے شاہی لشکر کے مفتی قاضی نصر اللہ باقی پسر وارہوئے اس کے سننے کے لیے حرم مخصوص ہمدی تدار میں مایب جاہوئے، اور غیر معمولی خوشی سے اس فرمان کا خیر مقدم کیا گیا، اس فرمان کے جاری ہونے کے بعد حکومت کی آمدنی میں تیس لاکھ تکہ کی کمی ہو گئی، یہ محاصل ششہ میں بند کیے گئے تھے۔

دوسری طرف جو شرعی محصول وصول نہیں کیے جاتے تھے، ان کی وصولی کا حکم جاری کیا، اور غیر معمولی احتجاج کے باوجود منسوخ نہیں کیا، اس سلسلہ میں جزیرہ کی وصولی کا خاص اہتمام کیا گیا عقیقت لکھتا ہے:-

ہرچہ میں مرد شاہی، آیت (شرع محمدی) از طائفہ داران جزیرہ شدہ۔

اسی طرح اس نے اپنی ذاتی املاک میں بھی شرعی حدود قیود کا لحاظ رکھا، اور اپنی بنوائی ہوئی نہروں

سے سیرانی کے معاوضہ میں دسواں حصہ وصول کرنا، اور اس سر زمینوں کو آباد کرنا، ان املاک سے دوا لاکھ تنگہ وصول ہوتے تھے، اور یہ آمدنی بیت المال سے علیحدہ رہتی تھی^۱۔
بیت المال کی مجموعی آمدنی اس زمانہ میں کیا تھی، اس کے دریافت کرنے میں کسی قدر وقت ضرر ہو گا، فہوس کہ اتنی فرصت نہیں کہ اعداد و شمار یک جا کیے جا سکیں، اگر اس دور کی تاریخوں سے یک جا کیے جائیں تو وہ فراہم ہو سکتے ہیں، مثلاً ایک جگہ باغوں کے محصول کی مجموعی آمدنی کا ذکر آیا ہے، وہ ایک لاکھ اسی ہزار تنگہ تھی، اسی طرح درآب کا محصول اسی لاکھ تنگہ وصول ہوتا تھا، اور دہلی کے ہوا سے ۶ کروڑ چالیس لاکھ کی آمدنی تھی، عقیقت لکھتا ہے:-

”وہ حدود و ست آن سر دہات ایک لاکھ و ہشتاد ہزار تنگہ حصہ دیوانی خارج حصہ املاک
باغبانان محصول میان درآب دران ایام ہشتاد لک تنگہ بود، ہم جنس از بیاض و تھات
آن طالب دین شش کروڑ و ہشتاد و پنج لک تنگہ محصول بلاد مالک دارالملک مہمل بود“^۲

فیروز شاہ نے زکوٰۃ کے مصارف کو ان کے جائزہ و دیں صرف کرنے کا اہتمام بھی رکھا تھا،
۶ لاکھ تنگہ امدادی وظائف میں دیے جاتے تھے، اور چار ہزار سو اشخاص مستقل طور پر وظیفہ یاب
تھے، خیرات ملنے قائم تھے، اور ناداروں کو ان کی رگیوں کی شادی کے مصارف دیے جاتے
تھے، نیز عام مصدقات و خیرات کا وسیع سلسلہ قائم تھا^۳۔

امین اکبری کی تصریح کے مطابق اکبر کے زمانہ تک ہندوستان میں زمینوں کی تقسیم شرعی اصطلاحوں
کے مطابق تھی، اور اسی لحاظ سے ان پر محصول واجب الاداء تھا، چنانچہ ابوالفضل نے زمین کی
عشر خراجی اور صلحی قسم اور ان کی نوعیت بیان کی ہو، پھر محصولوں کے لیے جو اصطلاحیں ہیں، ان
کو درست کیا ہو، اور ان محصولوں کا بھی ذکر آیا ہو، جن کو سلاطین نے واجب الاداء قرار دیا تھا، اور آخر
میں بیان کیا ہو، کہ اکبر نے اس نظام کو بدل دیا تھا،^۴

باہیں بہت بعض تصریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ زمین کی خراجی و عشری تقسیم اس دور میں بھی کچھ
نہ کچھ قائم تھی، چنانچہ ایک جگہ ذکر آیا ہے،

”ہر کہ راہی خراسانی را بکار و حکمت عطف قرق گرداند از گادیش شش دانہ کاوسہ

دام سالیانہ از یافت کرد

اس کے بعد جب عالمگیر کا دور آیا، تو فیروز شاہ کے زمانہ کی طرح نئے سرے سے اسلامی احکام کے یہ جو جب حکومت کا نظام مال تیار کیا گیا، مستعد خاں لکھتا ہے،
”جہاں پناہ نے خزان مبادک صادر فرمایا، کہ تمام ممالک محروسہ میں حاصل ہوا فاقی احکام مقرر وصول کیے جائیں،

اسی طرح غیر شرعی عوامصل کی تسوخی کا اعلان کیا گیا، تا آخر عالمگیری میں ہو،

”بادشاہ رعیت خواندہ نے غلے اور نانچ اور دھوہ راہ واری محصول اسباب دیگر سوال مارے خاص کر محصول تباکو جو بے حد کثیر رقم تھی، اور عائدہ کر دیا گیری جس کے وصول کرنے میں تجار کو بے حد تنگ اور پریشان کرنا تھا، خاص کر مسلمانوں کے لیے اور دیگر مصل مذکورہ کو تمام رعایا کے لیے صاف قرار دیا، اور سورتی مطالبات میں جو تم صاحب میں سے ہندو پوری پور کرنا نہ سرکار خالصہ میں ہر سال داخل کی جاتی تھی، اور جس کی وجہ سے خزانہ میں سالانہ معقول رقم داخل ہوتی تھی، ایک قلم معاف فرمائی گئی۔“

اسی طرح کا ذخیرہ کا نظام بھی وسیع پیمانہ پر رکھا گیا تھا، جس کی تفصیل اس عہد کی تاریخوں میں عام طور پر ملتی ہے،

امید ہو کہ یہ اخراجات ہندوستان میں مسلمانوں کے عہد میں نظام نکوۃ کو سمجھنے اور اسی سلسلہ میں مزید معلومات فراہم کرنے کے لیے کافی ہوں گے،

(جون ۱۹۲۸ء)

ہندوستان کے عہد اسلامی کی تعلیمی زندگی

ہندوستان کو غزنی، خراسان، ماوراء النہر، عراق و عجم کے تیغ آزمائوں نے فتح کیا تھا، اسی طرح اس کے دل و دماغ کو ان ہی ملکوں کے ارباب کمال نے اپنا باجگذاڑ دیا، قطار و قطار علماء ان ملکوں سے ہندوستان آئے، اور ملتان، سندھ، بھکر، لاہور اور سیالکوٹ میں منزریں کرتے ہندوستان میں اسلام کے قیام و سلطنت دلی میں آکر ٹھہر گئے، پھر جیسے جیسے اسلام کا قدم یورپ کی سمت میں بڑھتا گیا، علم کی روشنی کی کرنیں بھی اس علاقہ کو اجاگر کرتی گئیں، اسلام کے علم و فضل کا ہر کونہ جب دلی سے نکلا، تو پہلی منزل بامیوں ہوئی، پھر گنگا کے دہانہ پر کٹرہ اس سے لاہور، اودھ، پھر آگے بڑھ کر جون پور، طبر آباد، علم کے مرکز بنے، یہاں تک کہ ایک خطہ ارض کا نام ”یورپ“ پڑا، جس کی وسعت میں قنوج، ہرناچ، الہ آباد سے لے کر بارہ درہست تک کا علاقہ داخل تھا، شاہ جہا نے اسی ویار نوچ یورپ شیرازا مست، کے لقب سے یاد کیا، ہندوستان کے عہد اسلامی کے مختلف دوروں میں یہ سارے کے سارے خطے مسلمانوں کی تعلیمی زندگی کے مراکز بنے رہے،

ہندوستان میں اسلامی علوم کی تعلیم پانچویں صدی سے شروع ہوئی، کیوں کہ ہندوستان کی مسلسل اسلامی تاریخ وہ اصل غزنویوں کے عہد سے شروع ہوتی ہے، سلطان محمود غزنوی نے ۴۰۱ھ میں لاہور فتح کیا، اور سلطان محمود یہاں کا گورنر بنایا گیا، اس کے درمیان دولت سے علماء و فضلاء کی جماعت وابستہ تھی، اس کے عہد میں ایک بزرگ شیخ اسماعیل توفی ۴۵۸ھ لاہور آئے، اور یہاں توطن پذیر ہو گئے، یہ تہ اہل اسلامی علوم تفسیر و حدیث و فقہ کا ذخیرہ اپنے ساتھ لائے، اور ان کے ذریعہ سے یہاں ان علوم کی اشاعت ہوئی، تذکرہ علماء ہند میں ہے کہ یہ اکابر محدثین و مفسرین میں سے تھے، یہ پہلے شخص ہیں جو علم حدیث و تفسیر کو لاہور لائے،

ہندوستان میں اسلامی مدرسہ
کی سب سے پہلی عمارت

ہندوستان میں مدرسہ کی سب سے پہلی عمارت تعمیر ہونے کی جو اطلاع اس وقت تک مل سکی ہو، وہ مولانا قطب الدین کاشانی کے لیے ناصر الدین قباچہ کے ہاتھوں ملتان میں تعمیر ہوئی ہو۔ مولانا قطب الدین کاشانی اور والد النہر سے ملتان آئے تھے، ناصر الدین قباچہ اس زمانہ میں ملتان کا والی تھا، اس نے ایک سرائے اور اس سے ملحق ایک مدرسہ تعمیر کرایا، اور اس میں ان کا درس جاری ہو گیا، حضرت شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی رالمو لوہے کا اہتمام کیا، وہ مدرسہ تھا، وہ مدرسہ صبح کو اس مدرسہ میں آئے اور صبح کی نماز مولانا کاشانی کے پیچھے ادا کرتے تھے۔

ہندوستان میں مدرسوں کی تاسیس کا رواج
اسی کے ساتھ تاریخی قدامت کے لحاظ سے اجیر کے ان مدرسوں

نے ۱۷۵۵ء میں اجیر فتح کرنے کے بعد وہاں قائم کیا، اس کے بعد ساتویں صدی کے اوائل میں دہلی کے دو مدرسوں معزی و ناصری اور اچھ (مندہ) کے مدرسہ فیروز کی کا ذکر کرتے آئے۔ طبقات ناصری کے مصنف قاضی ابو عمر منہاج الدین بوزجانی ساتویں صدی کے اوائل کے ذی علم لوگوں میں گزرے ہیں، وہ عہدہ قنارت کے علاوہ اپنے علم و فضل کے باعث ایک سے زیادہ مدرسوں کے تہتم بنائے گئے وہ ماہ جاوی الاونی ۶۲۲ھ میں نرساں سے سندھ کے مشہور شہر اچھ میں داخل ہوئے اور اسی سال ماہ ذی الحجہ میں مدرسہ فیروز کی بنیاد پختہ ہو گئی، یہ مدرسہ غالباً سلطان ایش کے لڑکے رکن الدین فیروز کے نام سے منسوب تھا۔ جو بہاؤ کا گورنر گرا رہا۔ اس کے بعد ماہ شعبان ۶۳۵ھ میں سلطانہ یحییٰ نے ایک دوسرے مدرسہ ناصریہ کو ان کے سپرد کیا۔

تیسرے مدرسہ معزیہ کا ذکر دہلی میں قراصلہ کی پیرش کے سلسلہ میں ملتا ہے، یہ بھی سلطان رضیہ کے عہد میں قائم تھا طبقات ناصری میں اس مدرسہ کے دروازے پر قراصلہ

کے قتل عام پر پا کرنے کا ذکر آیا ہے

مٹان، جھیر، سندھو، اور دلی کے مدرسوں کے بعد بہار اور بنگال کے اسلامی مدرسوں کا نام آئے گا جتناں چہ بہار و بنگال کے سب سے پہلے مسلمان فاتح بختیار ظہبی کے حال میں فرشتہ نے لکھا ہے کہ اس نے ندیا کے بجائے شہر رنگ پور کی بنا ڈالی، اور اس کو دار الحکومت قرار دیا ہے، اور یہاں مسجدیں، خانقاہیں اور مدرسے تعمیر کیے، اور سب پر رونق ہو گئے، پھر اسی طرح اس دیار کے تمام مفتوحہ شہروں میں والیان شہر نے مسجدیں اور مدرسے تعمیر کرائے، جتناں چہ طہقات ناصر ہیں بختیار ظہبی کے حال میں مختلف اہل اعر کے مساجد و مدارس کے بنا ڈالنے کا ذکر آیا ہے

عمد تعلق میں مدارس کی کثرت | اس اثنا میں ہندوستان کی اسلامی سلطنت میں مدرسے کی تعداد میں بڑھوتری ہوئی ہے۔ حکومتیں صرف دلی میں ایک ہزار مدرسے قائم تھے، فلکندی صاحب نے عیشی دلی کے حال میں لکھا ہے:-

یہاں ایک ہزار مدرسے ایسے ہیں صرف ایک خانقاہوں کا ہے، اور ان میں سے کئی اور یہاں تقریباً بیس ہزار ہیں، جو ہیں دارالافتاء کے بنتے ہیں

فیروز شاہ کے عہد میں | محمد تغلق کے بعد فیروز شاہ تغلق نے مدرسوں کی بناء و تاسیس و تعمیر پر بڑی توجہ کی، پرانے مدرسوں کی عمارتوں کی تجدید کی، اور ان میں نئے مدرسے قائم کیے، اور علما و طلبہ کے وظائف جاری کیے۔ اس نے جہاں کے ساتھ اپنی فتوحات فیروز شاہی میں اس کا ذکر کیا ہے، اور فرشتہ نے بھی اس کو نقل کیا ہے، ان مدرسوں کے مصارف کے لیے جائیدادیں وقف کر دی تھیں، اور ان مدارس کے متوسلین کے لیے وظائف مقرر تھے،

ضیاء الدین برنی نے اس کی تعلیمی فراہمیاں اور فہمیں کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے:-

اور ارباب وظائف و علما و مشائخ و مدرساں و مفتیان و مذاکران

لے طہقات ناصری ص ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵،

و متعلمان و حافظان و مقربان (مقربان ؟) و ارباب مساجد و آستانہ داران و حیدر
 و قلندران و متحقیان و سکینان و ارباب ملک و بی انہزار گذشت و یہ لکھا رسید و
 مدارس و مساجد قدیم و جدید کہ خالی و مندرس گشتہ و داندہ در سان و تذکران متعلمان
 مشغول و مملو گشت و رونق علم و روح تعلیم از سر پید آید و ہزار ہا را را استادان
 و بہا انعام یافتہ و مجل و معظم شدہ و آئان را کہ صدگان و دویستگان تنگہ و را پرورہ
 است و ان او را بدین مدرس گشتہ و آن دفاتر محو شدہ چارہ صدگان و پانصدگان و
 ہزارگان تنگہ و را تین فرمود و طوائف کہ از طالبان علم محتاج وہ تنگہ بودند
 صدگان و دویستگان و سیصدگان تنگہ و را یحیی گشت و علماء و متعلمان شہر اند
 خود و بزرگ با نمت و زور و شہرت شد و ان فقر و قاذ و احتیاج و غنا است خلاص یافتہ
 و بیشتر سے ان طوائف مذکور کہ کفش درست نہ داشتند از مرام سلطان فیروز شاہی
 جاہانے لطیف ہی نہ شد و اسپاں چیدہ سوار ہی شوند و بیشتر در علوم دین و تعلیم
 احکام شرع مشغول ہی باشند

عہد فیروز شاہی کے خاتمہ مگر کر دہی نے جو صاحب درس و تدریس بھی تھا، اپنے قصیدوں میں
 فیروز شاہ کے تعلیمی خدمات کا تذکرہ بھی کیا ہے، جہاں فیروز شاہ کے قصیدے میں لکھا ہے:-
 ہر جا کہ اہل دانش و احباب زہد بود مان داد و دیر داد و در ہما نشان کرد
 ہر سو بر اسے صادر و وار و زمین و وہیم تعیین ہر ولایت دور ہر دیا رکرد
 پیران کہنہ ببال و نور و را چنداں وظیفہ داد کہ صاحب پیکار کرد
 چنداں رباط و مدرسہ خانقاہ خست چنداں سر اسے و سچ و صفت ہمار کرد
 عہد فیروز شاہی میں سب سے بڑا شاہی مدرسہ دار السلطنت دلی
 مدرسہ فیروز شاہی

اسلامی تاریخ فیروز شاہی میں ۵۵۹ھ مگر کے حالات درج اور دیوانہ اور نیش کا لکھنوی لاہور بہت اہ
 سنی و اگست ۱۸۵۷ء میں مولوی محمد شفیع صاحب ایم اے اور ڈاکٹر و حیدر نے مضامین لکھے ہیں، نیز
 نواب حیدر یار جنگ بہادر دہلانا جلیب الرحمن خاں شیروانی نے بہت ماہ جولائی و اگست ۱۸۵۷ء میں اس
 مضمون پر چند تراک کر پایا اور مزید حالات اور دیوان کے خصوصیات ظاہر کیے ہیں،

میں مدرسہ فیروز شاہی تھا، اس کے حالات ضیاء الدین برنی اور مہر کڑوی دونوں نے نشر و
نظم میں لکھے ہیں، بلکہ ضیاء نے اپنی نشر کو شاعرانہ مبالغہ آمیزی میں نظم سے بڑھا دیا ہے، اور اس کی
عمارت کی توصیف و تعریف میں یہاں تک کہہ گزرا کہ وہ روئے زمین پر بے مثل عمارتوں میں
سے ہے، اور مہر نے جو دربار کی حاضری کے موقع پر دلی پہنچا تھا، اس مدرسہ کی زیارت کر کے
نظم میں اس کے مفصل حالات قلم بند کیے تھے جس سے یہاں کے استادوں، طالب علموں اور
دارالاقامہ کے کھانے وغیرہ کے مفصل حالات معلوم ہوتے ہیں، ضیاء الدین نے اس
مدرسہ کی دلکش و عالی شان عمارت، اس کے گنبدوں کی رفعت، اس کی آب و ہوا کی
لطافت، اور عمارت کی آرائشی و پیرائگی کا نقشہ اس مبالغہ سے کھینچا ہے کہ یہاں پہنچ کر گمان
ہوتا ہے کہ آنے والا بہشت عدن میں داخل ہو گیا،

مہر کڑوی نے اس شاہی مدرسہ فیروز شاہی کا جو حال قلم بند کیا ہے، اس میں اس کے
استاذہ خصوصاً مولانا جلال الدین رومی کے علم و فضل کا خاص طور پر ذکر آیا ہے، لکھتا ہے کہ
گفتم این مدرسہ و باغ شہدائے جہانست اندروں آئی کہ یک حسن بہ بینی بہ ہزار
عالمان عربی لفظ و عراقی دانش ہمہ در حیرت شاہی اشامی، و مصریح ستار
ہر یکے تا دورہ و ہر در انوار ہنر ہر یکے واسطہ عقل در اطراف دیار
ور فقہیت بہ بچار او سمرقند نشان در بلاغت کجاز و مین و نجد منار
صفہ (صدر) ان محفل و سرور و کمال آدبی کہ زمر تا قدم صورت عقلت و وقار
باز آہستہ در آورد سرانہ گو شمع کرد از نسبت اس صاحب پس انتخاب
گفتم این عالم آفاق جلال الدین رومی اس کز نسبت ہی کند روم و بخار

راوی ہفت قرا و پیہ (قرات سند) چار و ظم

شایع پنج سنن مفتی مذہب، ہر حساب

اسی طرح چند اہل شمار ہیں، اس کے بعد اس نے اس مدرسہ کے دارالاقامہ کے دستر
خوان کے ایوان نعمت کا ذکر غیر معمولی انداز میں کیا ہے، اس سے اس دور کے تمدن
اور عام فراخ بالی کا بھی اندازہ پڑتا ہے

عہد فیروز شاہی کے دیگر مدارس | اسی طرح اس زمانہ میں سلطنت کے امراء نے بھی ملک کے مختلف حصوں میں مدرسے تعمیر کرائے تھے، جیسے ملین الملک نے اسلام آباد کے نواح کے ایک دیہات میں جہاں مظهر کا قیام تھا۔ مدرسہ اور باغ تعمیر کرایا تھا مظهر نے اس کا تذکرہ بھی اپنے قصیدے میں کیا ہے:

غلاموں کی تعلیم کا اہتمام فیروز شاہ کے تعلیمی خدمات میں یہ بھی شمار کرنے کے لائق ہے کہ اس نے مسلمانوں کے سب سے ناخواندہ طبقہ غلاموں کو اکٹھا کر کے اپنی ملکی و سیاسی ضرورتوں کے لیے ان کو آبادیاں بسائیں اور ان کی تعلیم و تربیت کا اہتمام کیا، چنانچہ ان کے بچوں کے لیے ابتدائی تعلیم و حفظ قرآن وغیرہ کا خاص انتظام کیا تھا شمس سراج عقیف نے اس کی مفصل کیفیت بیان کی ہے لکھا کہ ہر ایک کا مشاہرہ مقرر کر دیا جو دس سے سو تک تھا، مختلف طلباء حفظ قرآن اور علوم دینی کے درس میں مشغول تھے۔ کچھ لوگوں کو صنعت و حرفت کی تعلیم دی جاتی تھی، اس طرح بارہ ہزار مختلف فنون کے ماہر تیار ہو گئے مجموعی طور پر ایک لاکھ اسی ہزار غلام علوم و فنون اور مختلف صنعت و حرفت کے ماہر تیار ہو گئے تھے فیروز شاہ نے حوض خاص علانی کے پرے بھی ایک مدرسہ تعمیر کیا تھا جس میں سید یوسف بن سید جمال حسینی مشہدی متوفی سنہ ۸۶۳ھ کے ساہا سال اس خدمت پر مامور رہے، شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اخبار الاخیار میں ان کا تذکرہ کیا ہے:

لڑکپوں کے مکاتب | اس زمانہ میں بعض مقامات پر لڑکیوں کے جداگانہ مکاتب کے قائم رہنے کا پتہ چلتا ہے، مشہور سیاح ابن بطوطہ موجودہ علاقہ بمبئی کے اس زمانے کے مشہور شہر ہونہ میں پہنچا، یہاں شافعی مذہب مسلمانوں کی بڑی آبادی موجود تھی اس کا بیان ہے کہ یہاں کی عورتیں حافظ قرآن ہوتی ہیں اور عورتوں کی تعلیم کے لیے تیسرے مکاتب قائم تھے وہ لکھتا ہے:-

۱۔ یہ پورا قصیدہ اور ٹیبل کالج میگزین میں سنہ ۱۳۷۷ھ و ۱۳۷۸ھ میں پراقتیدہ سارون جولا کی شریعت میں شائع ہوا ہے۔ ۲۔ جگہ جگہ فیروز شاہی شمس سراج عقیف، ص ۲۰۰ لکھ اخبار الاخیار ص ۱۴۲ شہنشاہ کا موجودہ نام دہلی ہے اس کا خطہ بمبئی میں شہر کی گٹر کے قریب کی تحصیل کا آج بھی صدر مقام ہے اب یہاں کی آبادی میں مسلمانوں کی تعداد بہت کم ہے۔

”ان عورتوں کی تعلیمیت ہو کہ وہ سب کی سب قرآن حفظ کرتی ہیں، میں نے اس شہر میں لڑکیوں کی تعلیم کے لیے تیرہ اندازوں کا تعلیم کے لیے تینس کتاب دیکھے، ایسی بات میں نے کسی اور جگہ نہیں دیکھی۔“

شاہی محل سرا میں جو لڑکیاں رہتی تھیں ان کی تعلیم کا خاص نظم کیا جاتا تھا، سلطان غیاث الدین خلجی کے محل میں اہل ربا بنادیاں تھیں اس لیے ان کے لیے ایک نظام عمل بنادیا تھا اور ان کی تعلیم و تربیت کا خاص اہتمام تھا اور نہایت نظام میں وزیر خزانہ دار، وکیل و ندیم کے ساتھ مختلف مفتی، موزن اور حافظ قرآن کے عہدے بھی قائم تھے اور لڑکیاں اپنی استعداد کے مطابق ان منصب پر مقرر کی جاتی تھیں۔

سلاطین بہمنی کے تعلیمی خدمات | اسی طرح اس زمانہ میں سلاطین بہمنی نے مفید تعلیمی خدمات انجام دیے اور کن کے مختلف مقاموں، گلبرگ و بید و غیرہ میں مدرسے قائم کئے اور علماء و محدثین کے وظائف جاری کئے اور تہذیب کی تعلیم کا انتظام کیا، فرشتہ نے سلطان بہمنی کے متعلق لکھا ہے کہ

اس نے گلبرگ و بید و قندھار و ایلیچ پور دولت آباد و جیور و دہلی اور دوسرے شہروں میں تعلیم کا یہی قائم کی گئیں جن میں احادیث کا درس خاص طور پر ہوتا تھا اور محدثین کے وظائف مقرر تھے۔

آٹھویں صدی ہجری کے | آٹھویں صدی میں علموں اور تہذیب کے زمانہ میں ہندستان کے چند ممتاز اساتذہ مختلف گوشوں میں جو اہل علم درس و تدریس کی خدمت میں مشغول تھے، ان میں سے چند کا بر حسب ذیل ہیں ان کا تذکرہ تاریخ فیروز شاہی، فرشتہ اور سیرالادبیا میں آیا ہے۔ جن سے صاحب نثر بہت اخذ کرنے ہر ایک کے تفصیلی حالات لکھے ہیں۔

مولانا رکن الدین اندرہتی دہلی (۱۲۵۵ھ) شیعہ رکن الدین شہر آبادی (۱۲۵۵ھ)

مولانا رکن الدین بدایونی (۱۲۵۵ھ) قاضی زین الدین دہلی (۱۲۵۵ھ) خواجہ زکی الدین مرقی -

(۱۲۷۱ھ) مولانا سراج الدین (۱۲۸۰ھ) شرف الدین احمد دہلی (۱۲۷۱ھ) مولانا شمس الدین

باخترزی (دہلی ص ۵۴) مولانا شمس الدین گزرونی (دہلی ص ۵۴) مولانا شمس الدین

۱۰۰۰ھ رحلت ابن بطوطہ ص ۱۵۵ فرشتہ ص ۲۷۵ تاریخ فرشتہ ص ۲۰۲ نمبر ۱۰۰۰ھ رحلت احمدی ص ۱۰۰
آفریحی ص ۲۷۳

وفیق دہار (ص ۵۴)، مولانا شہاب الدین ملتانی (دہلی ص ۵۹) حکیم صدر الدین دہلوی (ص ۶۱) مولانا صدر الدین ساوی (دہلی ص ۶۳)، مولانا صدر الدین گندھک (دہلی ص ۶۳) مولانا صلاح الدین سترکی (دہلی ص ۶۴) مولانا ظہیر الدین بھری (ص ۶۶) مولانا ظہیر الدین اعرج (دہلی ص ۶۷) قاضی عبداللہ بنیادی (ص ۷۰) مولانا عبد الکریم شردانی (ص ۷۰) مولانا فخر الدین زراوی، ابو علی قلندر (۵) شیخ اسماعیل بن محمد ملتانی (۹) مولانا جلال الدین رومی (ص ۲۲) مولانا جلال الدین اودھی (ص ۲۳) مولانا جلال الدین اچھی (ص ۲۳) اسی طرح ایک سو سے زیادہ اہل علم کے اور نام ہیں جو ہندستان کے مختلف شہروں میں رہا کرتے تھے اور ملک کے مشاہیر اہل علم و ادب کو اس دہلی میں شمار کئے جاتے ہیں اور جن کے درمیان فیض سے بہتوں ہندو طلبہ اہل علم بن کر اٹھے۔

محمد خلجی میں تعلیمی ترقیاں | اس کے بعد نویں صدی ہجری میں سلطان محمود خلجی کے ہاتھوں ہندوستان میں تعلیمی ترقی انجام پائی جس سے قائم کئے گئے اور لڑکوں کو تعلیم جاری کئے اور اپنے حدود حکومت سے باہر بھی اگر کسی باکمال کا شہر ہوتا تھا۔ امداد کی رقمیں بھی دیتا تھا۔

چنانچہ اس کے دور حکومت میں متعدد نئے مدرسوں کے قائم کرنے کا ذکر آتا ہے، جیسے ۷۶۶ھ میں ولایت چتر میں متعدد مدرسے قائم کئے اور اسی سال کے آخری حصہ میں پنجاب میں پانچ تھیں شاہی آبادیوں (ایک شاہی مدرسہ قائم کیا۔

اس صدی میں حدود لائیوں کے دو فرمان، دواؤں کی تعلیمی خدمات بھی لائق ذکر ہیں، ایک گجرات میں محمود بیک (۷۶۳ھ) اور دوسرے سندھ میں جام الدین راجا (۷۶۶ھ) ہیں محمود کے متعلق مرآۃ احمدی کا بیان ہے کہ اس نے "مدارس بہشت آئیں و ساجد مانند خلد بریں" تعمیر کئے۔

اور جام نظام الدین کے بارے میں کاتر رحیمی ہیں، یہ کہ

اول عمر بنیادہ علم کی طلب میں مختلف مدارس میں حاضر ہوا..... پھر اس زمانہ حکومت میں

تاریخ فرشتہ ص ۲۵۳ تا ۲۵۴ کاتر رحیمی ۱۳۲ و ۱۳۳ و ۱۳۴ تا ۱۳۵ فرشتہ ص ۲۵۴ تا ۲۵۵ مرآت احمدی ج ۱ ص ۹۰

علامہ سید محمد رفیع خاں فرارغ بالی سے تھے، اور اس زمانہ میں سنن کا جہا اور مدارس کا مباحثہ
اس طریق پر ہو کر اس کی ستائش سے قلم عاجز ہے :

اسی نے مولانا جلال الدین دہلوی کو شیراز سے ہندستان آنے کی دعوت دی ٹھیکہ میں ان
کے لیے عمدہ قیام گاہ کا انتظام کیا۔ مگر اسی اثنا میں ان کا سفر آخرت پیش آگیا ان کے دو عزیز
تلاذہ میر معین اور میر شمس کے سماعے ان کے علمی فیض و برکات ہندستان میں منتقل ہوئے۔
اسی زمانہ میں سلاطین شہر قہر جو پور میں حکمران تھے اور شہر جو پورہ دار مسعود شیراز
کہا جاتا تھا۔ ملا محمد صفحانی صاحب سیر الملوک کا بیان ہے کہ یہاں صدہا مدرسے اور مسجدیں تعمیر ہوئیں
اور علماء و فضلاء دور و دراز ملکوں سے آئے جن کے لیے و خطیفے اور جاگیریں مقرر ہوئیں، جو پور
کی تعلیمی و علمی برتری مخلوق کے شباب کے زمانہ تک قائم رہی۔

لودیوں کے عہد کی تعلیمی ترقیاں | اس کے بعد لودیوں کا زمانہ آتا ہے، اور سلطان
سکندر لودی (جلوس ۱۲۹۳ھ) کا عہد حکومت

تعلیمی ترقیوں میں سبق لے گیا، سیر المتاخرین میں ہے کہ:-

”اس نے مساجد و مدارس تعمیر کئے، اور ان میں امام، موزن، خطیب اور مدرس
مقرر کئے، اور ان کے وظیفے اپنی سرکار سے مرحمت فرمائے۔“

اس عہد میں معقولات کے درس میں شیخ عبداللہ طلمنی (دہلی)، اور شیخ عزیز اللہ
طلمنی رنجیل کو بڑی شہرت حاصل تھی، سلطان سکندر لودی بھی ان کا بڑا احترام کرتا تھا اور
کبھی کبھی وہ شیخ عبداللہ کے حلقہ درس میں بھی چلا آتا تھا، لیکن جب آتا تو تمام شاہی آداب
و لوازم ترک کر کے حلقہ کے کسی گوشہ میں چھپ کر بیٹھ رہتا اور درس کے خاتمہ کے بعد رسل
و کلام کرتا تھا۔

ہندوؤں میں فارسی زبان کی تحصیل کی ابتداء | سلطان سکندر لودی کے دور حکومت
کا ایک اہم ترین کام یہ بھی ہے کہ اسی زمانہ

۱۔ لے آثار صبحی ج ۲ ص ۲۷۲ ۲۔ جون پور نامہ ص ۴۷ ۳۔ سیر المتاخرین ج ۱ ص ۱۴۰

۴۔ منتخب التواریخ بدایہ نئی ج ۱ ص ۲۲۲

سے ہندوؤں نے فارسی زبان سے اپنا رشتہ قائم کیا، چنانچہ فرشتہ ہندوؤں میں ان علوم و فنون کے رواج پذیر ہونے کا تذکرہ کر کے لکھتا ہے،

”ہر خواندن و نوشتن خط فارسی کہ تا آن زبان دریاں ایقان معمول نہ بود
پروا خلد“

پھر جلد ہی اس قدر ترقی کر لی کہ اس زبان میں شعر و شاعری کرنے لگے، اور سندھ درس پر مٹھ گئے، خانی خان لکھتا ہے:-

”و یکے از شعراء عهد سلطان سکندر بہمن بود، می گویند کہ با وجود کفر کتب علم سری
را درس می گفت“

ہمایوں کے عہد میں تعلیمی ترقیاں | اس کے بعد مغلوں کا دور آتا ہے، مغل سلاطین صدا

علم و فضل تھے، اور ان کے درباروں سے علماء و اہل تہ رس، اور ملک میں علم و تعلیم کا فیض پہنچاتے تھے، مختلف شہروں میں مدرسے قائم تھے، اور کچھ مقاموں پر ان کے طرز پر ان کے مصارف شاہی خوانے سے ادا ہوتے تھے، نیز ملک میں جاہل جا علماء کے دھڑے مدرسے جاری تھے، ہمایوں کو علم ہیئت و ہندسہ کا ذوق تھا، اس عہد کے بالکمال ہیئت دان مولانا نور الدین ترخان اس کے دربار سے وابستہ تھے، وہ کبھی خود ان سے درس لیتا، اور کبھی ان کے فنی مشکلات حل کرتا،

ہمایوں کے عہد میں ڈونے اہم مدرسے لائق ذکر ہیں، ایک شیخ زین الدین خوانی کا مدرسہ اگرہ میں جہاں وہ مدفون ہوئے، اور دوسرا دلی کا ایک مدرسہ جس میں شیخ حسین مدرس تھے،

عہد اکبری میں تعلیمی انقلاب | اکبر کے دور میں ہندوستان کے اسلامی مدارس ایک نئے انقلاب سے دوچار ہوئے، اس میں ۹۵ء

۱۵ء تبلیغ فرشتہ ج ۱، ص ۱۸۰، ۱۵ء خانی خان ج ۱، ص ۳۲۳، ۱۵ء آثار الامراء ج ۱

ص ۹۹، ۱۵ء منتخب التواریخ پادشاهی ج ۱، ص ۴۰۱، ۱۵ء آئیں اکبری،

۱۶ء منتخب التواریخ ج ۲، ص ۳۶۳،

میں عربی و اسلامی علوم کی تعلیم کے رد کرنے کا فرمان مباد کیا ، اور دوسرے عقلی علوم ، نجوم ، حساب ، طب و فلسفہ مدرسوں میں رائج کیے ،

نصاب تعلیم کی اس تبدیلی کو ابو الفضل نے آئیں اکبری میں تفصیل سے بیان کیا ہے ، جسے آگے ہم دکھائیں گے ، لیکن یہاں یہ اشارہ کر دینا ضروری ہے ، کہ اس شاہی فرمان کے رد سے نئے علوم تو ضرور نصاب میں داخل ہو گئے ، لیکن عربی و اسلامی علوم خارج نہیں ہوئے جتنا کہ اس زمانہ میں بھی جاہ جا اسلامی مدرسے قائم رہے ، جس میں مذہبی تعلیم دی جاتی تھی ، تبلیغ خاں کے متعلق جو دوبار اکبری کے امراء میں سے تھا ، آثار الامراء میں ہے :-

تلیخ خاں صلاح و تقویٰ بسیار داشت و در سن متعصب بود و ہمیشہ درس علوم و افتادہ طلاب اشتغال نمود ، گویند در صوبہ داری لاہور کیا پس ؟ بدس نق و تعصیر و حدیث در مدرسہ قیامی و در زیہ و باطنی غایت و در دینیہ علوم شرحیہ کی کوشید ،

عبد اکبری کا ایک مشہور مدرسہ مدرسہ ہاہم سلیم تھا ، جس کی عمارت خیر المنازل کے نام سے مشہور تھی ، بدایونی نے اس مدرسہ کو مدرسہ سلیم کے نام سے یاد کیا ہے ، نیز اگر وہ فتح پور سیکری بس خود اس نے متعدد عربی مدرسے قائم کیے ، اکبری دور حکومت میں کشمیر و بجاورد میں غیر معمولی تعلیمی انقلاب ہوا ، اس وقت تک یہاں علوم و فنون کے متعارف نہ تھے ، خط نستعلیق کا رواج نہ تھا ، اسی زمانہ میں یہاں علوم متعارفہ کا اور فارسی رسم خط کا رواج ہوا ، بادشاہ نامہ میں ہے ،

اگرچہ در ان چندے کہ اکثر علوم متعارفہ درس گویند و دند آیا علوم متداولہ مشیوع تمام نہ داشت خط نستعلیق نیکی و تشدد و چندے زبان شعرا و دانشمند بعد از ان کہ کہ در عہد دولت حضرت آشتیانی نسا کش یا کتب اکثر ساکنان شش اکتساب اراحم الہیت و لوازم آدمیت نموده خاستگی جوہر کہا ہر ماسختہ و فارسی گفتن و خط خوش نوشتن و قلم فارسی

۱۵ منتخب التواریخ ج ۲ ص ۳۶۳ ، ۱۶ آثار الامراء ج ۲ ص ۲۰۱ ، ۱۷ رسالہ ہندوستان کی ۔

اسلامی درس گاہیں " میں اس کا کتبہ آثار دہلی سے منقول ہے

گزر رہی ، انھوں نے اپنی تصنیف اخبار الاخبار میں اپنے تحصیل علم کی مفصل حالت بیان کی ہے ، ان کی تحریر سے اس عہد میں دہلی کے ایک اور مدرسہ کا پتہ چلتا ہے ، جس میں وہ ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد اعلیٰ تعلیم کی تحصیل کے لیے داخل ہوئے تھے ، اس مدرسہ کو انھوں نے ”مدرسہ دہلی“ کے نام سے یاد کیا ہے ،

شاہ جہاں کے دور کی | شاہ جہاں کے عہد میں لاہور ، احمد آباد ، دہلی ، اور
ہرات و بدخشان سے لوگ تعلیم و تحصیل کے لیے ہندوستان کے باہر
آتے تھے ، اس عہد میں ہاکماتوں کی مسند درس کو شہرت عام حاصل تھی ، اور ان کے
مدرسے علم و فن کی اعلیٰ تعلیم کے لیے ایشیا میں مشہور تھے ،

لاہور میں ملا محمد یوسف اور ملا جمال لاہوری کو شہرت حاصل تھی ، ملا محمد فاضل خشتانی
نوعمری میں تحصیل علم کے لیے کابل آئے ، اور ملا صادق حلوائی سے تعلیم حاصل کی ، پھر وہاں
سے توران ہوئے ، اور ملا مرزا جان شیرازی کے درس میں شریک ہوئے ، اس کے بعد
علم کی مزید تکمیل کے لیے لاہور آئے ، اور یہاں عقلی علوم کی تحصیل ملا محمد یوسف سے کی ،
جنھیں عبد الحمید مصنف بادشاہ نامہ نے ”سراۓ اساتذہ نیاں“ کے لقب سے یاد کیا ہے ، اور
نقلی و شرعی علوم تفسیر و اصول کی تعلیم ملا جمال لاہوری سے جنھیں عربیت میں ”یگانہ روزگار“
کہا گیا ہے ، حاصل کی تھے ،

اسی طرح ملا عبد اللطیف سلطان پوری ، ملا جمال لاہوری کے متاثر تلامذہ میں سے
تھے ، اور ملا محمد یوسف خود بھی ملا جمال لاہوری کے شاگرد تھے ، اور عقلی و نقلی دونوں
دونوں علوم میں دست گاہ رکھتے تھے ، اور خصوصاً پڑھانے کا ہر نہایت پسندیدہ اور
دل نشیں تھا ،

اس زمانہ میں لاہور کے ایک دوسرے مشہور استاد ملا عبد السلام دیوبی ہیں، انھیں معقول و معقول و ادب سب میں دسترس حاصل تھا، تقریباً ۴۰ سال درس و تدریس کی خدمت میں مصروف رہو، شاہ جاں نے ان کا تعلیمی و خلیفہ مقرر کر دیا تھا، ملا میرک عفو ان شباب میں ہرات سے ہندوستان آئے، اور ملا عبد السلام کے شاگردوں کے زمرہ میں داخل ہوئے، ملا خواجہ بہاری بھی عفو ان شباب میں اپنے والد ملا سعد دیوبی سے علوم کی تحصیل کرنے کے بعد مزید تکمیل کے لیے لاہور آئے، اور تحصیل علوم سے فارغ ہو کر دربارِ سلطانی سے وابستہ ہوئے،

سیال کوٹ میں ملا کمال کشمیری کی سند درس قائم تھی، معقولات کے مشہور فاضل ملا عبد الحکیم سیال کوٹی ان ہی کے دامنِ میض کے تربیت یافتہ تھے، شاہ جاں نے ان کی مدد و معاش کا معقول انتظام کیا اور انھوں نے اپنی مشہور تصانیف اس کے نام سے معنون کیں۔ ملا عبد الحکیم کے بعد ان کے صاحب زادے اپنے والد کے درس کی مسند پر بیٹھے، ملا محمد فاضل جن کا تذکرہ اوپر گذرا، لاہور سے عقلی و نقلی علوم کی تحصیل کے بعد دارالسلطنت دلی پہنچے، اجداد احمدہ قضا پر مامور ہوئے، پھر دلی میں درس و تدریس کی خدمت انجام دیتے رہے، شاہ جاں دربار سے ان کا بھی معقول و خلیفہ جاری تھا،

تھانیر (پنجاب) میں ایک مدرسہ شیخ جلی کے نام سے مشہور تھا، اسے دارالعلوم نے ۱۶۵۰ء میں تعمیر کرایا تھا، سکھوں کے زمانہ میں اس عمارت میں گرنہ رکھا گیا، اور اسی کے قریب شیخ جلی کی جو درگاہ تھی، اسے گرجا بنا دیا گیا، ملا عبد اللہ کی مسند درس اسی زمانہ میں شہر بہار میں کچھ ہوئی ہوئی تھی، ان کے صاحبزادے

۱۔ بادشاہ نامہ ج ۱ ص ۲۲۱، ۲۲۲ ۲۔ ص ۲۲۲ ۳۔ ص ۳۳۳ ۴۔ حصہ ۲ ص ۵۴

۵۔ حصہ اول ص ۲۲۰ ۶۔ حصہ دوم ص ۵۵ ۷۔ بادشاہ نامہ حصہ اول ص ۲۲۰

۸۔ پرموش آف محسن رنگ تندرنا تھ لا

لامحی الدین معروف بہ ملاموہن بہاری نے اس مدرسہ میں ۹ سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کیا، اور ۷ سال کی عمر میں علوم متداولہ سے فراغت پائی، اور اسی مدرسہ میں درس و تدریس کی خدمت انجام دیتے رہے، پھر شاہ جہاں کی ملازمت سے وابستہ ہوئے، شاہزادہ اورنگزیب کی تعلیم کی خدمت ان کے سپرد ہوئی، پھر وطن میں قیام اختیار کیا، اور ۸۴ سال کی عمر میں ۱۰۶۸ھ میں وہیں وفات پائی،

شیخ عبدالحی محدث دہلوی کی سند درس شاہ جہاں ہی کے عہد میں قائم ہوئی، احمد آباد گجرات میں میر محمد ہاشم درس و تدریس میں مشغول تھے، خصوصاً علم طب میں شہرت حاصل کی، شاہ جہاں نے ان کا وظیفہ جاری کیا، پھر شاہزادہ محمد اورنگزیب کی تعلیم کے لیے دلی بلائیے گئے،

شاہ جہاں نے "مسجد اکبر آبادی" کے نام سے ایک مسجد ۱۰۶۸ھ میں دلی میں تعمیر کرائی، اور اس سے متعلق ایک وقف کیا جس میں طالب علموں کے وظائف بھی مقرر کیے گئے، سرسید مرحوم نے اس شگستہ حال مسجد کا کتبہ نقل کیا ہو، جس میں یہ عبارت بھی ہو، "اگر بہرست این اکنتہ اعتیاج انتہ انجہ از حاصل این موقوف بعد الترمیم باقی ماند بہ خدمت مسجد و حام و طالب علم رسانند و الا تمام را بحکمہ مقررہ دہند"

نومسلموں کی تعلیم کا انتظام | اکبری دور میں ہندو مسلمانوں کی باہمی شادی کا زیادہ رواج ہو گیا تھا، مسلمان لڑکیاں ہندوؤں کے عقد میں چلی گئی تھیں، اسلامی شریعت کی رو سے ایسے نکاح صحیح نہیں سمجھے جاتے تھے اس لیے شاہ جہاں نے ان کے شوہروں کو حکم دیا کہ وہ اپنی بیویوں سے بے تعلق ہو جائیں، یا تبدیل مذہب کر لیں، ایسے بہت سے شوہروں نے مذہب بدل لینے کو ترجیح دیا، اس طرح نوسلموں کی خاصی تعداد اکٹھا ہو گئی، اس تحریک کا بانی جو کھونا نام ایک زمین دار بھی تھا، وہ خود بھی مسلمان ہو گیا تھا، شاہ جہاں نے ایسے نوسلموں کی تعلیم کے لیے خاص طور پر اہتمام کیا، اور ان

کے لیے علم مقرر کر دیے تھے،
نیز فوج میں مختلف ملکوں کے ارباب کمال جمع ہو گئے تھے ان سے ملک کے گوشہ گوشہ
میں علم و تعلیم کی روشنی پھیلی،

عالمگیر کے عہد کی علمی و تعلیمی ترقیاں عام شہرت رکھتی ہیں،
اس نے بڑے شہروں کے علاوہ چھوٹے شہروں اور گاؤں
میں بھی تعلیم پھیلانے کے لیے مدرسے قائم کیے، طالب علموں کے
وظیفے جاری کیے، علماء و مدرسین کو معیشت کی طرف سے نازغ الہال کیا، اور اس
کی کوششوں سے ہر صوبہ، شہر اور قصبہ میں علم و تعلیم کی روشنی پھیل گئی، عالمگیر نامہ
میں ہے:-

داناں ماقومہ خاطر دانش آثر بہ تدبیر مراتب فضل و تاسیس معالم علم درجہ
تقدوی دار و دور و مساجد و قصبات امی کشور وسیع فضلا، و در سال را بہ وظائف
لائقہ اندوختہ و انالاک موقوف ساختہ بہ شغل مدرس و تعلیم مصلان علوم گماشتہ
اند و برائے طلبہ علم در ہر معمولی و نامیہ وجوہ معیشت در فور رتبہ دھالت و اعتداد
مقرر داشتہ و ہر سال بری وجہ نیر از خزائن احسان بادشاہانہ مبلغاے عتبت
صرف می شود از فیض کرمات و افضال شہنشاہ ابرکعت دریا نوال طالبان علم
و کمال سمت از روی نیرفتہ منشور الہال و مرندہ الحال کہ سب تحصیل علوم تنفعا
می ورزند۔

عالمگیر کے زمانہ میں بھی دونوں قسم کے مدرسے جاری تھے، یعنی شاہی مدرسے جن کے پورے
مصارف حکومت کی طرف سے ادا ہوتے تھے، اور جن کا انتظام و انصرام بھی حکومت
کے متعلق تھا، دوسرے وہ مدرسے جو ارباب خیر اور علمائے دین خود اپنی طرف سے
جاری کرتے تھے، عالمگیر نے پہلی قسم کے مدرسوں کے لیے ہر صوبہ میں یہ انتظام کر دیا

تھا، کہ مدرسین اور طالب علموں کی تنخواہیں اور وظیفے اسی صوبہ کے خزانہ سے ادا کیے جائیں اور صوبہ دار مدرسین سے تنخواہوں کی وصولی کا سپاہہ حاصل کر کے خزانہ میں داخل کر لیا کرے، اور غیر سرکاری مدرسوں کو وہ وقتاً فوقتاً شاہی خزانہ سے امداد دیا کرتا تھا، چنانچہ مرآت احمدی میں شاہی مدرسوں کے متعلق ہے،

”چون حکم مقدس معلیٰ در جمیع صوبہ جات ممالک محروسہ شرف نفاذ یافت کہ در ہر صوبہ مدرس تعیین نمایند و طلب علم از میزان تا کشف خواں باستصواب عدد صوبہ موافق تصدیق بہ ہر مدرساں وجہ علوٰیہ از تحویل خزانی خزانہ آن صوبہ می داوہ باشند، در پی دلاسمہ نفر مدرس در احمد آباد و ٹین رسورت و چل رنج نر ظلیہ علم اضافہ در صوبہ احمد آباد مقرر شد،

اسی طرح غیر سرکاری مدرسوں کی امداد ملاحظہ ہو جو وقتاً فوقتاً کرتا رہتا تھا، ایک موقع پر مدرسہ سیف خاں کو ۵۸۰ روپے بھیجے گا ذکر آیا ہو، اسی طرح مدرسہ دارالہند و مسجد تعمیر کردہ شیخ محمد اکرام الدین کی تعمیری تجدید و اصلاح کے لیے اس نے ایک سو لاکھ چوبیس ہزار روپے منظور کیے، اسی طرح موضع سندرہ پرگنہ رانول، اور موضع سیہہ پرگنہ کڑا کے مدرسوں کے لیے پو میہ مقرر کیے تھے،

عالمگیر کے دور حکومت سے پہلے ابتدائی مکاتب میں ہندو اور مسلمان جنہاں تک جا تعلیم حاصل کرتے تھے، ان مکتبوں میں غیر مذہبی تعلیم ہوتی تھی، یہاں سے فارغ ہو کر اعلیٰ مدارس میں چلے جاتے تھے، اور ہندو طلبہ اپنے مذہبی مدرسوں میں جاتے تھے، جہاں شاستر کے علاوہ طب و نجوم وغیرہ کی تعلیم بھی دی جاتی تھی، ہندوؤں کے مدارس عالمگیر کے زمانہ میں بھی قائم رہے، اور ان کا اہم مرکز بنارس تھا، خانی زبان لکھتا ہو:-

”در ایامی کہ محروسہ سورت بود بانام نام زمانہ دارالہند پیشہ نقل می نمود

لاقطب الدین سہاوی کے چھوٹے صاحب زادہ نے جوانی دونوں سال کے تھے ، اسی عمارت میں مسند درس قائم کی ، جسے مدرسہ نظامیہ کا مشہور لقب حاصل ہوا ، اور اس کا مرتب کیا ہوا نصاب تعلیم دو صدیوں تک بلا اختلاف ہندوستان میں رائج رہا ، اور آج بھی ہندوستان کے قدیم عربی مدرسے نصاب تعلیم میں بہت کچھ تبدیلیاں قبول کر لینے کے باوجود اسی نقش قدم پر چل رہے ہیں ،

آج فرنگی محل کے مدرسہ نظامیہ پر تقریباً ڈھائی سو برس گزر چکے ہیں ، اس مدت میں سیکڑوں علماء و فضلا اس خاندان میں پیدا ہوئے ، اور اس مدرسہ کی مسند تعلیم کو مسلسل قائم کیے رہے ، اور ان کے واسطے تعلیم و تربیت سے ہزاروں علماء پیدا ہوئے ، جنہوں نے ہندوستان کے چہرہ چہرہ کو علم و تعلیم کی روشنی سے منور کیا ، فرنگی محل کے ان اکابر علماء میں جو درس و تدریس میں اپنے بھائیوں میں فن کے امام اور مسلمان تھے ، ملا نظام الدین ، مولانا بحر العلوم عبد العلی ، مولانا عبد الوالی ، مولانا عبد الجبار ، ملا حسن ، ملا حسین اور مولانا عبدالحی فرنگی محل وغیرہ ہیں :

مغلوں کے در حکومت کے آغاز سے عالمگیری کے زمانہ تک میں تعلیم کی ذراعت پر ملازمین احرار اور ہر عہد کے علماء و فضلا کی حکومت رہی ، اس کا یہ اثر تھا ، کہ ہندوستان کے مختلف صوبے گجرات ، پنجاب ، دہلی ، آگرہ ، مدینہ ، دکن ، بنگال ، بہار ، بون پور ، اودھ ، اور الہ آباد مختلف دوروں میں تعلیم کے مرکز رہے ، اور ان کی تعلیمی خدمات عالمگیری کے عہد تک خصوصیت کے ساتھ جاری رہی ، مولانا غلام علی آزاد نے آثار الکرام میں مشرقی ہندوستان کی عمومی اور اودھ و الہ آباد کی خاص طور پر تعلیمی حالت کا نقشہ کھینچا ہے ، لکھتے ہیں :-

لے فرنگی محل کے علماء کے حالات میں مذکورہ علماء فرنگی محل کے نام ہیں ، ملا صاحب فرنگی محل نے ایک مستقل رسالہ لکھا ہے ، اور اس سے پتہ چلتا ہے کہ ملا صاحب فرنگی محل کے علاوہ ملا صاحب فرنگی محل کے نام سے ایک رسالہ لکھ چکے ہیں ،

سرزمین یورپ از قدیم الایام معدن علم و طلا است ، ... اگرچہ جمیع صوبہ جات ہند یہ وجود حاکمان علوم تھا خود انہیں ماحصار پائے تخت خلافت کہ بہ واسطہ صحبت صاحب کمالات ہر قسم در اس جا فراہم ہی آئندہ از تراکم افکار و اجتماع عقول بہ ہر عصر کمالات نفس ناطقہ را بہ علم عقل و نقلی و مجہیز آن بہ پایہ ، بالاتر رسانند ، ماحصبہ اودھ والہ آباد خصوصیت دارو کہ در ہیج صوبہ نہ توان یافت چہ تمام صوبہ اودھ و اکثر صوبہ الہ آباد بہ فاصلہ ہیچ کردہ نہایت دہ کردہ ٹھیکنا آبادی شری و بنجیا است کہ از سلاطین و حکام و ظائف و زمین مدد معاش داشتہ اند ، مساجد و مدارس و خانقاہات بنا نمود و در سان عصر در جا ابواب علم بر روے دانش بپوش کشادہ و صلاحی علیہ العلم و در دادہ و طلبہ علم خیل از شہرے بہ شہرے ہی روند و ہر جامعہ نفقت دست ہم داد و بہ تکمیل مشغول می شوند و صاحب تفہیم ہر معارف طلبہ علم را نگاہ ہی دارند و خدمت ای جامعہ و اسعاد عظمیٰ ہی دانند صاحبقران نانی خواہ جہاں اتار اند بر پانی گفت پرب شیر از ملک ما است " و تا حد و مسئلہ ہنگامہ علم و طلا در پگل زمین گرمی داشت "۔

دور زوال | ہندوستان میں تیموری سلطنت کے جاہ و جلال کا آفتاب عالمگیر کے وفات پاتے ہی گھس گیا ، بالآخر آخری تاجدار ہند بہادر کے زمانہ میں ہمیشہ کے لیے غروب ہو گیا ، عالمگیر کی وفات سے سلطنت کے ٹٹنے تک کا زمانہ اس عظیم الشان سلطنت کے زوال کے دور سے تعبیر کیا جاتا ہے ، اس کا لازمی طور پر ہندوستان کے تعلیمی نظام اور اسلامی مدرسوں پر بھی بڑا ، تاہم یہ زمانہ شاہی مدرسوں کے وجود سے یکسر خالی نہیں ، خال خال ایسے مدرسوں کے وجود کا پتہ بھی چلتا ہے ، جو مغل سلاطین کی سرپرستی میں جاری ہو ، اور ان کے مصارف شاہی خزانہ سے ادا ہوئے ، جیسے مراٹھ احمدی میں محمد معظم بہادر شاہ اول (۱۷۲۳ء) کے دور حکومت میں ایک مدرسہ کی تعمیر عمل میں آئی ، اور اس کے مصارف

شاہی خوانہ سے ادا کیے گئے،

لیکن یہ شاذ و نادر مثالیں ہیں، در نہ حقیقت یہ سچ، کہ عالمگیری کے بعد سے اخیر دور تک جس قدر اسلامی مدرسے ہندوستان میں قائم رہے، یا نئے جاری کیے گئے، وہ زیادہ تر علماء و فضلاء کے ذاتی ذوق اور علمی شغف سے قائم تھے، اور باب فزوت ان مدارس کی مدد دینی خدمت سمجھ کر کرتے رہے، اور اس حیثیت سے اس زمانہ میں جی فاک کے مختلف حصوں میں نئے مدرسے کے قائم ہونے، پرانے مدرسوں کے جاری رہنے، اور باب علم و فضل کے درس و تدریس میں مشغول رہنے کے واقعات کچھ کم نہیں ہیں،

چنانچہ بہادر شاہ اول کے عہد میں دارالسلطنت دہلی میں ایک نیا مدرسہ امیر فازی الدین خاں فیروز جنگ نے جو سلطنت آصفیہ کے بانی آصف جاہ اول کے والد بزرگوار تھے، اجپیری دروازہ کے قریب قائم کیا، اس مدرسہ کے لیے ایک مسجد بھی تعمیر کرائی گئی تھی، امیر موصوت اسی مدرسہ میں ستر سالہ میں مدفون ہوئے، اس مدرسہ کے بعض کھنڈر آج تک عہد رفتہ کی یاد دلاتے ہیں۔

یہ مدرسہ مدتوں تک جاری رہا، دہلی پر انگریزی عہداری ہو جانے کے بعد انگریزوں نے بھی اس کو تعلیم گاہ کے طور پر استعمال کیا، پھر نواب اعتماد الدولہ فضل علی خاں دہلیاؤ نے اس مدرسہ کے اخراجات کے لیے ایک لاکھ ستر ہزار روپے کی گراں قدر رقم انگریزی کمپنی کے حوالہ کی، چنانچہ کمپنی کی طرف سے فازی الدین خاں کے مقبرہ پر سب ذیل عبارت کندہ کی گئی،

کتابتہ مقبرہ فازی الدین خاں

نہ ہر لوح نقشے بہ ماند و لیک جزائے عمل ماند و نیک نام

بیا وحضات نواب اعتماد الدولہ ضیاء الملک سید فضل علی خاں بہادر بہار جنگ کو بیگ

کتاب و ہفتاد ہزار روپیہ پر اسے ترقی علوم و دہ سہ ہزار اوقاع دہلی خاص مولود و من خوشی

یہ صاحبان کینٹی انگریز بہادر توفیق نودہ اند نقوش گردیدہ ۱۲۵۷ھ

محمد شاہ ۱۲۱۵ھ ۱۲۱۶ھ کی حکومت کے زمانہ میں نواب شرف الدولہ ارادت خاں نے دلی کے بازار دریس میں سر راہ ایک مدرسہ ۱۲۵۷ھ میں تعمیر کرایا، اس مدرسہ سے محقق ایک مسجد بھی ہو، اس کی پیشانی پر یہ ایک منظوم کتبہ کندہ ہو، جس سے آخری شعر کو تاریخ نکلتی ہو:-

سال تاریخ بنا گفت خرد قبلہ حج ارادت کیشاں
۱۱۳۵

اسی طرح احمد آباد گجرات میں اسی زمانہ میں مولانا نور الدین احمد آبادی متوفی ۱۲۵۷ھ نے ایک عالی شان مدرسہ تعمیر کرایا، اور اس میں ان کی مسند درس بھی ہوئی تھی اور درس و تدریس کا فیض جاری تھا،

بادشاہ اول کے زمانہ میں ایک مدرسہ فرخ آباد میں فرخ المربع کے نام سے قائم تھا، اس کے بانی ایک صاحب علم مولوی ولی اللہ نامی تھے، مولوی علم الدین اور مولوی نسیم الدین نے اس مدرسہ میں تعلیم پائی تھی،

اسی طرح اس دور کے چند دیگر مدارس کے تذکرے ملتے ہیں، جن کے نام گنانے کی چیز ان ضرورت نہیں، لیکن اسلامی سلطنت کے دور انحلال میں ہونے کی وجہ سے ان مدرسوں کا کوئی تعلق حکومت سے نہیں تھا، کیوں کہ جاہ پسند امر و مختلف صوبوں کی ولایتوں اور ٹبے عہدوں پر قابض تھے، ان کے پیش نظر سب سے زیادہ ان کی

۱۲۵۷ھ آثار الصنادید باب سوم ۲۱-۲۲۔ سر سید رحم نے اس عبارت کا مفصل حال لکھا ہو، وہ فرماتے ہیں کہ یہ مدرسہ احمد شاہ بدوخواہ اور عالمگیر ثانی کے عہد میں تیار ہوا لیکن یہ صحیح نہیں، جیسا کہ اوپر گزرا، اس کے بانی غازی الدین فیروز جنگ محمد علی معظم بہادر شاہ اول کے دور میں دفاتر پانچ تھے، اور اسی مدرسہ میں فون ہو، ۱۲۵۷ھ آثار الصنادید باب سوم ص ۲۲، ۱۲۵۷ھ آثار الکرام ج ۱ ص ۲۱۱،

کی ذاتی سیاسی مصطلحتیں تھیں، ان مدارس کا سارا بار دیں دارالاباب ثروت اپنے اوپر اٹھائے ہوئے تھے، لیکن رفتہ رفتہ سلطنت کی اتبری کا اثر ملک کے تعلیمی نظام پر بھی طاری ہوا، جہاں چہ سلطنت کے دور زوال کے شروع ہونے کے کچھ دنوں بعد عمومی طور پر ہندوستان کے تعلیمی نظام اور اسلامی مدرسوں میں اختلال پیدا ہوا، اور اس دور میں اگر کسی فرماندار کے زمانہ میں کہیں کوئی مدرسہ تعمیر پایا یا تعلیمی وسیع جاری ہوئے، تو عال سلطنت نے بڑے پورے تعلیمی وقاوت ضبط بھی کر لیے، جہاں چہ مولانا غلام علی آزاد نے اس دور کی تعلیمی رفتار کا نقشہ موثر انداز میں کھینچا ہے، اور اسی سے سامنے ہندوستان کے تعلیمی حالات کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے، وہ لکھتے ہیں :-

سماں کہ برطان الملک سعادت خان نیٹاپوری درآغانہ جلوس محمد شاہ حاکم صوبہ اودھ
شہر اکثر لادعمرہ صوبہ المہ آباد نیرشل دارالخوریوں پور، بنارس، غازی پور، کرنا
ملک پور، کوڑہ جہان آباد، وغیرہ ہاضیمہ حکومت گردیدہ وظائف وسیورناعات
نہان داداے قدیم درہدیہ یک قلم ضبط شدہ وکارشرفا و بجاہ پریشانی کشید و
اضطرار معاش مردم آں حارہ از کسب علم بازداشتہ در پیشہ پیاہ گیری انداخت
در واج مدرس تحصیل بہ آں درجہ نہانہ ودار سے کہ از حد قدیم معدن علم وفضل
بود یک قلم خراب افتاد و بختین از باب کمال بیش تر بہرہ خورد،

ان اللہ وانا الیہ راجعون

دوبدار احتمال برطان الملک ٹوبہ حکومت بہ خواہر زادہ ادوالمصورخان صفدر
رسمہ و وظائف و اقطاع بہ دستور زیر ضبط ماندہ در ادو انر محمد شاہ صفہ الم
صوبہ داری المہ آباد نیزہ صفدر جنگ مقرر شد، و تتمہ وظائف آں صوبہ کہ تا حال از
ضبط محفوظ ماندہ بود بہ ضبط درآمد و در عہد احمد شاہ صفدر جنگ بہ پایہ وزارت علی
معدود نمود و اسٹ صوبہ کا بہرہ از باب وظائف تنگ تر گرفت و تا معین تحریر کتاب این
دیا بہ مال حوادث روزگار است

باب ہندوستان کے دین دار علماء اپنے دینی اخلاص ، اصلاح و تقویٰ اور آثار
 سے ہندوستان کے قدیم اسلامی نظام تعلیم کی عمارت کو اپنے لمٹھوں میں بنبھالے رہے ،
 مدرسوں کی بوسیدہ عمارتوں میں قال اللہ و قال الرسول کا درس جاری رکھا ، پھر
 اس دور سے اس زمانہ تک ایسے اور باب خیر بھی رہے ، جو مدرسوں کو چلاتے ، نئی عمارتیں
 بنواتے ، اور طلبہ کے مصارف کا بار اٹھاتے رہے ، جو اہم اللہ ،
 (اکتوبر ۱۹۳۷ء)

بنگال و بہار میں عہد نظامت و دیوانی اور اس کا خاتمہ

اور برطانوی اثر و اقتدار کا آغاز

”صوبہ بنگال کی مال گزاری کی ابتدائی تاریخ کے عنوان سے مٹراپیت، ڈی، بی، کوکلی نے ڈھاکہ یونیورسٹی میں چند کچھ دیے تھے، ان میں انھوں نے پارلی منٹ کی رودادوں، کمیشنوں کی رپورٹوں اور دوسری سرکاری یا درہشتوں کے مستند اخذوں سے حکومت بنگال و بہار کے مختلف دوروں میں مال گزاری کے تعلق حکومت کی مختلف حکمت عملیاں دکھا کر نبد و سبت دوا می پر لا کر اس بیان کو ختم کیا ہو، ان کچھوں کا مجموعہ کتاب کی شکل میں شائع ہوا ہے“

اس کتاب سے برطانوی عہد کے آغاز میں بنگال و بہار کے کسانوں کے معاشی حالات اور ان کے ساتھ حکومت کا طرز عمل اور زمینداری و کاشت کاری نظام کے رواج پیر ہونے کے اسباب پر روشنی پڑتی ہو،

مصنف نے اصل موضوع پر گفتگو کرنے سے پیشتر کتاب کا پہلا باب ”بنگال سلطنت مغلیہ کے صوبہ کی حیثیت سے اور مملکت برطانوی کا آغاز“ کے عنوان سے لکھا ہو، تاکہ اصل بحث کے سمجھنے میں آسانی ہو، مصنف نے اس میں بڑی جامعیت و اقتدار سے بنگال کے عہدہ نظامت و دیوانی کی سرگزشت اور برطانوی اثر و نفوذ کے آغاز کو دکھایا ہو، راتم سطور کو اس کتاب کے اس باب کی جامعیت غیر معمولی طور پر سچ آئی، اور اس کی تفصیص کو کے اشاعت کے لیے بھیج دیا، اس مجموعہ کی ترتیب کے وقت اس تالیف کو ہاتر نہ بھی نگاہ کے سامنے آیا، اور اس کی افادہ خیزیتوں کی جہت سے اس مجموعہ سے اس کو تیلورہ رکھتے

پر طبیعت اہل نہ ہو سکی ، اس کو مصنف اور دارالترجمہ کے فکر کے ساتھ ذیل میں درج کیا جاتا ہے

مغلوں کے عہد میں بنگال کا الحاق | مغلوں نے ۱۵۷۶ء میں پہلی مرتبہ اکبر کے عہد حکومت میں بنگال کو قطعی طور پر فتح کیا ، اور بنگال کا آخری خود مختار بادشاہ داؤد خاں مارا گیا ،

۱۵۷۶ء سے اورنگ زیب کے سال وفات ۱۶۵۷ء تک صوبہ بنگال کی نشو و نما خصوصاً اردو کی نگرانی میں جاری رہی ، اور یہ مرکزی حکومت کے نہایت زرخیز صوبوں میں شمار کیا گیا ، جہاں چھ اس کے عہد اصل و دوسرے صوبوں کی بہ نسبت سہ چہند تھے ، جاگیر داری تنظیم کے اصول پر (۱۵۸۱ء-۸۰) پیادہ فوج (۲۷۳۳) سوار (۲۶۷۰) توپیں اور اہل قیوں اور مسلح کشتیوں کی ایک بڑی تعداد مہیا رہتی تھی ، (آئین اکبری جی آرٹ ج ۲ ص ۱۲۹) ظاہر ہو کہ اس عہد میں اتنی قوت کا صوبہ دار ایک طاقت ور حلیف اور خطرناک غنیم ہو سکتا تھا ، اس لیے ۱۵۷۶ء سے ۱۵۸۶ء تک بنگال میں جو ۲۷ صوبہ دار (گورنر) گزرے ، وہ یا تو بہ ذات خاص قابل اعتماد اکابر تھے ، یا مغل شہنشاہ سے ان کا قریبی تعلق تھا ،

بنگال کے صوبہ داروں کے دور | اکبر سے اورنگ زیب تک کے عہد میں بنگال کے صوبہ داروں کے لحاظ سے دو دور قائم کیے جاسکتے ہیں پہلا دور سال الحاق ۱۵۷۶ء سے اکبر کی وفات

۱۶۰۵ء تک کا ہے ، اس دور میں راجہ ٹوڈ مال میل القدر مہاراجا (۱۵۷۵-۱۵۸۲) اور راجہ مان سنگھ (۱۵۷۶-۱۶۰۲) بڑے اہم صوبہ دار گزرے ہیں ۱۵۷۶ء سے ۱۵۹۲ء تک بنگال کا دارالسلطنت ، شمالی بنگال کا دارالسلطنت شمالی بنگال کا مرکزی مقام ٹانڈورا ، اور پھر بیاں سے ۲۵ میل کے فاصلہ پر راج محل میں منتقل کر دیا گیا ، دارالسلطنت کا محل وقوع حکومت کے نظام کے لیے ایک اہم شے ہے ، کیوں کہ اس کی دوری اور نزدیکی کی وجہ سے نائبوں کا تقرر لازمی پڑتا ہے ، جہاں چھ جب راجہ مان سنگھ ۱۵۹۹ء میں چار سال کے لیے ہار چلا گیا ، تو اس نے بیجان کو اپنے نائب کی حیثیت سے ٹانڈورہ میں متعین کر دیا ،

بھراس دور کے یہ دو واقعے بھی یاد رکھنے کے قابل ہیں، اول یہ کہ ۱۵۵۹ء میں دیوان یا وزیر مال کا عہدہ قائم کیا گیا، جس کے سرال گزاری کی حیلہ امور کی ذمہ داری عائد کی گئی، اب صوبہ دار مالیات کے بندوبست کی ذمہ داری سے سبک دوش کر دیا گیا، دوسرا واقعہ یہ کہ ۱۶۰۵ء میں مرکزی حکومت کے سامنے صوبہ بنگال کی اہمیت اس وقت پہلی مرتبہ آشکار ہوئی، جب راجہ مان سنگھ سابق صوبہ دار نے اکبر کی وفات کے وقت اپنے ایک زیر حمایت شہزادے کو تخت نشین کرانے کی ناکام کوشش کی،

دوسرے دور ۱۶۰۵ء سے ۱۷۰۷ء تک میں ۱۹ صوبہ دار ہوئے جن میں شاہ جہاں ۱۶۲۶ء، ۱۶۲۵ء، سلطان محمد شجاع ۱۶۲۹ء، ۱۶۳۱ء اور سلطان محمد اعظم (۱۶۴۸ء - ۱۶۵۷ء) خاں وقت کے بیٹے تھے، عظیم الشان شہنشاہ وقت کا پوتا تھا اور قطب الدین ۱۶۷۳ء - ۱۶۷۷ء، ابراہیم خان (۱۶۸۱ء - ۱۶۸۲ء) شاہیہ خاں اپنی مرتبہ از ۱۶۷۳ء - ۱۶۷۷ء، دوسری مرتبہ از ۱۶۸۹ء اور اعظم خاں (۱۶۷۷ء - ۱۶۷۸ء) کسی نہ کسی رشتہ سے خان وادہ شاہی سے وابستہ تھے، ان صوبہ داروں میں شاہ جہاں، سلطان محمد شجاع اور شاہیہ خاں نمایاں قابلیت کے اشخاص تھے، باقی دوسرے صوبہ داروں میں سے جن کی مدت حکومت ۲۷ سال ہوتی ہو، صرف اسلام خاں ۱۷۰۷ء - ۱۷۱۱ء اور میر حلقہ (۱۶۶۶ء - ۱۶۶۷ء) قابل ذکر ہیں،

اس دور میں بنگال نے تدریجی ترقی کی، سترہ صدی علاقے وسیع اور مستحکم کیے گئے، اور بنگال سلطنت مغلیہ کا سب سے زیادہ ترقی یافتہ اور اہم صوبہ بن گیا، اس کی اہمیت دوبارہ ۱۷۰۷ء میں اس وقت ظاہر ہوئی، جب شاہ جہاں نے جہانگیر سے بغاوت کر کے اتریں بنگال، اور بہار کو فتح کر لیا، پھر ۱۷۰۷ء میں سلطان محمد شجاع نے بنگال میں علم بغاوت بلند کیا، اور ۱۷۰۷ء تک سلطنت مغلیہ کے خیریت کا موجب رہا۔ اس کے بعد ۱۷۰۷ء یعنی اورنگ زیب کے انتقال تک بنگال سلطنت مغلیہ کا حقیقی حصہ بنا رہا۔ اس دور میں ذیل کے امور قابل توجہ ہیں،

۱۔ صوبہ کی وسعت اور اس کا دارالسلطنت

۲۔ دیوان کا عروج اور صوبہ دار سے اس کے تعلقات ،

۳۔ بنگال میں برطانوی عہد کا آغاز ،

صوبہ کی وسعت اور اس کا دار السلطنت | سنہ ۱۷۵۷ء تک بنگال ، بہار ، اور اڑیسہ صرف ایک ہی صوبہ دار کے

ستھ میں تھے ، سنہ ۱۷۵۷ء میں جب بنگال و اڑیسہ کی صوبہ داری پر جہانگیر علی خاں مقرر ہوا ، تو اسی وقت سے بہار کو ایک علیحدہ صوبہ قرار دے کر اسلام خاں کو اس کا صوبہ دار بنایا گیا۔ یہ تقسیم سنہ ۱۷۹۷ء تک قائم رہی ،

اس تقسیم کے بعد ہی جب سنہ ۱۷۵۷ء میں اسلام خاں صوبہ بنگال کے صوبہ دار کو جانشین بنا تو اس نے بنگال کا مستقر راج محل کے بجائے ڈھاکہ کو قرار دیا ، کیوں کہ اس کا محل وقوع مرکز میں تھا ، اور یہاں سے ساحل اراکان کی ٹکڑنی کی جاسکتی تھی ، جہاں پرتگالی اور مراٹھی جنگی جہاز آکر لوٹ مار مچاتے تھے ، اس وقت سے عظیم الشان کی صوبہ داری تک بجز ہر زمانہ کے جب کہ سلطان محمد شجاع (سنہ ۱۷۳۹ء - سنہ ۱۷۵۷ء) صوبہ دار تھا ، ڈھاکہ ، بنگال کا دار السلطنت رہا ، سلطان محمد شجاع کے زمانہ میں راج محل پھر صوبہ کا مستقر بن گیا تھا ،

اس کے بعد سنہ ۱۷۹۷ء میں شہنشاہ وقت کے پوتے عظیم الشان کی صوبہ داری کے زمانہ میں تینوں صوبے دوبارہ ملا دیے گئے ، اس نے ابتداً سنہ ۱۷۵۷ء میں شہنشاہ اورنگ زیب کے حکم کے مطابق راج محل کو صوبہ کا مستقر قرار دیا ، اور اس کے بعد بنگال کا دار السلطنت عظیم آباد بننے قرار پایا ، پھر سنہ ۱۷۵۷ء میں شہنشاہ کا دوسرا فرزند بہو بچا کہ عظیم الشان اپنے بیٹے فرخ سیر کو جو سنہ ۱۷۵۷ء سے بنگال کا نائب صوبہ دار بن کر ڈھاکہ میں مقیم تھا ، بنگال و اڑیسہ کی صوبہ داری کے لیے چھوڑ دے ، اور سر بلند خاں بہار میں نائب صوبہ دار بنایا جائے ،

ناظم و دیوان یا گورنر اور وزیر مال | آئین اکبری میں صوبہ کے حاکم کو ہضاحا
”سبہ سالار“ کہا گیا ہے ، گروہ و امیرائے کی

حیثیت سے کشوری و عسکری دونوں قسم کے جملہ امور میں شہنشاہ کی نمایندگی کرتا تھا، اس کے بعد اسے صوبہ دار کہا گیا، پھر "نواب ناظم" کی اصطلاح قائم ہوئی، الغرض اس دور میں ۱۷۹۷ء تک ایک ناظم صوبہ بنگال و آریسہ پر اور ایک بہار پر حکم ران رہا، البتہ شاہ جہاں انبی باخیا نہ حکومت بنگال کے زمانہ (۱۷۲۲ء - ۱۷۶۵ء) میں ان تینوں صوبوں کا واحد حکم ران تھا، اور اس نے بنگال و بہار میں اپنے ڈوٹاؤں ناظم مقرر کیے تھے،

پھر ۱۷۲۵ء میں جب بہار میں خاں بنگال کی گورنری کے لیے نام زد کیا گیا، اور سپہ سالار ناظم کی خدمات کی انجام دہی کے لیے مرکزی حکومت ہی میں روک لیا گیا، تو خان زادہ خاں کو بنگال کے نائب ناظم کی حیثیت سے روانہ کیا گیا، اسی طرح سیف خاں نے ۱۷۳۹ء ناظم سلطان محمد شجاع کی آمد تک اس کی زیادت کی، اسی طرح ۱۷۶۹ء تک نائب ناظموں کا تقرر وقتاً فوقتاً ہوتا رہا، مگر انھوں نے اس وقت تک کوئی سیاسی اہمیت حاصل نہیں کی تھی، یہاں تک کہ صوبہ کے دیوان کو عروج حاصل ہوا،

دیوان کا عہدہ ۱۷۵۹ء میں اکبر نے قائم کیا تھا، وہ حکومت کا وزیر مال ہوتا تھا، جس کے فرائض میں مال گذاری کی وصولی، سرکاری رقم کے مصارف کی ذمہ داری، اور دیوانی مقدمات کا تصفیہ گزرا دہل تھا، وزیر مال کا انتخاب صوبوں کے لیے بھی شہنشاہی کے فرمان سے ہوتا، اور وہ قانوناً صوبہ دار کے ماتحت سمجھا جاتا تھا، ناظم، صوبہ کے عام نظم و نسق کا ذمہ دار تھا، اور دیوان صوبوں کے مالی کاروبار کی دیکھ بھال کرتا تھا،

صوبہ بنگال و بہار میں ۱۷۸۵ء سے دیوان کے عروج کا زمانہ مرشد قلی خاں کے دیوان مقرر ہونے سے شروع ہوتا ہے، مرشد قلی خاں ۱۷۸۳ء میں ان تینوں صوبوں کے عہدہ دیوانی کے علاوہ بنگال و آریسہ کا نائب ناظم بنایا گیا، اور سید حسین علی خاں بہادر کا نائب ناظم مقرر ہوا، ان دونوں نائب ناظموں نے غیر معمولی اقتدار حاصل کر لیا، خصوصاً مرشد قلی خاں کے قبضہ میں مالیات کے ہونے سے اسے مزید تقویٰ حاصل ہوا، مرشد قلی خاں نے اپنا مستقر مرشد آباد کو قرار دیا، اس طرح اورنگ زیب کے انتقال کے وقت ۱۷۸۵ء میں ان تینوں صوبوں پر حسب ذیل عہدہ دار تھے،

صوبہ	ناظم	نائب ناظم	دیوان
بنگلہ	عظیم الشان	مرشد قلی خاں	مرشد قلی خاں
ہسار	عظیم الشان	سید حسین علی خاں	مرشد قلی خاں
اڈیسہ	عظیم الشان	مرشد قلی خاں	مرشد قلی خاں

بنگلہ میں برطانوی اثرات کی ابتداء | بنگال میں انگریزوں کا تعلق سنہ ۱۷۵۷ء سے پیدا ہوا، وہ پہلی مرتبہ ۱۷۵۷ء میں مدراس سے نکلا، ۱۷۵۷ء میں دو تجارتی کونٹیاں ہرنیش پور اور بالاسور میں قائم کیں، سلطان محمد شجاع اور خانیہ خاں کے عطا کردہ اجازت ناموں سے ۱۷۵۷ء تک تین صد روٹھیاں بنگالی، قاسم بازار، اور بالاسور میں قائم کر چکے تھے، انگریزوں کی نگرانی میں ڈھاکہ اور ٹیپہ میں بھی کونٹیاں قائم ہوئیں، پھر ۱۷۵۷ء میں کمپنی نے بنگال کی اہمیت محسوس کر کے بنگال کو ولیم ہیمس کی گورنری میں دے کر اسے مدراس سے تعلق کر کے اسے مستقل تجارتی علاقہ قرار دیا، اس وقت سے بنگال سے کمپنی کے مستقل تجارتی انفرجمن وابستہ ہو گئے، پھر ۱۷۹۱ء میں کفایت خاں دیوان ڈھاکہ کے نام شہنشاہ کے احکام موصول ہوئے، کہ انگریزوں کو تین ہزار روپیہ ادا کرنے پر آزادانہ تجارت کا پروانہ دے دیا جائے، ۱۷۹۴ء میں کمپنی نے کلکتہ میں ایک قلعہ کی تعمیر کی اجازت اس وقت حاصل کی، جب بھاننگھ کی سرکشی جاری تھی، عظیم الشان کے صوبہ داری پر فائز ہونے کے بعد کمپنی کو پہلا ملکی علاقہ نصیب ہوا، اور ۱۷۹۵ء میں ناظم دیوان کی بارگاہ میں خایان خان نذر میشر کرنے کے بعد انگریزوں کو اجازت دی گئی کہ وہ کلکتہ، شانوائی، اور گوبند پور ان تینوں موضوعوں کی بیہ داری کا حق ان کے موجودہ مالکوں سے خریدیں، اس طرح انگریزوں نے ایک ہزار ایک سو سچاؤ سے روپے چھ آنے سالانہ مال گذاری پر بنگال میں پہلی مرتبہ حقیقت زمین داری خرید لی،

بنگلہ کے ناظم و دیوان کے اختیارات کلی | اورنگ زیب کے انتقال کے ساتھ ہی حکومت مغلیہ کا شیرازہ بکھرنے لگا،

جب ۱۲۷۱ء میں عظیم الخان جو بنگال و بہار و اڑیسہ کا برائے نام ناظم تھا، تاج و تخت کی طرف
میں مار گیا، تو ان تینوں صوبوں کے ناظم کی جگہ خالی ہو گئی، ۱۲۷۳ء میں فرخ سیر کی تخت
نشینی کے بعد مرشد قلی خاں نے ان تینوں صوبوں کی نظامت پر اپنا تقرر کر لیا، اب ناظم
کا صدر دفتر قطعی طور پر مرشد آباد قرار پایا، بہار و اڑیسہ میں مرشد قلی خاں خود نظامت و
دیوانی کے اختیارات سے کام لیتا رہا، اور بنگال اور کبھی اڑیسہ میں وقتاً فوقتاً سید اکرم خاں
شجاع الدین خاں، سید رضا خاں، لطف اللہ اور سرفراز خاں نیابت نظامت دیوانی
کے عہدوں پر سرفراز ہوتے رہے،

موروثی نظامت | اس دور میں پہنچ کر سلطنت مغلیہ میں اتنی طاقت باقی نہ رہ گئی
تھی، کہ وہ دور دراز صوبوں پر اپنی نگرانی قائم رکھتی، پہلے
نظامت دیوانی کے عہدہ داروں کا تقرر شہنشاہ کا اختیار ہی منسل تھا، اب مرشد قلی خاں
کے زمانہ سے ناظم کا عہدہ موروثی قرار پایا، اور دیوان کا منصب مرحمت و توارش پر
موقوف ہو گیا،

شجاع الدین خاں ناظم | جہاں جہ نواب مرشد قلی خاں کی وفات کے بعد اس
کا داماد شجاع الدین خاں (۱۲۵۰ء - ۱۲۳۹ء) کا
ناظم ہوا، اس نے اپنے بیٹے سرفراز خاں کو اپنا دیوان مقرر کیا، مرزا لطف اللہ میر علی
کے ساتھ جو اس کا نائب دیوان تھا، نائب ناظم کے عہدہ پر قائم رہا، پھر جب یہ دونوں
اڑیسہ منتقل ہو گئے، تو سرفراز خاں کو دیوان کے عہدہ پر بحال رکھنے کے علاوہ اسے
نائب ناظم ہی نام نہاد طور پر بنایا گیا، مگر اصل غالب علی خاں، جو نائب راؤ نائب
دیوان کے ساتھ منصرانہ طور پر کام انجام دیتا رہا،

سرفراز خاں ناظم | شجاع الدین خاں کے بعد اس کا بیٹا سرفراز خاں (۱۲۳۹ء -
۱۲۷۱ء) نے نظامت کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لی،
اس کے زمانہ میں عہدہ دیوانی کے فرائض ایک مجلس جو حاجی احمد اور جگت سیٹھ پر مشتمل تھی،
انجام دیتی رہی اور بہار کی نظامت پہلی درجہ دیوانی خاں مامور کیا گیا،

علی در دی خاں مہابت جنگ ناظم | علی در دی خاں مہابت جنگ ناظم
 ۱۵۶۷ء) سر فرزا خاں کے بعد اس منہ
 پر بیٹھا ، نوازش محمد خاں دیوان صوبہ جات اور نائب ناظم ڈھا کہ مقرر ہوا ، اور حسین الدین
 خاں اس کا نائب اور اس کے قتل کے بعد ۱۵۶۷ء میں راجہ راج بلہ کے توسط سے حکومت
 کی ، اور صوبہ بہار میں نواب زین الدین خاں ہیبت جنگ نے اس کی نیابت
 کی ، اور اڑیسہ میں صولت جنگ نائب ناظم رہا ،

سراج الدولہ ناظم | سراج الدولہ ۱۵۶۷ء - ۱۵۷۱ء) علی در دی خاں کا
 نواسہ تھا ، اس نے موہن لال کو اپنا دیوان بنایا ، اور
 ۱۵۷۱ء - ۱۵۷۶ء) جہاں خاں ۱۵۷۶ء سے ۱۵۸۱ء تک ڈھا کہ کا نائب ناظم رہا ،

برطانوی اثر کی ترقی | اس کے بعد صوبہ بنگال و بہار کی سیاسی تاریخ میں میر جعفر
 میر قاسم کی نظامت اور اس عہد کی مشہور راجہ ایوں اور
 اور پائیہ داری | شاہ زادہ عالی گہر (شاہ عالم بادشاہ) اور انگریزوں کی
 جنگ کے مشہور واقعات پیش آئے ، جن کے بعد برطانوی طاقت ان صوبوں پر پورے
 طور پر مستولی ہو گئی ،

انگریزوں نے مرشد قلی خاں کے زمانہ میں ۱۷۷۷ء میں شہنشاہ فرخ سیر سے کلکتہ کے
 قریب مزید ۳۸ مواضعات کی خریداری کا فرمان شاہی آٹھ ہزار ایک سو اکیس روپے
 آٹھ آنے سالانہ شرح محصول پر حاصل کر لیا ، مگر مرشد قلی خاں کی زبردست شخصیت ان
 مواضعات کی خریداری میں خاطر خواہ مزاحم ہوئی ، اس کی وفات کے بعد ایسٹ انڈیا
 کمپنی کی تجارت آسٹن کے دو جانشینوں کے زمانہ میں بغیر روک ٹوک کے چلتی رہی ،
 پھر علی در دی خاں کے زمانہ میں وہ مرہٹہ حملہ آوروں کے ساتھ اور ایسٹ انڈیا کمپنی
 کے ساتھ کے معاملات میں مصروف رہے ، جس کی وجہ سے بنگال کی تجارت اور ان دونوں
 قوتوں کے متصادم سیاست میں کسی قدر سکون رہا ، سراج الدولہ کے زمانہ میں جو انگریزوں
 کا دشمن مشہور تھا ، ان دونوں طاقتوں میں تصادم ہوا ، ۱۷۷۷ء میں سراج الدولہ نے

کلکتہ پر قبضہ کر لیا، اس کے ایک سال کے بعد انگریزوں نے شہر کو دوبارہ چھین لیا، پھر ۹ فروری ۱۷۵۷ء کو سراج الدولہ نے کسی قدر دب کر صلح کی، اور معاہدہ کے رو سے کمپنی کے تجارتی حقوق متعلقہ بنگال کی توفیق کی گئی، اور ۲۸ مئی ۱۷۵۷ء کو اس معاہدہ پر دستخط ہوئے۔ اس معاہدہ میں مرشد قلی خاں کے زمانہ میں شاہی فرمان کے بموجب انگریزوں کو مل چکے تھے، اور مرشد قلی خاں نے ان پر قبضہ نہ ہونے دیا تھا، ان پر انگریزوں کا قبضہ تسلیم کیا گیا، لیکن ماہ جون کے اوائل میں پھر مخالفت پیدا ہو گئی، میر جعفر میدان سیاست میں آیا، ۹ فروری کے معاہدہ کی تکمیل کے عوض اسے ناظم مقرر کیا گیا، پھر پلاسی کی جنگ، سراج الدولہ کی موت، ۲۹ جون کو ناظم بنگال دہار داریسہ کی حیثیت سے میر جعفر کی سربراہی، یہ واقعات جلد جلد یکے بعد دیگرے پیش آئے، ۲۴ دسمبر کو میر جعفر سے ایک نیا معاہدہ کر لیا گیا، جس میں ۹ فروری کے معاہدہ کی تصدیق کے علاوہ کمپنی کے حاصل کردہ رقبہ اور جزی میں ۸۸۲ مربع میل کا ایک ضلع جو ۲۴ پرگنوں پر مشتمل ہو، اور جو آج تک ضلع چوبیس پرگنہ ہی کے نام سے مشہور ہو، انگریزوں کی زمینداری میں دو لاکھ بائیس ہزار نو سو اٹھادون روپے سالانہ مال گذاری پر اضافہ کیا گیا، یہ گوبال بنگال میں کمپنی کے اہم ملکی علاقہ کی ابتدا ہو، تاہم ابھی قانوناً انھیں مکمل اختیارات حاصل نہیں ہوئے، بلکہ وہ ناظم کے زیر دست، زمینداری کی حیثیت رکھتے تھے۔

مگر اُس وقت کمپنی ہی بنگال میں حکم ران طاقت تھی،

اس کے بعد ۱۲ جولائی ۱۷۵۹ء کو چوبیس پرگنوں کی آمدنی شہنشاہی خدمات کی بجائے آدری کے صلہ میں جاگیر کے طور پر کلائو کے نام لکھ دی گئی، پھر ۲۳ جون ۱۷۶۵ء کو اس عطیہ کی توسیع دس سال کی مدت کے لیے کی گئی، اور اس کے ساتھ طے پایا، کہ اس کے بعد کمپنی کے سارے حقوق مل جائیں گے، جو شاہی مطالبات مال گذاری سے مستثنیٰ رہیں گے،

پھر جب میر جعفر کی برطرفی کے بعد قاسم علی خاں ناظم مقرر ہوا، تو ۲۷ ستمبر ۱۷۶۱ء کو ایک نیا معاہدہ ہوا اور فوج کے مصارف کے نام سے ایک وسیع علاقہ مال گذاری کی

معافی کے ساتھ کمپنی کو خطا کیا گیا ، جو ردوان ، مدناپور ، اور چیٹگانگ کے اضلاع پر مشتمل تھا ، اس علاقہ کا رقبہ آٹھ ہزار ایک سو اسی گھوڑے میں تھا ، ۶ جولائی ۱۷۶۲ء کو میر جعفر نے نظامت پر دوبارہ فائز ہونے کے بعد تصدیق کی ، اور ۱۲ اگست ۱۷۶۵ء کو آخر کار شہنشاہ نے بھی اس پر ہر تصدیق لگا دی ، اور کمپنی حکومت (۱۷۹۹ء) جو بیس برس (۱۷۵۹ء) ردوان ، مدناپور و چیٹگانگ (۱۷۶۰ء) کے اضلاع میں تاریخ حصول قبضہ سے تحصیل مال گذاری کے ساتھ امور انتظامی بھی اپنے خاص کارکنوں کے ذریعہ انجام دیتی رہی ،

اس کے بعد ۱۷۶۳ء میں کبیر کی لڑائی میں شاہ عالم و نواب اودھ پر میجر کلوڈ منرو کی فتح بانی سے بنگال میں برطانوی سکھ پورے طور پر جم گیا ، جنوری ۱۷۶۵ء میں نظم کی وفات پر کمپنی نے اس کے بیٹے نجم الدولہ کی حاشینی اس شرط پر قبول کی ، کہ نظم و نسق ایک نائب ناظم یا صوبہ دار کے سپرد ہوگا ، جس کا انتخاب کمپنی کرے گی ، چنانچہ محمد رضا خاں اس خدمت کے لیے منتخب کیا گیا ، پھر ۱۲ اگست ۱۷۶۵ء کو شہنشاہ نے کمپنی کو صوبہ بنگال ، بہار ، اور اڑیسہ کا دیوان مقرر کیا ، اور کمپنی پر یہ قرض عائد کیا ، کہ وہ شہنشاہ کو ۲۶ لاکھ روپے اور ناظم کے محلے کے کل مصارف ادا کر کے ان تینوں صوبوں کے محاصل وصول کر لیا کرے ، اس کے بہ موجب ۲۴ ستمبر کو ناظم نے انگریزوں کو ان صوبوں کا دیوان تسلیم کیا ، شہنشاہ کی جانب سے اس عہدہ پر اسٹاء کے بعد یہ پہلا تقرر تھا ، کمپنی نے اپنے فرائض کی انجام دہی کے لیے محمد رضا خاں کو نائب دیوان مقرر کیا ، اسی وقت سے بنگال میں مال گذاری کے برطانوی نظم و نسق کی بنا پڑی ، اس وقت کمپنی ان صوبوں میں ویسی ہی خود مختار تھی ، جیسے اورنگ زیب کے انتقال کے وقت مرشد قلی خاں با اقتدار تھا ، دونوں کو قانوناً دیوان کا منصب حاصل تھا ، اور دونوں کو عللاً ناظم کے اختیارات حاصل تھے ، شاہی اقتدار کی وقعت و حیثیت بہ جو نو دو نمائش کے کچھ اور باقی نہ تھی ، مرشد قلی خاں

کے عارضی شان و اردور کے مقابلہ میں برطانوی نظم و نسق کی مستقل کامیابی کا باعث زیادہ تر یہ تھا کہ ایک سندیافتہ جماعت کے لیے جو اپنے ملک و قوم کی خدمت کرنا چاہتی ہو، ایک فرد پر فطری تفوق حاصل ہوتے ہیں، اور اس کے لیے کامیابی کے بہتر ذرائع پیدا ہو جاتے ہیں،

(جون ۱۹۳۶ء)

آب گلہ کا گورغریاں

آبگلہ شہر گیا سے دو میل جانب مشرق سادات کی اجڑی ہوئی ایک قدیم بستی
ہی، گو اس کی کوئی مرتب و مستند تاریخ محفوظ نہیں، لیکن اس کی عظمت و جلال کا
اندازہ اس کے کھنڈروں اور ان کی ٹوٹی پھوٹی سنگی دیواروں سے ہوتا ہے،
اس قصبہ کے مورث اعلیٰ حضرت مینا شہدی تھے، کسی تذکرہ میں نظر سے
گذرا تھا، نیز خاندانی روایات سے سننے میں آیا ہے، کہ یہ دو بھائی تھے، ایک
ولی کی شاہی مسجد کی امامت پر سرفراز ہوئے، دوسرے یہ حضرت مینا شہدی
کو طمانک پورہ ہوتے ہوئے پورب آئے، جہاں دربار شاہی سے چند گانوں میں
معافی میں ملے تھے، تاکہ یہاں رشد و ہدایت کی خدمت انجام دیں،
حضرت شاہ عطا حسین رحمہ اللہ انہی کنز الانساب (تصنیف سنہ ۱۲۶۱ھ) میں
لکھتے ہیں :-

... .. رضوی ہشتند، بیمار بہر شہر دایمہ دایار یکہ اکثر اندہ ..
... .. دریں دیار دوسا ساکنان موضع آبگلہ کہ نسبت مصاہرت دارند، واضحاً
در زمان قاضی سلاطین بزرگے بودند، شاہیر منصب تقاداشتند، قاضی سید
عبدالحادی عرفت قاضی سید پڑے رضوی نسب بودند، فرزند شان قاضی
احمد علی

دوسرے مقام پر فرماتے ہیں :-

واضح باد کہ از بزرگان مشایخان قدیم کہ آں را بالا از دو صد سال گذشتہ باشند
از سادات شہدی تشریف آوردند و دریں دیار بدان موضع (آبگلہ) کہ دند سکونت

افتیاری، ہونورا دلاد نشان دران موضع ہستند موجود، سابقین بودند امور

پر منصب قضا افتا باید دانست نام آن بزرگ بود
حضرت بیٹا مشہدی رضوی نسب

مرحوم حضرت شاد عظیم آبادی حیات فریاد میں لکھتے ہیں :-

حضرت فاضل الشہداء شادی حضرت قاضی سید نصر کی پوتی سے ہوئی تھی،
جن کا مزار موضع آب گلہ میں شعل شہر گیا ہو، قاضی سید نصر، قاضی سید اسمیل
مشہدی کی اولاد سے تھے، اور حضرت اسمیل مشہدی کی پوتے تھے، جن کا تذکرہ
بہ جلالت قدر طاعبائی نے اپنی مجید کتاب سلسلۃ الازہب میں کیا ہو، طاعبائی
نے یہ اہم عبارت یاد کیا ہو،

گویند چون بہ مشہد رضا قاضی مشہد در شہاد پر حضور ہی امام عالی مقام شد
والعلم عند اللہ!

علامہ انور حضرت شہید رابع قاضی سید نور اللہ شستری نے بھی حضرت ناصر
بہ جدائی کا ذکر اپنی کتاب مجالس المؤمنین میں کیا ہو،

خانوادہ آب گلہ کے مصاہرانہ تعلقات حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانی صاحب
اوراد و فتویہ سے بھی جن کا مزار وادی کشمیر میں مرجع خلافت ہو، نیز حضرت مخدوم الملک
شاہ شرف الدین بہاری قدس سرہ کا ایک مکتوب گرامی آب گلہ کے ایک بزرگ
کے نام سے مکتوبات صدی جلد دوم میں ہو، حضرت مخدوم الملک کی آمد و رفت
ہاں سے قائم تھی،

لیکن اب یہ قصبہ گویا عالم گم نامی میں ہو، اس کی تمدنی و علمی رفعت کے نشانات
مٹتے جاتے ہیں، مزار کے کتبات تک بر باد ہو چکے ہیں، قدیم کتبات میں صرف
ایک کتبہ زمانہ کی دست برد سے محفوظ رہ سکا ہو، وہ قاضی سید احمد علی کی لوح

زار کا ہو،

قاضی سید احمد علی قاضی سید بڑے کے خلف اکبر تھے، جن کا تذکرہ کنز الانساب کی عبارت میں اور پر گزردہ ۱،

قاضی سید احمد علی کے بڑے صاحب زادے مفتی سید ارشد علی تھے، جو مرشد آباد میں منصب افتا پر مامور تھے، اور اخیر عہد میں نواب مرشد آباد کے ریڈنٹ کی حیثیت سے حکومت انگلشیہ کے دربار میں نمایندگی کرتے تھے، دوسرے صاحب زادے قاضی سید ارشاد علی گیا ہیں اپنے آبائی منصب قضا پر مامور تھے، حضرت مخدوم معظم ڈاکٹر قاضی سید اکرم امام علیہ الرحمہ المتوفی ماہ محرم ۱۳۵۵ھ اور حضرت موصوف کے برادر بزرگ حضرت مخدوم و مطاع جناب قاضی سید مظاہر امام متعنا اللہ بول بقائہ اسی خان دادہ کے چشم و چراغ اور مورخ والد ۸۳ سال کے زاہد شب زندہ ہیں، خداوند تعالیٰ ان کا سایہ تادیر قائم رکھے، یہ کتبہ نہایت نفیس سنگ مرمر پر جو، جس کا طول و عرض ۱۶ انچ اور دہاز ۱۱ انچ ہو، یہ لوح مزار بھی بربادگی جانے والی تھی، ستم شعاروں نے اس پتھر کی مالیت سے فائدہ اٹھانا چاہا، شب کے وقت قبر پر سے اکھڑ لیا، لیکن قبرستان سے لے جانے نہ پائے تھے، کہ سپید صبح نمودار ہو گیا، اور اس کو وہیں چھوڑ کر انہیں بھاگ جانا پڑا، اہل خاندان اس آبائی تبرک کو گھر پر اٹھا لائے، پھر اس کو دوبارہ نصب کیے جانے کا موقع نہ آیا، اور آج تک مکان کے ایک گوشہ میں کھڑا بزرگوں کی عظمت رفتہ پر آنسو بہا رہا ہو، اس کتبہ کی نقل ذیل میں درج ہو، کہ شاید آگے چل کر اس کا بھی نام و نشان

۱۶۸۱

۱۔ قاضی صاحب علیہ الرحمہ نے ۵ ربیع الآخر ۱۳۲۱ مطابق ۲۲ اپریل ۱۹۰۲ء کو آنکھ میں دفات پائی،

اور آبائی قبرستان میں قاضی سید احمد علی کے قریب قبرستان کے بالائی حصہ پر دفن کیے گئے، مزار صحیح طاق ہو، کیفیتہ العارفین و نسبۃ العاشقین کہ ضمیمہ میں موصوف کے نیر ڈاکٹر صاحب موصوف رحمہ کے قصہ سوانح حیات درج ہیں

باقی نہ رہ جائے ، والبقاء للہ الواحد القہار ،

کتبہ لوح مزار قاضی سید احمد علی رحمۃ اللہ علیہ

الہم ارض عنہ

۱۲۳۲ھ

ابن تن آب و گلہ گزشت باقاعہ لی
دود - و گفتا جفت قاضی سید احمد علی

فادم شرع محمد دارش علم علی
سرفرد برم پے تایینح اقف برکشید

(اکتوبر ۱۹۳۸ء)

622/DUE DATE 902
